सनातन सभ्यता सदनं भारतवर्ष

(یعنی ہندوستان ہمیشہ سے تہذیب کا گھر رہا)

ہندوستان کے مشہور فاضل مسٹر آر سی. دت کی بے مثل تاریخ

" وسویلیزیشن آف اینشنٹ انڈیا "

کا

اُردو ترجمہ

قدیم ہندوستان کی تہذیب

مترجمہ

اے. وی. احمد

باہتمام خاکسار بالچندر شاستری

در مطبع [illegible]

جملہ حقوق محفوظ ہیں بلا اجازت کوئی نہ چھاپے

بار اول ....

AZAD
A.M.U

جملہ حقوق محفوظ ہیں
باراول...... ایکہزار جلد
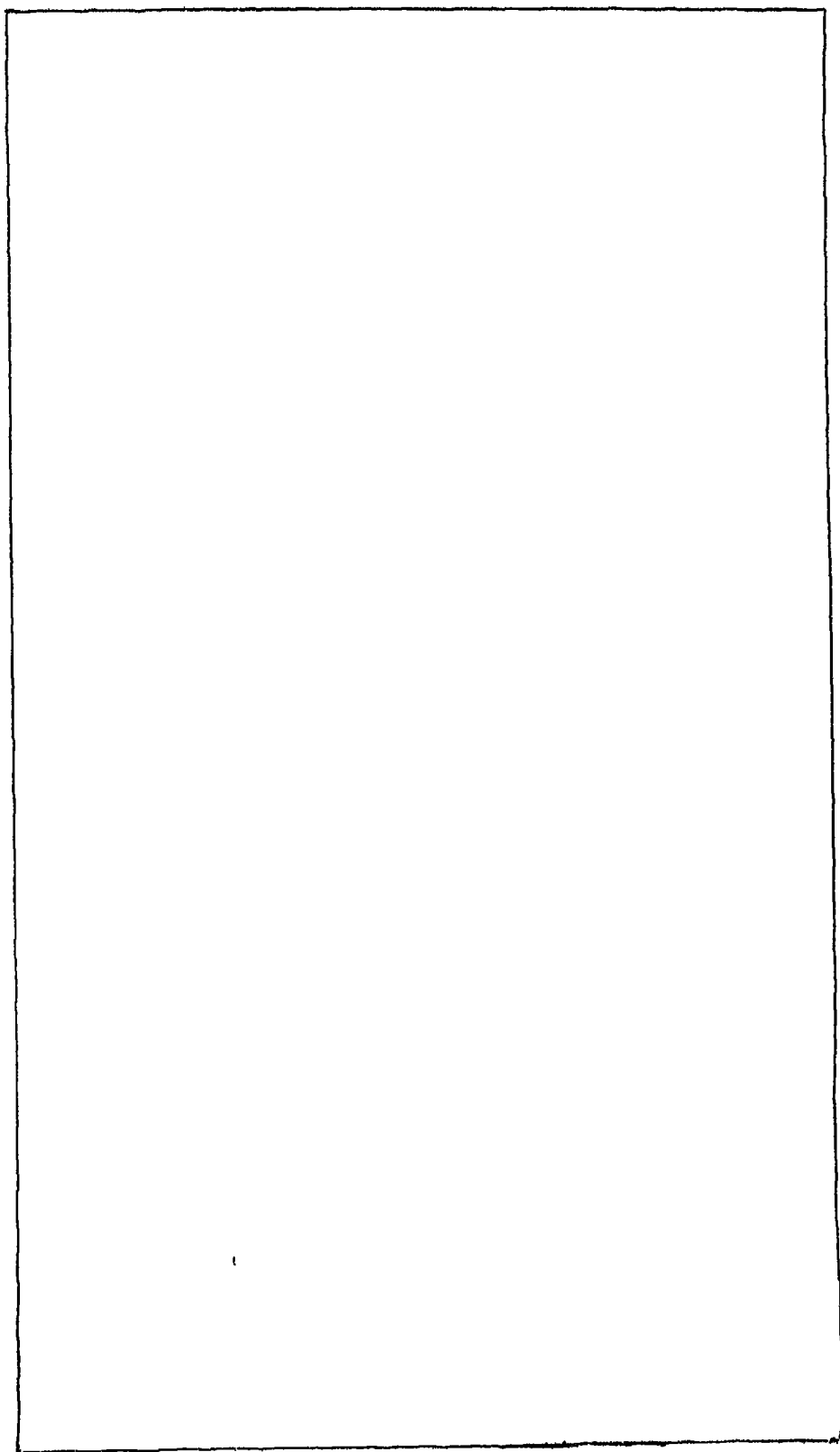
THE LATE MR. ROMESH CHUNDER DUTT, C.I.E.

اگرچہ کاپی کے دیکھنے اور پروف کے صحیح کرنے میں کافی توجہ کی گئی مگر پھر بھی کہیں کہیں کتاب میں چھوٹی موٹی غلطیاں رہ گئی ہیں۔ اسلئے امید کیجاتی ہے کہ ناظرین غلط نامہ کی مدد سے تصحیح فرمالیں۔

خاکسار

محمد فدا علیخاں سیکرٹری ٹرنسلیٹنگ کمیٹی

گھاٹ دروازہ جے پور

M. A. VILAIT AHMED.

فہرست مضامین

مقدمہ

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

مقدمہ

مقدمہ

قدیم داستانیں بھی فائدہ سے خالی نہیں ہوتیں

دنیا کی قوموں پر جب نظر کی جاتی ہے تو کوئی قوم ایسی نہیں معلوم ہوتی جو اپنے واجب التعظیم اکابر کے حیرت خیز قصے اور اپنے سیدھے سادے بزرگوں کے خلافِ قیاس افسانے نہ رکھتی ہو لیکن اس طرح کے قصے یا افسانے قابل اعتنا ولایقِ التفات نہیں قرار پا سکتے اور نہ ہمارا یقین تاریخی حیثیت سے اُن کے قبول کرنے کی ہمکو اجازت دیتا ہے۔ تاہم اگر تفحص کیا جائے تو اُن سے بھی ہم بہت کچھ کارآمد باتیں تاریخ کے متعلق فراہم کر سکتے ہیں جنکی مدد سے ایک قدیم قوم کے اصلی حالات کا انضباط نہایت سہل ہو جاتا ہے۔

بغیر تاریخ کے گزشتہ قومی خصائل کی بابت رائے کا نہ قایم ہونا۔

یہ ایک عام خیال ہے کہ جب تک کسی قوم میں تاریخ نہیں ہوتی اُسوقت تک اُسکی گزشتہ تہذیب وشائستگی اُسکا گزشتہ فضل وکمال اُس کی گزشتہ شوکت وصولت اُسکا گزشتہ جاہ وجلال اُسکی گزشتہ عظمت وابہت اُسکا گزشتہ علم وعمل اُس کی گزشتہ شجاعت وشہامت اُسکا گزشتہ تحمّل ووقار اُس کی گزشتہ ترقی واولوالعزمی اُسکا گزشتہ رعب وداب اُس کی گزشتہ حرفت وصنعت اُسکا گزشتہ تحشم وتمدّن اُسکی گزشتہ فلاحت وتجارت اُسکا گزشتہ نظم ونسق اُسکی گزشتہ عدالت وسیاست اُسکا گزشتہ تبحّر وتدبّر اُس کی گزشتہ جد وجہد اُسکا گزشتہ

تفرس و تفلسف اُسکی گزشتہ مکنت و رفعت اُسکا گزشتہ تعصب و تقشف اُسکی گزشتہ نکبت و ذِلّت اُسکا گزشتہ زوال و انحطاط اُسکی گزشتہ مخالفت و مخاصمت اُسکا گزشتہ ادبار و نکال یا اسکے گزشتہ عادات و اطوار صفات و خصائل رسوم و رواج مذاق و خیالات اخلاق و شمائل اور اُن مہتم بالشان واقعات سے کماینبغی آگاہی نہیں ہوتی جو اُسکو اپنی قومی زندگی کے زمانے میں پیش آئے تھے اور نہ بغیر ان امور کے متحقق ہوئے اُسکی نسبت کوئی خاص رائے قایم کی جاسکتی ہے۔

کیا روم ایک ہی روز میں روم ہوگیا تھا؟ لیکن کیا اب سے تین ہزار برس پہلے بھی دنیا کی یہی حالت تھی جسکو اسوقت ہم برائی العین مشاہدہ کررہے ہیں؟ کیا تہذیب و تمدن نے آفرینش عالم کے بعد بھی اسی طرح کا نشو و نما پایا تھا جسطرح کا موجودہ زمانے میں پایا ہے؟ کیا اُسوقت بھی ایسی ہی ہر امر میں تحقیق و تنقید کیجاتی تھی جیسی کہ ہمارے زمانے میں کیجاتی ہے؟ غالباً ان سوالوں کے جواب میں صرف "نہیں" کہدینا کافی ہوگا۔

قدیم زمانے کی حالت مہذب ناظرین! ابتدائی زمانکی قدیمی روایتوں اور قومی تذکروں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ زمانہ بالکل اِس زمانہ کی ضد واقع ہوا تھا اُس زمانہ میں نہ تہذیب تھی نہ شایستگی تھی نہ تمدن اُن کی ترقی تھی نہ تعیّش کا وفور تھا نہ ایسے اسباب راحت موجود تھے نہ ایسے سامان فرحت مہیّا تھے نہ اسطرح کی معاشرت تھی نہ اس نہج کی منافرت تھی نہ یہ حرفت و صنعت کی گرم بازاری تھی نہ یہ زراعت و تجارت کی بھرمار تھی نہ کوئی نظام درست تھا نہ کوئی اسلوب صحیح تھا نہ کہیں ایسی منتظم بادشاہت تھی نہ کہیں ایسی باقاعدہ حکومت تھی نہ ایسے دستور رائج تھے نہ ایسے اصول قایم تھے نہ کسی قسم کا قانون نافذ تھا نہ کسی نوع کا آئین شایع تھا نہ یہ خلش تھی نہ یہ روش تھی نہ ایسا تکلف تھا نہ ایسا تصنّع تھا نہ اسطرح کا علم ادب دیکھنے میں آتا تھا نہ اس قطع کا فلسفہ پایا جاتا تھا نہ کسی ذات کی قید تھی نہ کسی رسم کی پابندی تھی نہ اِس حیثیت کی آرایش تھی نہ اس کیفیت کی نمائش تھی نہ یہ آفتاب آفتاب سمجھکر پوجا جاتا تھا نہ یہ ماہتاب ماہتاب

جانگرداناجاتا تھا۔ غرضکہ نہ یہ زمین زمین تھی نہ یہ آسمان آسمان تھا بیشک اگر دوربین نظر سے دیکھا جائے تو وہ زمانہ ایک ایسی سادگی کا زمانہ تھا کہ ہر شے اپنی اصلی فطرت اور ہر نوع اپنی طبعی حالت پر ٹھیری ہوئی تھی۔ آہ! قدیم زمانے کے لوگوں کی زندگی کیسی صاف ستھی، اور بے عیب کیسی آزاد، بے رنج اور بے غرض اور کیسی بے لوث، بے ریا، اور بے طمع زندگی تھی کہ آج ہم اون کی سادہ روی، راست گوئی اور صاف طینتی پر ٹھنڈی سانس بھر کر نظر کرتے ہیں اور متاثر ہوتے ہیں۔ آہ! جب ہمارا تصور ابتدائی دنیا کی ہمکو سیر کراتا ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ کہیں کہیں خدا کی سادگی پسند مخلوق آباد ہے۔ جسمیں نہ حد سے بڑھا ہوا تعصب ہے نہ مقدار سے زیادہ تشخص ہے نہ افراط ہے نہ تفریط ہے نہ تعمیم ہے نہ تخصیص ہے نہ خیالات میں معمول سے بڑھکر بلندی ہے نہ عادات میں ضرورت سے متجاوز آرام طلبی ہے نہ حرص ہے نہ طمع ہے نہ خواہش ہے نہ تمنا ہے نہ بیکار غلو ہے نہ فضول غلو ہے نہ تساہل ہے نہ تغافل ہے نہ اندوہ ہے نہ یاس ہے نہ جسارت ہے نہ ہراس ہے نہ بیوجہ عداوت ہے نہ بے سبب نفرت ہے نہ حقارت ہے نہ شماتت ہے نہ کراہت ہے نہ اہانت ہے نہ کہیں بڑھی ہوئی حاجتمندی ہے نہ کہیں گھٹی ہوئی حوصلہ مندی ہے نہ جھوٹا فخر ہے نہ بیجا تعلی ہے نہ نسب پر ناز ہے نہ کمال پر مباہات ہے نہ کذب ہے نہ افترا ہے نہ اعتدال سے زائد فروتنی ہے نہ اندازہ سے افزوں سرکشی ہے نہ کبر ہے نہ نخوت ہے نہ خود پسندی ہے نہ خود بینی ہے نہ کسی جا نفاق کا خروش ہے نہ کسی جگہ غم کا جوش ہے۔ نہ پابندی ہے نہ آزادی ہے البتہ اُس دور کے اثر نے امزجہ میں وحشیانہ کیفیت ضرور پیدا کردی ہے۔ مگر یہ حالت زیادہ عرصہ تک قایم نہیں رہی تھی کیونکہ دنیا کی پیدایش سے ایک خاص مدت کے بعد جب سطح زمین پر وہ آبادی جو ابھی عدم سے وجود میں آئی تھی پھیلنا شروع ہوئی تو اُس دور کی بساط کے موافق تمدن کا بھی ظہور ہوتا گیا اور جہاں جہاں اس ربع مسکوں پر ایک گنجان آبادی اپنا قبضہ کرتی گئی وہاں وہاں تمدن کی بھی ترقی ہوتی گئی یہاں تک کہ اُن اقوام نے جنکی طینت میں ایک خاص قسم کا مادہ ودیعت رکھا گیا تھا اُس سے مفید مفید نتائج اخذ کئے اور اسی کے بعد سے قومیت کا معیار (خواہ اُسکا اسلوب کچھ ہی

کیوں نہ ہوا قایم کرکے تہذیب کے دائرے میں قدم رکھا مگر یہ بھی ملحوظ رہے کہ جسوقت سے دنیا کی حالت میں ترقی کا آغاز ہوا تھا اسیوقت سے مذہب کا بھی آغاز ہوا تھا اسلئے گمان ہوتا ہے کہ دنیا کی ترقی کے ساتھ ساتھ ہی مذہب نے بھی اپنا قدم بڑھانا شروع کیا ہوگا اگرچہ تمدن کی بنیاد پڑ چکی تھی لیکن اس سے کہیں زیادہ مذہب اپنا اثر قلوب پر مستولی کرچکا تھا جسکا انجام یہ ہوا کہ مذہب نے غلبہ حاصل کیا اور اُسکی وجہ سے ہر طرف مذہب ہی مذہب نظر آنے لگا۔ یونانیوں کو دیکھئے تو اُن میں بھی وہی مذہبی غلو پایا جاتا ہے۔ رومیوں کو مشاہدہ کیجئے تو اُن میں بھی وہی مذہبی تعصب معلوم ہوتا ہے مصر کو کو معائنہ فرمائے تو وہ بھی مذہبی نشہ میں بیخود نظر آتے ہیں۔ کلدانیوں پر نگاہ دوڑائیے تو وہ بھی مذہبی اثر میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ آریوں پر آنکھ ڈالئے تو اُن کی پیشانی پر بھی مذہبی قشقہ دور سے چمکتا دکھائی دیتا ہے غرضکہ قدیمی روایتیں اور پرانی حکایتیں گو وہ مافوق العادت ہی ہوں مگر یہ ممکن نہیں کہ اصلیت سے کچھ سروکار نہ رکھتی ہوں یا اُن سے کسی حد تک حقیقتِ واقعی کا پتہ نہ چلتا ہو۔

استیلائے مذہب سے تمدنی واقعات میں منقصت لازم نہیں آتی

ہم قبول کرتے ہیں کہ مذہب کا فرشتہ جب اپنا سایہ ڈالکر انسان کو خود فرشتہ کر دیتا ہے تو اُسوقت وہ ہر غیر معمولی چیز کو مذہبی اثر سے متاثر ہوکر عظمت کی نگاہ سے دیکھا کرتا ہے۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہم کسی قوم کے تمدنی واقعات کو بھی خواہ وہ مذہب کے پاک عقائد ہی میں ڈوبے ہوئے کیوں نہوں اساطیر الاولین کہکر اُن سے اعراض کریں۔ قدیم زمانہ تو جسکو ہم سادگی کا زمانہ کہتے ہیں درکنار رہا جدید زمانے کی وہ قومیں بھی جو آج عالم میں سب سے زیادہ مہذب و تعلیم یافتہ تسلیم کیجاتی ہیں ہر وقت اقانیم ثلثہ کا کلمہ پڑھا کرتی ہیں اور مذہبی عقیدتمندی میں ایسی محو ہیں کہ گزشتہ اقوام کے مذہبی احکام اُن کے سامنے ہباءً منثورا معلوم ہوتے ہیں۔ پس درحالیکہ موجودہ زمانہ کی شایستہ قوموں کا یہ حال ہو جبکہ دنیا ترقی کی بالائی سطح پر پہنچ چکی ہے تو گزشتہ قومیں کیونکر مورد الزام ہوسکتی ہیں۔

واقعات تاریخی بھی تاوقتیکہ اُن کی تنقید نہ کی جائے معتبر نہیں ٹھہر سکتے۔

جس وقت قدیم قوموں کے حالات کا استقصا کیا جاتا ہے تو اُسوقت

اُن سے بیشتر نتائج ایسے مترتب ہوتے ہیں کہ جنپر واقعیت کا اطلاق کیا جانا کچھ غیر مناسب نہیں معلوم ہوتا اور جب وہ نتائج واقعات کے حکم میں داخل ہوجاتے ہیں تو پھر اُنکو ایک مہذب قوم کی جانب سے وہی درجہ ملتا ہے جو تاریخی واقعات کو ملا کرتا ہے۔ قدیم روایات و حکایات سے تھوڑی دیر کے لئے قطع نظر کرکے (کیونکہ یہ تاریخ کے دور سے بہت پہلے کی باتیں ہیں) جب ہم اُن تاریخوں کو دیکھتے ہیں جنکے اوراق سے سکندر اعظم کے بعد کی دنیا کا سلسلہ وار نشان ملتا ہے تو تاوقتیکہ اُن کی تنقید نہ کیجائے بجائے مذہبی عقیدت کے جابجا اُن کو رطب و یابس سے مملو پاتے ہیں۔ جس حال میں تاریخی واقعات کا یہ حال ہو تو ایسی صورت میں جبکہ دنیا سیدھے سادے مسلک پر چل رہی تھی قیاس سے مدد لیکر نتیجہ نکال لینا شاید کوئی مشکل امر نہ ہوگا۔ یہ بات بھی مرکوز خاطر رہے کہ روایات کا مدار محض سماعت پر منحصر ہے اور جسوقت کوئی روایت متعدد زبانوں سے مسموع ہوتی ہے یا مختلف بیانوں کے ذریعہ سے سامع تک پہنچتی ہو تو کیا ممکن نہیں کہ مذہب کا اثر اُس میں دخل نہ پاسکے؟ یا مختلف خیال مختلف مذاق اور مختلف وجدان جو مذہب کی کیفیت سے متکیف ہوچکے ہیں اپنا اثر نہ ڈال سکیں؟ یہ امر محال ہے کہ جس عہد میں مذہب کی حکومت اپنا رعب و جلال ظاہر کر رہی ہو کوئی واقعہ اُسکی سرحد سے باہر جاسکے یا کوئی پیرایۂ کلام اُس کا محکوم نہ ہوسکے۔ پھر یہ کہنا کہ فلاں قوم میں بجز مذہبی باتوں کے تاریخ کا وجود مفقود ہے ایک بے معنی سی بات ہے۔

مسٹر آر سی۔ دت کا شکریہ عموماً یہ خیال ایک مدت سے اذہان میں متمکن چلا آتا ہے کہ ہندوستان کوئی تاریخ لائقِ مطالعہ نہیں رکھتا اور اگر کوئی ایسی کتاب ہے بھی تو وہ مذہب کے رنگ میں ڈوبی ہوئی ہے۔ مگر ہمکو مسٹر آر۔ سی۔ دت جیسے بے عدیل فاضل کا تہ دل سے ممنون ہونا چاہیئے کہ مسٹر موصوف نے ہمکو قدیم ہندوستان کی ایک ایسی قابل قدر تاریخ دی ہے جسکو پڑھکر ہم تین ہزار برس پیشتر کا حال بغیر کسی دقت کے معلوم کرسکتے ہیں اور اُن پاک باطن رشیوں اور نیک نفس آریوں کے طریق

معاشرت، اُن کی تہذیب، اُن کے تمدن، اُن کے علم ادب، اُن کی حرفت وصنعت، اُنکے محاربات ومجادلات، اُن کے عجیب الخلقت دیوتاؤں کی حقیقت وکیفیت سے گھر بیٹھے مطلع ہوسکتے ہیں۔ جنکے کارناموں پر آج ہمارے زمانیکے ہندو اظہار فخر کرتے ہیں۔

علمی ترقی میں بہت عرصہ سے اِس اُدھیڑ بُن میں لگا ہوا تھا کہ ہماری علم دوست گورنمنٹ کے آزاد عہد میں علم کی ایک نوآبادی قایم ہوتی جاتی ہے نہایت سرعت سے علمی شہر بستے جاتے ہیں، تصنیف وتالیف کے بازار کھلتے جاتے ہیں، تراجم کے گنج رونق پارہے ہیں، جدید فیشن کا علی العموم رواج ہوتا جاتا ہے، قدیم طرز کی کسادبازاری نظر آتی ہے، مغربی ومشرقی روشنی نے باہم ملکر آنکھوں میں ایک عجیب خیرگی پیدا کردی ہے، نئے اور پُرانے خیالات کی آمیزش سے ایک دلچسپ مذاق کا حدوث ہوگیا ہے، کہنہ قصوں کی جگہ نئے نئے رنگ کے ناولوں کی قدر کیجاتی ہے، تاریخوں کی تنقید میں کوشش ہونے لگی ہے، حامیانِ دین کے مساعی ومفاخر مشاہیرِ قوم کی سوانح عمریاں ملک کے لئے مایۂ ناز سمجھی جاتی ہیں، ریاضی وہندسہ کے عالیشان محل تعمیر ہورہے ہیں، علم فلاحت اس نوآبادی کی قدر بڑہاتا جاتا ہے، علم نباتات ایک خوشنما باغ لگارہا ہے، ہیئت وطبیعات کا طبائع پر غیر معمولی اثر پڑرہا ہے، بوسیدہ طب بھی کچھ نہ کچھ مداوا کرتی جاتی ہے، ایشیا اور یورپ کی شاعری کے مذاق میں بھی میل جول شروع ہوچلا ہے، اخبار اور علمی رسائل کی کثرت نے آتش شوق دلوں میں بھڑکا دی ہے۔ سائنس کی توگویا حکومت ہی قایم ہے، مذہبی مباحث کا گو وہ پہلا سا زور وشور نہیں لیکن اب دوسرے عنوان سے اپنی حقانیت کی بانگ بلند کرکے منادی کررہے ہیں، السنۂ مروجہ بھی دریدہ دہنی سے گورنمنٹ کو اپنی اپنی طرف توجہ دلا رہی ہیں، غرضکہ اس نوآبادی کی ہر شئے نہایت لطافت کے ساتھ اپنے آپ کو نمایاں کررہی ہے مگر ایسے علم دوست عہد میں کوئی پارینہ حالات کا متجسس قدیم تاریخ کو تاریکی سے نکال کر اس نوآبادی میں پیش نہیں کرتا۔ حالانکہ یورپ میں عہدِ عتیق کے متعلق بہت کچھ چھان بنان کیجاتی ہے۔ جب

میں نے دیکھا کہ اُردو کو اسکی سخت ضرورت ہے اُسوقت میرے ذہن میں بہت زور سے بغتتہً یہ خیال آیا کہ اگرچہ اس کام میں نہایت دشواریاں سدّراہ ہوں گی لیکن یہ کام مجکو اپنے ذمہ لینا چاہئے اور ملک کے سامنے ایک ایسی قدیم تاریخ پیش کرنا چاہئے جسکے سبب سے اُردو بے نیاز ہو جائے اور ہماری زبان کی یہ کمی بھی باقی نہ رہے۔

علم کی دیوی کی ہدایت ناظرین! مجھ جیسے شخص کے لئے اس کام کا انجام دینا حقیقت میں بہت ہی دشوار تھا مگر خدا کا شکر ہے کہ میری ہمت نے میری مدد کی اور مجکو اس دشوار گزار راہ میں چلنے پر آمادہ کیا قبل اسکے میں نے اِڈورڈگبن کی تاریخ زوالِ رومتہ الکبرے کا ترجمہ کرنا شروع کیا تھا لیکن علم کی دیوی نے جھک کر میرے کان میں کہا کہ "اپنے ملک کا حق مقدم ہے" یہ سنکر مجکو تنبّہ ہوا اور میں نے اس ہدایت کو نصب العین رکھکر "اینشنٹ انڈیا" کے ترجمہ کی طرف اپنی سعی کو مائل کیا۔

معذرت جن حضرات نے "اینشنٹ انڈیا" کو پڑھا ہے وہ کہہ سکتے ہیں کہ فاضل مصنف نے اپنی وسعت نظر، اپنے طرزِ تحریر، اپنی قوتِ فکر اور اپنے تبحّر سے کہانتک کام لیا ہے فی الحقیقت ایسی کتاب کا ترجمہ کرنا کچھ آسان بات نہ تھی۔ پس جسوقت لایق ناظرین ان سب امور پر غور فرمائیں گے اُسوقت میں یقین کرتا ہوں کہ اگر احیاناً مجھ سے کوئی غلطی یا سقم بھی رہگیا ہوگا تو معذور رکھیں گے۔

ترجمہ نگاری کی نسبت رائے حق پسند ناظرین! اکثر لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ترجمہ ایسا ہونا چاہئے کہ ترجمہ نہ معلوم ہو۔ لیکن میری رائے اسکے بالکل خلاف ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ترجمہ ایسا ہونا چاہئے کہ ترجمہ معلوم ہو۔ اور اگر ایسا نہیں ہے تو وہ ترجمہ نہیں ہے۔ اور جب ترجمہ نہیں ہے تو "اوریجنل" اور ترجمہ میں کسی قسم کا مابہ الامتیاز باقی نہیں رہتا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ترجمہ اس طرز پر کیا جائے جس سے عبارت کی شوکت اور اصل کتاب کی خصوصیت دونوں بجائے خود باقی رہیں پس میں نے اسی اصول کو ملحوظ رکھا ہے اور کوشش کی ہے کہ حتی المقدور اسکے خلاف نہ ہو۔

ترجمہ کا سبب میں ان متین و مہذب اصحاب سے جو اس فن میں مجھ سے زیادہ دستگاہ رکھتے ہیں التجا کرتا ہوں کہ میری اس جسارت کو کہ میں نے ایسے ناہموار وادی اور ایسے سخت جادہ میں کہ جو میری قوت رفتار کو درماندہ کر دینے والا ہے کیوں قدم رکھا معاف فرمائینگے سچ یہ ہے کہ میں نے کچھ تو اپنے ذاتی مذاق اور طبعی میلان کی وجہ سے اور کچھ اس خیال سے کہ اُردو کا آخر تھوڑا بہت حق تو مجھ پر بھی ہے۔ اب سے تین ہزار برس پیچھے جانے کا قصد کیا اور اُس پُرپیچ دشت میں قدم رکھا کہ جسمیں فرسخوں سنگ نشان کا کہیں پتہ نہیں چلتا۔ تو کیا ایسے راستے میں ٹھوکر لگجانا یا بھول کر کہیں کا کہیں جا نکلنا کوئی مستبعد امر ہوگا؟ نہیں ہرگز نہیں۔ پھر کیا نکتہ چینی کرنا یا انصاف کی آنکھ پر ہٹ دھرمی کی پٹی باندھ لینا ایسے شخص کے حق میں جو اپنے ملک اپنی زبان اور اپنی علم پرور گورنمنٹ کی طاقت سے بڑھکر خدمت کر رہا ہو ظلم نہیں ہے؟

التجا صاحبو! میں نے اس خیال کو مدنظر رکھکر کہ موجودہ زمانے میں ہر فرد بشر کا یہ پہلا فرض ہے کہ وہ ملک کیخدمت، زبان کی اعانت اور اپنی مہذب گورنمنٹ کی خیر سگالی میں دل وجان سے مشغول رہے۔ اپنے حوصلہ کو پست نہ ہونے دیا اور یہ جو کچھ کیا خواہ اچھا یا برا آپ کی انصاف پسند نظروں کے سامنے موجود ہے آپکو اختیار ہے کہ اس ناچیز ترجمہ کی چاہے قدر کیجئے چاہے ناقابلِ مطالعہ سمجھکر بے اعتنائی کی الماری میں رکھدیجئے۔

خود مضامین کتاب ہی دلچسپ ہیں اِس ترجمہ میں اگرچہ باعتبار ادائے بیان یا رنگینی عبارت کے کسی طرح کی ندرت یا دلچسپی نہیں ہے اور نہ ان باتوں کے پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مگر اسکے مضامین ہی فی نفسہٖ ایسی ندرت سے پُر اور دلچسپی سے بھرے ہوئے ہیں جنکے دیکھنے سے انسان کے دل میں عجیب وغریب کیفیت پیدا ہوتی ہے اور تا وقتیکہ وہ ترجمہ ختم نہیں کر لیتا نظروں کے سامنے سے اُسکو ہٹانا نہیں چاہتا۔ اِس ترجمہ میں آپکو دنیا کی اُس قدیم قوم کی تہذیب کا تاریخی حال ملے گا جسنے

اپنے اصلی وطن وسط ایشیا کو خیرباد کہکر ہندوستان میں قدم رکھا تھا اور شروع شروع میں انڈس کے کنارہ پر اپنے ڈیرہ ڈنڈے ڈالے تھے اور اپنی سبھیتا (تہذیب) پھیلانے کی جانب مائل ہوئی تھی اور پھر اُس اولوالعزم قوم نے جو آریہ کے نام سے پکاری جاتی ہو جسطرح انڈس کو عبور کر کے آگے کی طرف پیش قدمی کی اور جو جو مراحل اُسکو پیش آئے اور چند صدیاں بھی نہ گزرنے پائی تھیں کہ وہ کل ہندوستان کی مالک بنگئی اور یہاں کے قدیم باشندوں کو اپنا مطیع و فرماں بردار بنا لیا یہ سب واقعات اس ترجمہ سے آپکو دریافت ہونگے۔ آپ اسمیں رگ وید کے مذہب اور نیک دل رشیوں کے تذکرے اور اُن کے خاندانوں کا حال بھی دیکھیں گے جنکو خاص وید کے رشی کہتے ہیں۔

درخواست **بامذاق** ناظرین! اب میں آپ سے اجازت چاہتا ہوں کہ میں آپکی دلچسپی کے لئے مقدس وید کی حقیقت اور اُسکے مذہب کا اول کسیقدر ذکر کروں تاکہ آپ پر منکشف ہوجائے کہ دنیا کا کوئی مذہب اس عمدگی سے فطرت پرستی نہیں سکھاتا جس عمدگی سے وید کا مذہب سکھاتا ہے۔

وید کی مختصر کیفیت اور اُسکا مذہب **وید** جنکی نسبت ہندوں کا یہ اعتقاد ہے کہ وہ انادی (قدیم) ہیں گو تعداد میں چار تسلیم کئے جاتے ہیں مگر اکثر ہندو علما چوتھے وید کو نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ اُسکے بیشتر منتر وہی ہیں جو رگ وید میں لکھے ہوئے ہیں۔ ہر ایک وید دو یا تین حصوں پر مشتمل ہے اُنمیں سے پہلے حصہ میں حقانیت کے گیت اور دعائیں ہیں۔ دوسرے میں پند و نصائح ہیں جو مذہبی فرائض سے متنبہ کرتے ہیں۔ سوائے اسکے اُنمیں فلسفۂ الٰہی کے متعلق مباحث بھی پائے جاتے ہیں وید کسی خاص شخص کے تصنیف کئے ہوئے نہیں ہیں بلکہ اُنکو مختلف اوقات میں مختلف مصنفوں یا رشیوں نے جنکے نام کے ساتھ وہ علاقہ رکھتے ہیں تصنیف کیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ متعدد زمانوں میں شائع ہوئے ہیں مگر اُن کی تدوین اپنی موجودہ صورت میں حضرت عیسٰے سے چودھویں صدی قبل وقوع میں آئی تھی۔ وید پرانی سنسکرت زبان میں تحریر ہیں اور اس زمانہ کی سنسکرت سے ایسے مغائر ہیں

کہ بڑے بڑے پنڈت بھی جو آجکل سنسکرت کے مشہور عالم مانے جاتے ہیں اُن کو نہیں سمجھ سکتے۔ ویدوں کی اصل تعلیم خدا کی وحدانیت کو ظاہر کرتی ہے۔ وہ تکرار بتلاتے ہیں کہ "نہیں ہے حقیقت میں کوئی معبود مگر ایک ایشور (وہ ایسی) بزرگ ذات اور (ایسا) مالک الملک رہو) جسکی رچنا یہ سرشٹی ہو"

اُس بالاتر ہستی کی مخلوقات میں بعض مخلوقات انسان سے بھی زیادہ افضل و ممتاز ہیں۔ اُنکی تعظیم ہر شخص پر واجب ہے۔ اُنکی رکشا اور پریتی پرارتھنا کے ذریعہ سے حاصل ہوسکتی ہے۔ اِس نوع کی مخلوقات میں زیادہ تر وہ دیوتا شامل ہیں جو عناصر ستاروں اور سیاروں سے علاقہ رکھتے ہیں ان کے علاوہ اور بھی ایسے دیوتا ہیں جنہیں گویا انسان کی ہی قوتیں قرار دی گئی ہیں۔ وید میں ایشور کے تین مظاہر (برہما، بشن، اور شیو) کا بیان بھی مع اُن مفروضہ انسانی خصائل اور شکتیوں کے پایا جاتا ہے اور ہندو دیومالا کے دیوتاؤں کا ذکر بھی اکثر مقام پر ملتا ہے۔ مگر وہ شجاع یا سور ما جنکی پوجا دیوتا مان کر کی جاتی ہے کرم یا مذہبی نظام کا کوئی جزو نہیں سمجھے گئے ہیں۔

اُسی پرمیشر نے خاص اپنی ربوبیت کی شان سے متنوعہ جواہر کو پیدا کیا اور اول ایک سوچ بچار کے ساتھ مدوں کو اُتپن کر کے اُن میں ایک اُبھلنے والا بیج ودیعت رکھا۔

اِس بیج سے ایک سنہری انڈا ظاہر ہوا جسمیں وہ برتر ہستی خود برہما کی شکل میں موجود تھی۔ پھر اُسنے بتدریج برہما کی صورت اختیار کی پھر آسمان اور زمین اور روح کو خلق کیا اور تمام مخلوقات کو جدا جدا نام دئے اور سب کے کام علیحدہ علیحدہ مقرر کئے نیز اسی طرح اُسنے دیوتاؤں کو "پرمیشر کی ہی صفات اور نرمل جیو آتما کے ساتھ" ظاہر کیا اور "ادنے درجہ کے دیوجن پیدا کئے جنکی سرشت میں نیکی اور سچائی ہے"۔

یہ صفت ایک خاص مدت تک قایم رہتی ہے پھر فنا ہو جاتی ہے۔ اُسوقت ایشور کی ساتھ بھی معدوم ہو جاتی ہے۔ برہما جی اُس اعلےٰ ذات میں منجذب ہو جاتے ہیں اور پھر کل نظام پر پژمردگی

چھا جاتی ہے۔

آفرینش کا بار بار فنا ہونا اور پھر از سر نو وجود میں آنا ایک معین وقت تک ظہور میں آیا کرتا ہے جسکی عجیب و غریب مدت بیان کیجاتی ہے۔

اب اُن دیوتاؤں کا برنن کیا جاتا ہے جو کسی قدر ان سے نیچی سطح پر واقع ہیں۔ یہ دیوتا گویا عناصر کے رب النوع یا قولے ملکوتی خیال کئے جاتے ہیں منجملہ ان کے اِندر۔ اگنی۔ ورونا۔ اور پرتھوی۔ آب۔ باد۔ آتش اور خاک کے دیوتا مانے گئے ہیں۔ یا اجرام سماوی کے دیوتا جیسے سوریا۔ آفتاب کا چندر۔ ماہتاب کا برہسپتی اور اور سیّاروں کے دیوتا۔ یا ذہنی خیالات کے دیوتا مثلاً دہرم عدل و داد کا دیوتا دہنونتری دوا و علاج کا دیوتا۔

دیوتاؤں میں بغیر کسی تفریق و تمیز کے اچھے اور بُرے وجود بھی ملتے ہیں۔ مگر ایسے وجود دیوتاؤں کے وجود کی بہ نسبت بیشتر باعتبار خلقت کے حیوانات میں پائے جاتے ہیں یہ وجود خیر اندیش اجنّہ، خونخوار عفریت، تشنۂ خون بن مانس، آسمانی رقاصہ پری جمال الپسرائیں، قوی ہیکل پشاچ، عظیم الجثہ سانپ، تیز پر پرند یا پتروں کی الگ الگ جماعتیں ہیں جو نوعِ انسان کے باپ دادا خیال کئے جاتے ہیں۔

مقدّس وید ہمکو آگاہ کرتے ہیں کہ انسان میں دو قسم کی روحیں ہیں ایک روحِ حیوانی جسکی مدد سے یہ جسم حرکت کرتا ہے دوسری روحِ حسّی یا نفسِ ناطقہ۔ اس سے غضب و شہوت اور فلاح و صلاح کا تعلق ہے اور اسی سے خصائلِ ذمیمہ اور اعمالِ قبیحہ کا صدور ہوتا ہے۔ اگرچہ یہ خود مختارانہ حیثیت رکھتی ہیں مگر ان کا تعلق ذاتِ باریتعالیٰ ہی سے ہے جو کل اشیاء میں جاری و ساری ہے۔ یہ روح حیوانی ہی ہے جو انسان کے گناہوں کا کفارہ ہوتی ہے۔ اِسیوجہ سے وہ دَر دَر مارا مارا دَور تک اپنے جرائم و معاصی کے اندازہ کے موافق صعوبات برداشت کیا کرتی ہے اور پھر اسیطرح آدمیوں اور جانوروں میں

منتقل ہوتی رہتی ہے۔ یہانتک کہ آخر ایذا اُٹھاتے اُٹھاتے اور ذلتیں سہتے سہتے پاک و صاف ہو جاتی ہے پھر وہ اپنے پاکیزہ معاملات سے ربط و اتحاد پاتی ہے اور بعدہ ایسی تیز روی شروع کرتی ہے جو جاودانی خوشی کو ہدایت کرتی ہے۔ بہرکیف خدا نے انسان کو "خود اپنی سمجھ بوجھ سے سچا ناصح" اور "صحیح و غلط کے درمیان ایک قطعی فرق کرنے والا" بنایا ہے۔ ایسے ہی خوشی، رنج، تکلیف اور کو دیتضاد حالتوں کے مابین بھی امتیاز رکھا ہے۔

جب وہ ان تمام کاموں سے فارغ ہو چکا اسوقت اُسنے ویدوں کو جنکی حکومت ازل سے قایم ہے اسواسطے خلق کیا تاکہ مناسب طریقہ پر قربانی ادا کیجائے۔

یہ تھا ویدکا اصلی مذہب جسکا مختصر ذکر کیا گیا۔ اب میں اُس مذہب کی طرف رجوع کرتا ہوں جسکو پُرانوں کا مذہب کہتے ہیں۔ اس مذہب کی کتابیں پُران کہلاتی ہیں جنکی تعداد اٹھارہ ہے۔ ان کو ویدوں کے مُدوّن بیاس جی کی جانب منسوب کیا جاتا ہے۔ ان میں الٰہیات، تحقیق عالم، فلسفیانہ حقائق، مذہبی رسوم، تعلیم انساب، تاریخی واقعات، دیوتاؤں بہادروں اور رشیوں کے معاملات سے علاقہ رکھنے والے بیشمار افسانے بیان کئے گئے ہیں۔

پرانوں کا مذہب　ہندو جیسا کہ بیان کیا گیا ابھی تک ایک اعلےٰ ہستی کے وجود کے قائل ہیں جس سے دوسرے وجود اپنا اپنا وجود حاصل کرتے ہیں یا یوں کہئے کہ جسکی ذات سے وہ خلق ہوئے ہیں کیوں کہ موجودہ اعتقاد کے موافق عالم اور خالق ایک ہی شئے قرار دئے گئے ہیں۔ مگر اُن کا جب تپ دیوتاؤں اور دیویوں کی ایک نوع بنوع نوعیت کی طرف ہدایت کرتا ہے جنکی تعداد کا مقرر کرنا غیر ممکن ہے بعض بیانات کی روسے معمولی ہندو مبالغہ کی بنا پر دیوتاؤں کا شمار ......۳۳ کیا جاتا ہے لیکن اکثر انمیں وہ مخلوق بھی محسوب ہوتی ہیں جو آسمانوں میں خدمات انجام دیتی ہیں یا وہ بھوت پریت ہیں جو نہ کوئی انسانی نام رکھتے ہیں نہ صفات اور جنکا شمار کروروں تک پہنچا ہوا ہے۔

لیکن ذیل کے سترہ دیوتا ایسے ہیں کہ اُن کو گویا اصلِ اصول کہنا چاہئے اور شاید یہی صرف وہ دیوتا ہیں جو عموماً علی امتیاز اور ربانی کاموں کے اعتبار سے باوقار تسلیم کئے جاتے اور اسی واسطے وہ پرستش کے مستحق سمجھے جاتے ہیں۔

۱. برہما۔ یہ دیوتا پیدا کنندۂ عالم ہیں۔
۲. وشنو یہ محافظِ عالم ہیں۔
۳. شیو یہ عالم کے نیست و نابود کرنے والے ہیں۔

مع اُن دیویوں کے جو دیومالا کی رو سے انکی بیویاں مانی گئی ہیں۔

۴. سرستی ۔ علم کی دیوی ہے
۵. لکشمی ۔ دولت کی دیوی ہے ۔
۶. پاربتی یہ دیبی بھوانی یا درگا بھی کہلاتی ہے۔
۷. اِندر آسمانوں اور بہشتوں کا راجہ۔
۸. ورونا پانی کا دیوتا۔
۹. پَوَن ہوا کا دیوتا
۱۰. اگنی آگ کا دیوتا
۱۱. جم طبقاتِ دوزخ کا دیوتا اور مردوں کا انصاف کرنے والا۔
۱۲. کوبرا دولت کا دیوتا۔
۱۳. کارتکیہ لڑائی کا دیوتا۔
۱۴. کام عشق کا دیوتا
۱۵. سوریہ سورج

۱۶۔ سوہم چاند

۱۷۔ گنیش جو وقت کو دور کرتا تمام عمارتوں کے دروازوں پر صدارت کرتا اور کل اعمال کے آغاز پر طلب کیا جاتا ہے۔

اِن کے سوا ستارے اور اکثر ایک دریا بھی مستزاد سمجھنا چاہئیں منجملہ مذکورہ بالا دیوتاؤں کے اول کے تین دیوتا برہما بشن اور شیو ہندو تثلیث کی مشہور اشکال ہیں جنمیں صفاتِ مختلفہ کامل طور پر رکھی گئی ہیں۔ مگر اُن کی شاید یہ خیالی تفریق ٹھیٹھ ہندوؤں کے اس عام مقولہ سے ہوسکتی ہے کہ تمام دیوتا ایک بالاتر ہستی کی متنوعہ شکلیں ہیں۔

برہماجی اگرچہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک بار وہ بلند مرتبہ رکھتے تھے مگر منو کے بیان کئے ہوئے ہر سہ دیوتاؤں میں سے وہ ایک دیوتا ہیں جنکی پاٹ پوجا نہیں ہوتی اور اب ہندوستان میں بجز ایک آدھ مندر کے اور کوئی اُن کا مندر نہیں دیکھا جاتا گو روزانہ عبادت میں وہ یاد کئے جاتے ہیں لیکن آپکی جداگانہ پرستش تقریبًا بالکل متروک ہوگئی ہے اُن کی ہمدم علم و فصاحت کی دیوی سرستی بھی قطعًا پایہ حیا سے گری اور جادۂ عقیدت سے ہٹی ہوئی نہیں ہے۔

پرانوں میں شیو کا بیان اس طرز سے کیا گیا ہے کہ "وہ بھوت پریت اور پشاچوں میں گھرے مست و مخمور ننگے مُلنگے سر کے بال بکھرے بدن پر مرگھٹ کی دھول لگائے آدمیوں کی کھوپڑیوں اور ہڈیوں کے ہار پہنے کبھی ہنستے کبھی روتے اِدھر اُدھر پڑے پھرتے ہیں" اُن کی معمولی تصویریں عجیب اشکال سے دکھائی گئی ہیں گویا وہ تین آنکھیں رکھتے ہیں اُن کے ایک ہاتھ میں ترسول ہے اُن کے بال مثل جوگیوں اور راہبوں کے جٹا کی طرح پڑے رہتے ہیں اور اپنے خیالات میں ڈوبے ایک وضع خاص سے بیٹھے نظر آتے ہیں۔ یہ مخصوص مناسبات مع اُن کہانیوں کے جو اُن سے تعلق رکھتی ہیں اسطرح پر بیان کی گئی ہیں کہ وہ ہمیشہ غور و فکر میں مستغرق رہا کرتے ہیں اور جب کوئی شخص اس

حالت میں اُنکا تحمل ہوتا ہے تو اُنکی آنکھیں شعلہ جوالہ کی مانند مشتعل ہو جاتی ہیں جنسے نہایت غیظ و غضب کے آثار نمودار ہوتے ہیں۔

شیوجی کا استھان یا مقام کیلاش بتایا جاتا ہے جہاں ہمیشہ کثرت سے برف جمی رہتی ہے اور ہر سمت یخ کے ڈھیر دکھائی دیتے ہیں۔ یہ مقام بہت ہی اونچا بالکل ہی سنسان اور غایت درجہ کا بھیانک ہمالیہ کی چوٹیوں میں سے ایک بڑا ہیبت ناک مقام ہے۔

اُن کی محرم راز دیبی یا بھوانی کی پوجا کا حال بھی کم سے کم ایسا ہی جاننا چاہیے اُن نہایت مہربان اور حلیم صورتوں میں سے جنمیں وہ عموماً جنوبی ہند میں دیکھی جاتی ہے وہ ایک خوبصورت عورت کے مشابہ ہے وہ شیر پر سوار ہے مگر ایک خونخوار اور سہما دینے والی وضع سے گویا کہ وہ اُن عفریتوں میں سے ایک عفریت کی ہلاکت کے لئے جنکے برخلاف اُس نے اوتار لیا ہے۔ آگے کی طرف بڑھ رہی ہے۔ ایک اور صورت جو گاہ گاہ نظر آتی ہے اور بنگالہ میں محجوب تصور کیجاتی ہے وہ سیاہ فام مہیب و خوفناک چہرہ کے ساتھ نمایاں کیگئی ہے اُسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ لہو بہ رہا ہے سانپ لپٹے ہوئے ہیں چاروں طرف کھوپڑیاں اور آدمیوں کے سر لٹک رہے ہیں گویا ہر حیثیت سے خوف وطیش کی مورت ہے۔ پہلے زمانہ میں اُسپر آدمیوں کی قربانیاں چڑھائی جاتی تھیں اور ابھی تک وہ سفاکی و خونریزی سے رضامند خیال کی جاتی ہے جو اسکی قربان گاہوں میں ہوا کرتی ہیں۔

اب پھر ہندوؤں کے دیوتاؤں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ وشنو ایک حسین و وجیہہ جمیل و شکیل سلیم الطبع اور حلیم المزاج نوعمر آدمی کے مثل ہیں اُنکا رنگ گہرا نیلا ہے وہ قدیم راجاؤں کا سا لباس پہنے ہیں اُن کے خاص دس اوتاروں کی تفصیل ذیلمیں بیان کیجاتی ہے۔

اُن کا پہلا اوتار ایک مچھلی کی صورت کا ہے (مچھ اوتار) یہ اوتار ویدوں کے مکرر حاصل کرنیکی

غرض سے اختیار کیا گیا تھا جنکو ایک عالمگیر طوفان میں کوئی راکھشش لیکر چل دیا تھا۔ دوسرا اوتار خوک کا ہے (باراہ اوتار) جس نے اپنے دانتوں پر دنیا کو جسوقت وہ غرق ہوکر پاتال میں جا لگی تھی اٹھا لیا تھا۔ تیسرا اوتار کچھوہ کا ہے (کچھ اوتار) اس اوتار نے اپنی پیٹھ پر ایک پہاڑ رکھ لیا تھا جسکا نام ہماچل ہے۔ چوتھا اوتار ایک ظالم ملحد کے ہلاک کرنیکے واسطے دھارن کیا گیا تھا جسکا بیان پرانوں میں اسطرح لکھا ہے کہ ہر کے بھگت پرہلاد نامی کے بے رحم باپ (ہرناکش) نے جو بڑا شریر و ملحد تھا محض اس قصور پر کہ وہ وشنو کا معتقد تھا اُسکے قتل کرنے کا ارادہ کیا آخر وقت اُسکے سفاک باپ نے تمسخر کی راہ سے دریافت کیا کہ آیا تیرا مطلوب اس کمرہ کے ستون میں بھی ہے جس سے تو بندھا ہے؟ بیکس بیٹے نے جواب دیا کہ "ہاں ہے" یہ سنکر قریب تھا کہ خشمگیں باپ مظلوم بیٹے کی ہلاکت کا حکم دے کہ فوراً وشنو جی ایک انسان کی سی صورت بنا کر جسکے پاؤں اور سر شیر کی مانند تھے ستون سے برآمد ہوئے اور پرہلاد کے باپ کو چیر پھاڑ ڈالا۔ یہ اوتار نرسنگ اوتار مشہور ہے۔ پانچواں باون اوتار ہے۔ اس اوتار کے دنیا میں آنیکی یہ وجہ واقع ہوئی تھی کہ ایک راجہ نے بلدان اور سنیاس (قربانی و نفس کشی) کے زور سے اسقدر قوت بہم پہنچائی کہ تمام دیوتاؤں پر غالب آگیا۔ اُنھوں نے مجبور ہوکر زمین اور سمندر اسکے سپرد کر دئے اور خوف و بیم کی حالت میں سراسیمہ و ششدر ہو رہے تھے کہ اب آخری قربانی ختم ہوتے ہی کہیں بہشتوں پر بھی قابض نہ ہو جائے اِسی اثنا میں وشنو مہاراج نے ایک بونہ برہمن کی شکل میں نمودار ہوکر راجہ سے التجا کی کہ اسقدر زمین ملجانا چاہئیے جو تین قدموں کے بیچ میں آجائے راجہ اُسکے قد و قامت اور ڈیل ڈول کو دیکھکر مسکرایا اور درخواست منظور کی۔ برہمن نے جو اصل میں وشنو جی تھے پہلا قدم زمین پر رکھا اور دوسرا سمندر پر اب تیسرے قدم کے لئے کوئی جگہ باقی نہ رہی آخر کار اُسنے راجہ کو اس شرط سے معافی دی کہ وہ کبر و نخوت کے تخت پر آئندہ ہرگز قدم نہ رکھے۔ چھٹا اوتار پرسرام ایک بہادر برہمن کا ہے۔ اس نے کشتری یا لڑنے والی جماعت سے ستائیس بار

حرب وضرب کی تھی اور کل نسل کو جڑ پیڑ سے اُکھاڑ کر پھینکدیا تھا۔ ساتواں اوتار رامچندر اوتار ہے۔ آٹھواں
بلرام اوتار یہ وہ بہادر تھا جسنے راکشسوں سے بیچاری پرتھوی کو نجات دلائی تھی۔ نواں بدھ اوتار۔ یہ
دیوتاؤں کے دشمنوں کو دھوکہ دینے کی نیت سے زمین پر پیدا ہوا تھا مگر یہ تمام صورِ مختلفہ رامچندر جی اور
کرشن جی کے ظل میں غائب ہوگئی ہیں جنھوں نے کم سے کم ہندوستان میں نہ فقط اپنی اپنی وشنو
ہی کو ماند کر دیا بلکہ تمام عنصری دیوتاؤنکو بھی ارہدگر کی چوٹی پر بٹھا دیا اور باستثنا شیو۔ سوریہ اور گنیش کے
سارے دیوتاؤں کی پوجا سے ان کی پوجا سبقت لے گئی۔

وشنو کی بیوی لکشمی اگرچہ بہت مشہور ہے۔ مگر اسکا بھی کوئی مندر نہیں ہے منجملہ بقیہ دیوتاؤں
کے گنیش اور سوریہ (سورج) عموماً نہایت قابلِ عبادت سمجھے جاتے ہیں یہ دونوں اُن لوگوں کے
گویا جان نثار ہیں جو اُنکو تمام دوسرے دیوتاؤں پر ترجیح دیتے ہیں ان دونوں کے مندر بھی ہیں اور با
قاعدہ پوجا بھی ہوتی ہے۔

سوریہ اس ہیئت سے نمایاں کیا گیا ہے کہ ایک رتھ پر سوار ہے اور شعاعیں اُسکے سر کا چتر
لگائے ہیں۔

گنیش یا گنپتی ایک فربہ اندام شخص ہے جسکے دھڑ پر ہاتھی کا سر رکھا ہے۔

کام عشق و عاشقی کا دیوتا ہے وہ ہندوؤں کے دیوتاؤں میں ایک بہت ہی سجیلا اور طرحدار
ہے وہ خوبصورتی کے زیور سے بنا ٹھنا رہتا ہے اور شباب کا عالم ہر وقت اُسپر سایہ کئے ہوئے
ہے اُسکی حکومت سے دیوتا اور انسان کوئی مستثنےٰ نہیں۔ وہ کوشش کرتا ہے کہ دیوتا اور انسان میری اطاعت
سے مُنھ نہ موڑیں۔ برہما وشنو اور دلگیر شیو اُسکے ناوکِ جاں ستاں کا نشانہ بنے ہوئے ہیں اور ہر
دل اُسکی تیغِ نگہ کا گھائل ہو۔ اُسکے تیر وہ تیر ہیں جنکے سروں پر شگوفے کھلے ہیں اُنکے لگتے ہی آدمی بیخود
ہو جاتا ہے۔ قدما کی نظموں اور قصوں نے اُسکے مندر اور کنجوں کے چربے اُتارنے میں عجیب عجیب سحر سازیاں

کی ہیں لیکن وہ بھی دوسرے دیوتاؤں کے ساتھ کس مپرسی کے عالم میں بحرِ جم کے گوشہ نشین ہو گیا ہے
ان دیوتاؤں میں سے ہر ایک دیوتا اپنا جدا جدا سورگ اور اپنے الگ الگ حاضرین رکھتا ہے۔
علاوہ ان عالم علوی کی مخلوقات اور نیک خواجنہ کے جو مختلف سورگوں میں بشرام کرتے ہیں
سوربیروں کے اچنبھے بھرے بیانات بھی ہندوؤں کی کتابوں میں درج ہیں۔
اسُر بھی دیوتاؤں کی جنس سے ہیں مگر بھلائیوں سے محروم ہیں اور تاریکی کی دنیا میں ٹکراتے
پھرتے ہیں یہ مدتِ مدید تک اپنے حریفوں سے لڑتے بھڑتے رہے ہیں اور یونانیوں کے ٹائٹین سے
مشابہت رکھتے ہیں۔
دَیت بھی ایک قسم کے عفریت خیال کئے گئے ہیں اور وہ دیوتاؤں کے ساتھ فوجیں جمع
کرکے لڑنے کی کافی سامرتھ رکھتے ہیں۔
راکھشس بھی قوی ہیکل اور ڈراونی چیز ہیں اور پیشاچ بھی اسی قبیل کی مخلوق ہیں مگر طاقت
و قوت میں کمتر مانے گئے ہیں۔
ان کے سوا اور بھی مقامی دیوتا ہیں جیسے ہر ہر گانو کے محافظ دیوتا۔ ان کی مورتیں یا مندر شاذ
و نادر ہی ہوتے ہیں ورنہ عموماً خاک کے ڈھیر کی شکل میں پوجے جاتے ہیں۔
ناظرین! اگرچہ مقدمہ طوالت پکڑتا جاتا ہے مگر میں خیال کرتا ہوں کہ میں جب تک ہندوؤں
کے علوم و فنون کا کسی قدر مجمل طور پر بیان نہ کروں گا اُسوقت تک میرا مقدمہ گویا ناتمام اور ادھورا
رہیگا۔ ہرچند کہ فاضل مصنف نے ہر دور کے متعلق اس دور کے علوم و فنون بھی بیان کئے ہیں اور یہی
انکا اس بے مثل کتاب کے لکھنے سے اصل مقصود تھا۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ ابتدا میں میں بھی ہندوؤں
کی علمی کوششوں کا کچھ ذکر کروں پس میں اپنے مقدمہ کے اس حصہ کو زبان کے مضمون سے شروع
کرتا ہوں۔

ہندوؤں کی زبان یا بھاشا سنسکرت ایک کامل و شستہ اور لطافت و سلاست میں ہر زبان سے زیادہ بڑھی ہوئی اور با قاعدہ زبان ہے۔ علاوہ اُن صرف و نحو اور لغت کی کتابوں کے جنہیں پانینی کی صرف و نحو جو ... اشلوکوں پر مشتمل ہو اور اپنی آپ ہی نظیر ہے ہندو علم ادب کی ہر شاخ میں ایک تعداد کثیر علم بیان اور انشا پردازی کے رسالوں کی دیکھی جاتی ہے۔ اگرچہ سنسکرت اب مردہ زبانوں میں شمار ہوتی ہے مگر پھر بھی اُسکا تخم ایسی دور اندیشی سے بویا گیا ہے کہ اسوقت بھی اُسمیں اس طرح کے بالیاقت عالم موجود ہیں جو بے تکلف گفتگو کر سکتے ہیں۔

علمِ ادب

نظم یا کاویہ وہ شخص جو سنسکرت سے واقفیت نہیں رکھتا بمشکل ہی ہندوؤں کی نظم کے متعلق رائے قایم کرنے کی قابلیت رکھ سکتا ہے کیونکہ وہ خوش آیند اثر جو اس زبان کی نظم کے سننے سے دل پر طاری ہوتا ہے وہ نہ تو ترجمہ سے پیدا ہوتا ہے اور نہ کسی اور طریقہ سے۔ جب کوئی شاعر کسی کنواری لڑکی کے ہونٹوں کو بندھو جیوا پھول سے تشبیہہ دیتا ہے یا یوں کہتا ہے کہ اُسکے رخساروں پر مدھوکہ کی شعاعیں اپنی تابانی ڈال رہی تھیں تو کیونکر ترجمہ اُسکے اثر سے وجدان کو متاثر کر سکتا ہے؟ یا دوسرا شاعر جب اسطرح گل افشانی کرتا ہے کہ اُسکے گال چنپا کی پنکھڑی کے مانند تھے تو فرمائیے کہ کس کا خیال ایسی نظم کی جادو خیز لطافت تک رسائی حاصل کرنے کی جرأت کر سکتا ہے؟ اُن کے اقسامِ نظم اور اصنافِ سخن میں سے خصوصیت کے ساتھ یہاں ایک ناٹک کا ذکر کیا جاتا ہے

ڈراما یا ناٹک اِس فن کے مشہور شاعر کالیداس اور بھوبھوتی گزرے ہیں اِن شاعروں میں سے ہر ایک کی تین تین کتابیں فنِ مذکور میں لاجواب تسلیم کیگئی ہیں۔ اول الذکر شاعر بلحاظ لطافتِ بیان و نفاستِ زبان کے سب پر فوقیت رکھتا ہے اِس کا کلام کیا ہے گویا جادو کا منتر ہے اِدھر منہ سے

نکلا اُدہر سُننے والا بیخود رہگیا۔ موخرالذکر شاعر اُن تمام خصوصیات کے ساتھ جو اُسکی ذات میں مساوی درجہ پر تھیں اِس فن میں ایسا یدطولےٰ رکھتا تھا کہ سماں باندھ دیتا تھا وہ اسکا مردانہ لب و لہجہ اور اعلےٰ درجہ کا شجاعانہ جوش سچ یہ ہے کہ اُسی کا حصہ تھا۔ سنسکرت زبان کے شاعروں کی بڑی زور آوری اور اُنکی مسرت کا بہت بڑا سبب اس سے نمایاں ہوتا ہے کہ وہ اپنی قوتِ بیانیہ کی مدد سے ہر کیفیت کا نظروں کے سامنے نقشہ کھینچ دیتے ہیں۔ اُنکے بیشتر مضامین گویا راحت و آرام اور غور و فکر کے وہ مناظر (سین) ہیں جو الگ تھلگ جنگلوں اور دریا کے لالہ زار کناروں پر واقع ہیں جہاں مہکتی ہوئی ہوا اور نسیم فرحت افزا چلتی اور صاف و شیریں پانی کے چشمے لہریں لیتے نظر آتے ہیں یہی نقشہ اوجین کے گرد و نواح کی اُس سرزمین کا ہے جسکا خاکہ "مالتی اور مادھو" کے نویں سوانگ (ایکٹ) میں دکھایا گیا ہے۔ جہاں جنگل پہاڑ ٹیلے گانوں اور شفاف ندیاں ایک وسیع پر فضا اور مختلف الکیفیت منظر میں ہر طرف معلوم ہوتی ہیں اس خوشنما مقام کے مرکز میں شہر واقع ہے جسکے منار مندر برج اور پھاٹک قریب کے چشمہ میں اپنا عکس ڈال رہے ہیں کنج اور نخلستان چشمہ کے کناروں پر شروع مینھ کے برسنے سے سرسبز و شاداب ہوگئے ہیں اور سبزہ زار برسات کی نئی جھڑی کے تار نہ ٹوٹنے سے لہلہانے لگے ہیں جو دودھیلی گایوں کے آرام کی جگھیں ہیں۔ بعض وقت وہ اپنی فکر کو ایسا اونچا لیجاتے ہیں جہاں پہاڑ زمین کی جبیں پر شکن کی صورت میں محسوس ہوتے ہیں اور کالی پیلی آندھیاں بگولے کی طرح اُٹھتی دکھائی دیتی ہیں۔ اِس اعلےٰ قسم کے بیان میں بھوبھوتی بالخصوص سب سے سبقت لیگیا ہے۔ مختلف جگھوں میں اُسکے وحشت خیز کوہستانی مناظر کے جذبات اور اُسکی خیالی پہاڑیوں اور پُر رعب سنسان جنگلوں کا بیان جو گوداوری کے سرچشمہ کے چاروں طرف واقع ہیں عظمت و جبروت سے پُر ہیں۔ اُسکے نہایت ہی موثر بیانوں میں ایک وہ بیان ہے جبکہ اُسکا ہیرو آدھی رات کے وقت مرگھٹ کی طرف جاتا دکھائی دیتا ہے جسجگہ دور دور تک رالکھ کے

ڈھیر اور جلتے ہوئے لکڑ پڑے ہیں۔ کہیں چتا میں آگ کی چنگاریاں چمکتی نظر آتی ہیں بھوت پریت کی ڈراونی صورتیں پشاچ اور نشاچر کی بھیانک آوازیں کانوں میں چلی آتی ہیں۔ دل ہے کہ آپ ہی آپ سہما جاتا ہے جان نکلی آتی ہے کوئی تاڑ سا قد لیے سامنے چلا آتا ہے کوئی لال لال دیدے نکالے کھڑا ہے کسی کے لمبے لمبے دانت ہیں کسی کے گلے میں کھوپڑیوں کا ہار پڑا ہے کوئی چیخ چیخ کر روتا ہے کوئی ٹھٹے مار کر ہنستا ہے کوئی بھن بھنی بولی میں کچھ بک رہا ہے کوئی تالیاں بجا بجا کر ناچ رہا ہے کسی کے منھ سے آگ کے شعلے نکل رہے ہیں اندھیرا ہے کہ ہاتھ کو ہاتھ نہیں سوجھتا پیچھے سے لیچو ماریو کا غل ہوتا چلا آتا ہے جنگل ہے کہ پڑا سائیں سائیں کر رہا ہے تھوڑی ہی دیر میں وہ ڈراونی صورتیں سب کی سب غایب اور بھیانک آوازیں خود بخود موقوف ہو جاتی ہیں پھر وہی مرگھٹ کا سنسان میدان آنکھوں کے سامنے ہے ہمارا ہیرو کبھی تو چونک کر اُدھر اُدھر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگتا ہے کبھی سر جھکا کر اُسی ہو کے عالم میں قدم بڑھا کر چل کھڑا ہوتا ہے۔ اب سنتا ہے ہوا کی شدت سے درختوں کے پتے کھڑکھڑا رہے ہیں ہوا کی سنسناہٹ اور نالہ کی گھڑگھڑاہٹ سے جی بیٹھا جاتا ہے اُلو کا بولنا گیدڑوں کا چیخنا اور کتوں کا رونا ایسی وحشت پیدا کرتے ہیں کہ بیچارے کے رہے سہے حواس بھی جاتے رہتے ہیں۔

لیکن یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ سنسکرت کا شاعر کسی دلی جوش کے اظہار میں اُن تمام لوازم کو ترک کر دیتا ہے جن سے وہ جوش گھنگھور گھٹا کی مانند اُمنڈ آیا ہے بلکہ وہ اُس منظر کے مخصوص نقش و نگار اور اپنے جوش کے تمام مناسبات کی تصویر ایسی ہو بہو اتارتا ہے کہ انجان آدمی بھی معًا پہچان جائے۔ جس وقت کوئی شاعر کسی سایہ دار کنج کا چربہ کھینچتا ہے تو کہتا ہے کہ درختوں کے جھنڈ چھائے ہوئے ہیں۔ سیاہ تمالا اپنی شاخیں بڑھائے نیم کے زرد پتوں کی بلائیں لے رہا ہے۔ آم کا درخت اپنے پُرانے ٹہنے کسی اونچے پیپل کے ہلتے ہوئے پتوں میں پھیلائے ہے۔ کوئی بیل رسی کی طرح جمو کے چوطرف لپٹی جاتی ہے۔ اسوک اپنے لال بھبوکا پھلوں کے گچھے نیچے کو لٹکائے ہے۔ مادھوی اپنی سفید برف جیسی پنکھڑیوں کی بہار دکھا رہا ہے۔ جب درختوں کی پتیاں ہلتی ہیں

توکلیوں کا مینھ برسنے لگتا ہے۔ دھیمی دھیمی ہوا انکی بوباس سے بسی ہوئی ہے۔ مکھیوں کی بھن بھناہٹ اور زندگی کی سرسراہٹ کچھ جدا ہی سماں دکھا رہی ہیں پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو سے دل کا کنول کھلا جاتا ہے کسی طرف سے کویل کی کوک گھڑی گھڑی کانوں میں آرہی ہے۔ ایک سمت ہی کوکلے کی آواز پاس کے درخت پر سنائی دیتی ہے۔ عاشق غم کا مارا بھی ادھر اُدھر پھر رہا ہے اور اپنی غمزدہ حالت کو تسکین دیتا جاتا ہے۔ یکایک آم کے بور کا خوشبو سے بسا ایک جھونکا آتا ہے اور ساری کلفت کو دل سے اڑا لیجاتا ہے۔ آخر چنبیلی کی ایک کنج میں تھک کر بیٹھ جاتا ہے اور اپنی گل اندام معشوقہ کی یاد میں اپنے آپ کو بھی بھلا دیتا ہے۔

یہ ہے سنسکرت کی وہ لطافت انگیز شاعری جسکے سننے سے فوراً وجدان پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوتی ہے۔ یہ ہی سنسکرت کی وہ دلکش شاعری جسکے پرزور اثر سے اُسیوقت ہم خاص اُس شئے تک پہنچ جاتے ہیں جسکو ہم کسی حسِ ظاہری کے ذریعہ سے نہیں دریافت کر سکتے اور یہ ہے سنسکرت کی وہ فرحت بخش شاعری جسمیں نہ کہیں مبالغہ کی بو ہے نہ استعارہ کی رعایت مگر دل ہے کہ پڑا خود بخود مزے لے رہا ہے طبیعت ہے کہ آپ ہی آپ شگفتہ ہوئی جاتی ہے اور قوتِ مدرکہ ہے کہ بیساختہ لوٹی جاتی ہے دم بہ دم منھ سے واہ وا نکلتی ہے قلب پر سرور کی حالت چھائی ہوئی ہے سامعہ سننے سے بس ہی نہیں کرتا۔ غرضکہ سنسکرت کی شاعری واقعیت و فطرت کے بالکل مناسب واقع ہوئی ہے جسکی مثال اور زبانوں کی شاعری میں کمتر پائی جاتی ہے۔

فلسفہ یا تو دچار منو نے فلسفہ کیجانب بہت کم توجہ کی ہے ہاں اُسکے مجموعۂ قوانین کے اول باب میں اتفاق سے اس مضمون کا کہیں کہیں ذکر آگیا ہے مگر اخیر زمانہ کے ہندوؤں نے فلسفہ پر خوب خوب عقل آرائیاں کی ہیں جس سے اُنکی ذہانت و فطانت کا معقول ثبوت ملتا ہے۔

منو کے مجموعۂ قوانین کے پہلے ہی باب سے اُسکا مذہبی غلو عیاں ہوتا ہے اور (اُن قوانین کی برخلاف

جو مختلف زبانوں کے موضوعہ ہیں) غالباً اس باب سے اُن لوگوں کی رائے کا اظہار ہوتا ہے جو اسکے عہد میں موجود تھے۔

اس باب کے خاص مضامین میں باریتعالٰی کی ماہیت روح کی حقیقت پیدایش عالم کی کیفیت یا طبیعات اور مابعد الطبیعہ کے علاوہ اور باتوں کا اسقدر کم بیان ہے کہ اُس سے اسکا حال نہیں کھُلتا کہ اُس زمانہ میں حکما کے فرق ایسے ہی تھے جیسے کہ اب ہیں۔ مگر پھر بھی اُن دقیق مطالب کی جانب اسطرح اشارہ کیا گیا ہے کہ گویا لوگ اُن مطالب سے آگاہ تھے اور اُن مصطلحات کو جنکو حکما اس وقت بھی استعمال کرتے ہیں اُسی طرح کام میں لاتے تھے کہ گویا اُنکو اچھی طرح سمجھتے تھے۔ مباحث کے اُن اصول کی رُو سے جنپر ہندؤں کے مختلف قسم کی حکمت قایم ہوئی ہے ظاہر ہوتا ہے کہ ہندو شروع ہی سے وہ اصول جانتے تھے۔

ہندؤں میں فلسفہ کے چھ قدیم فرقے یا اسکول حسب ذیل ہیں جو شٹ درشن کے نام سے مشہور ہیں۔

۱۔ پہلا میمانسا (علم شریعت) جسکی بنیاد مہرشی جیمنی نے رکھی تھی۔
۲۔ پچھلا میمانسا یا ویدانت (علم توحید) جسکے بانی بیاس جی تھے۔
۳۔ نیاے (علم منطق) یا گوتم کا منطقی فرقہ۔
۴۔ ویشیشک کناد کے علم ذرات کا اسکول۔
۵۔ سانکھیا یا کپل کا دہریہ اسکول۔
۶۔ یوگ یا پتنجلی کا خدا پرست فرقہ۔

اخیر کے دو فرقے اکثر مسائل میں متفق ہیں اور سانکھیا کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔
اس تقسیم سے موجودہ فلسفہ کی حالت کا پورا پورا اندازہ نہیں ہوتا میمانسا کا پہلا فرقہ فن تقریر سکھاتا ہے

کہ ویدوں کے مطلب سمجھنے اور اُسکی شرح کرنے میں مدد ملے بایں وجہ یہ فرقہ محض نکتہ چینی اور تعریض کرنیکا فرقہ ہے اور اس سے یہ غرض رکھی گئی ہے کہ جو فرائض ویدوں میں معین ہیں اُنکی تحقیق و تفتیش کیجائے پس یہ مذہبی کام انجام دیتا ہے اور حکمت کے فرقوں میں شمار ہونے کے لائق نہیں ہے برعکس اسکے اور جو فرقے ہیں اُنکی مختلف شاخیں ہیں۔ انہیں سے ہر شاخ جداگانہ فرقہ سمجھی جاتی ہے۔ یہاں یہ ضرور نہیں کہ حکمت کے تمام فرقوں کے اختلافات بیان کئے جائیں۔ اسلئے منجملہ چھہ بڑے فرقوں مذکورۂ بالا کے فقط دو متفقہ فرقوں کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے۔

یہ دونوں فرقے سانکھیا اور ویدانتا کہلاتے ہیں جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا سانکھیا والے کہتے ہیں کہ مادہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہیگا۔ اِس فرقہ کی اعلےٰ شاخ خدا کے وجود کی منکر ہے۔ دوسرا فرقہ تمام اشیاء کا خالق خدا کو بتاتا ہے مگر اس فرقہ کی ایک شاخ مادہ کے وجود کا انکار کرتی ہے۔

ہندوستان کے تمام دہریہ و خدا پرست فرقوں کے اصول و قواعد اپنے اپنے مقصود میں توافق کی نسبت رکھتے ہیں جو غایت درجہ کی مسرت یا تناسخ اور تمام جسمانی بار اور تکالیف سے نجات حاصل کرنیکے طریق سکھاتے ہیں۔

دہریہ اور خدا پرست فرقوں کا بیان جو سانکھیا کے مشترک نام سے شہرت رکھتے ہیں۔

علم کا مقصد یہ فرقہ جیسا کہ مذکور ہوا دو شاخوں میں منقسم ہے۔ ایک وہ جو کپل سے علاقہ رکھتی ہے اور ویدانت کی تعلیم دیتی ہے۔ دوسری وہ جو تنجلی سے تعلق رکھتی ہے اور خدا کے وجود کا اقرار کرتی ہے مگر ان دونوں کا مفصلۂ ذیل رایوں پر اتفاق ہے۔

نجات صرف علمِ حقیقی و عرفانِ کامل سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔

علم افعال و اعمال کے ذریعہ سے نہیں آتا بلکہ یہ علم مادی دنیا کے قابل محسوس و غیر قابل محسوس اُن امتیاز کرنے والے اصولوں کی بنا پر حسی و اور اکی اصل سے حاصل ہوتا ہے جو غیر مادی روح ہے۔

حصول علم کے وسائل علم، پرتکش۔ انومان اور شبد تین چیزوں سے حاصل ہوتا ہے۔

پرتکش (ظاہر) وہ علم ہے جو آنکھ کان وغیرہ حواسِ ظاہری سے فہم میں آئے۔

انومان (قیاس) اور یہ تین پرکار کا ہے۔ ابر کو دیکھکر پانی برسنے کا قیاس کرنا۔ ۲۔ دھوئیں کو دیکھکر آگ کا گمان کرنا۔ ۳۔ جزو کی حالت پر نظر کر کے کل کا اندازہ کرنا۔

شبد (کلام) یعنی وِدیا۔ اس سے مقصود گروکے اقوال ہیں۔

وہ اصول (تتو) جنکا علم مذکورہ بالا تین قسم کے علموں سے حاصل ہوتا ہے۔ شمار میں پچیس ہیں۔ ۱۔ مادہ (پرکرتی یا پردھان) ستوگن۔ رجوگن۔ تموگن۔ ان تینوں گنوں کی مساوی حالت کو مادہ کہتے ہیں۔ مادہ کے بہت ہی چھوٹے چھوٹے ذرّوں کا ابتدائی ترکیب کے ساتھ دوسری حالتوں میں مُبدّل ہوجانا یعنی اُنکا کثافت کے باعث اشکال مختلفہ قبول کر لینا۔ اسی کو پیدائش (سرشٹی) کہتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ پرکرتی ہی سرشٹی کی علت غائی ہے۔ یہ خالق ہے مگر مخلوق نہیں ہے۔

۲۔ **جس** وقت مادہ (پرکرتی) کا روح (پرش) سے اتصال ہوتا ہے تو اُس اتصال کی وجہ سے تغیر راہ پاتا ہے اور اسی تغیر کا نام عقل (بدھی) ہے۔

۳۔ **انانیت** (اہنکار) کا منبع عقل ہے یہی خود بینی کی جڑ ہے۔

۴۔۸ **انانیت** سے لطیف و غیر محسوس پانچ عناصر (پنچ تن ماتر) ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ ایسے لطیف ہیں کہ حواسِ خمسہ سے انکا ادراک نہیں ہوسکتا۔

اِن کے نام یہ ہیں۔

۱۔ **آواز** (شبد)

۲۔ لمس (سپرش)

۳۔ شکل (روپ)

۴۔ ذائقہ (رس)

۵۔ بو (گندھ)

۹-۱۹۔ اہنکار ہی سے گیارہ اندریاں وجود میں آتی ہیں منجملہ اُن کے پانچ گیان اندریاں ہیں اور پانچ کرم اندریاں ہیں۔ اول الذکر آنکھ کان ناک زبان کھال اور آخر الذکر ناطقہ ہاتھ پاؤں آلاتِ بول و براز سے موسوم کیجاتی ہیں۔ اور گیارھویں اندری دل (من) ہے۔

۱۰-۱۱۔ مذکورۂ بالا (۴-۸) پنج تن ماتر سے پانچ استھول مہا بھوت پیدا ہوتے ہیں وہ یہ ہیں۔

آواز سے آکاش

لمس سے ہوا

شکل سے آگ

ذائقہ سے پانی

بو سے مٹی

۲۵۔ سب سے آخری تو روح ہے یہ نہ کسی سے پیدا ہوئی ہے اور نہ کسی کو پیدا کرتی ہے۔ وہ سب سے جدا ہے۔ وہ ایک وجود ہے ابدی غیر متغیر منفرد اور غیر مادّی۔ اور روحیں بے شمار ہیں۔ مادّہ ہمیشہ سے ہو وہ کسی سے پیدا نہیں ہوا بلکہ اُسی سے سب پیدا ہوئے ہیں۔ وہ سب چیزوں کی علت ہے مگر مخلوق نہیں ہے۔ عناصرِ خمسہ حواسِ عشرہ اور مَن یہ سولہ چیزیں انانیت اور پنج تن ماتر سے پیدا ہوئی ہیں اور اِن سے کوئی پیدا نہیں ہوا۔ اسی واسطے یہ فقط معلول ہیں۔

سانکھیا مت میں پیدایش کے متعلق اسطرح بحث کی گئی ہے کہ پُرش یعنی روح کے اتفاق سے پرکرتی میں ایک طرح کی قوت آجاتی ہے اور اسمیں رفتہ رفتہ ایک حالت کے بعد دوسری حالت پیدا ہو کر پیدایش کا سلسلہ جاری ہوتا ہے۔ روح اگرچہ فی نفسہٖ مطلق العنان ہے لیکن تعلقات کی

باعث خود کو مقید خیال کرتی ہے۔ جس سے اُسمیں دو قسم کی خواہشیں ظہور کرتی ہیں۔ ایک یہ کہ وہ اُن سے تمتّع اُٹھانا چاہتی ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ اُن سے پیچھا چھوڑانا چاہتی ہے۔

بدھی۔ اہنکار۔ پنچ تن ماتر۔ من۔ حواسِ عشرہ۔ ان سترہ تتوسے لطیف جسم (سوکشم شریر) ترکیب پاتا ہے۔ یہ جسم تتو کے ابتدائی نمو کے سبب پرکرتی سے بنتا رہتا ہے اور روح اُسکو قبول کر لیتی ہے اُس لطیف جسم کی نسبت یہ کہا گیا ہے کہ وہ مختار و آزاد ہے۔ مگر روح جب تک کثیف جسم اختیار نہیں کرتی اُسوقت تک اُسمیں کسی قسم کی استعداد پیدا نہیں ہوتی کثیف جسم حقیقت میں ایک غلاف ہے جو لطیف جسم پر چڑھا ہوا ہے جسکے ذریعہ سے وہ نفع اُٹھانے کی قابلیت رکھتا ہے کثیف جسم (استھول شریر) آکاش۔ ہوا۔ پانی۔ آگ۔ خاک سے ملکر بنتا ہے اور جب روح نکل جاتی ہے تو نیست و نابود ہو جاتا ہے لیکن لطیف جسم اعمال کے لحاظ سے نوع بنوع قالبوں میں گشت لگاتا پھرتا ہے اور اسطرح اُسکی مدتِ معینہ پوری ہو جاتی ہے۔

اب پرکرتی کی ماہیت سے بھی واقفیت ضروری ہے۔

ستوگن۔ رجوگن۔ اور تموگن کی مساوی حالت کو پرکرتی کہتے ہیں۔ یہ گن محض صفات و اعراض ہی نہیں خیال کیے جاتے بلکہ وہ خود جوہر ہیں جو مادہ میں محفوظ ہیں۔ یا یوں سمجھنا چاہیئے کہ وہ آپ مادہ ہیں۔ ستوگن کشادگی و سرور کو ظاہر کرتا ہے۔ رجوگن فاعلیت حسد اور بیتابی کو نمایاں کرتا ہے۔ تموگن ظلمت تمنا اور وہن پر دلالت کرتا ہے۔ یہی تینوں صفات تمام دنیا میں پائے جاتے ہیں۔

پتنجلی کا مت **بخلاف** اسکے پتنجلی کا یہ عقیدہ ہے کہ ان روحوں کے علاوہ ایک اور روح بھی ہے جسپر اُن بُرائیوں اور بدیوں کا جنکے اثر سے اور ارواح متاثر ہوتی ہیں کچھ اثر نہیں پڑتا۔ وہ اچھے افعال یا اُن کے نتائج سے بے تعلق ہے۔ وہ تصورات یا ایسے خیالات سے جو آتے جاتے رہتے ہیں بری ہے۔ وہ زمان و مکان سے الگ ہے اور وا نندہ نہان و آشکار ہے۔ یہی روح ذات باریتعالے

ہے جو حاکم علی الاطلاق ہے۔

اِس مذہب والوں کا طریقِ عمل ان کے مخصوص عقائد سے منکشف ہوتا ہے دونوں کے عندیہ میں علم کا مقصود یہ ہے کہ روح کسی طرح مادہ کے تعلقات سے نجات پائے اور یہ اہم کام دھیان یا مراقبہ کی مدد سے پورا ہوتا ہے۔

قطع نظر اسکے یہ موحد حضرات جپ تپ اور مجاہدات کو عمل میں لاتے ہیں اور اس سریع الاحساسی کے ذریعہ سے استغراقات اور دھیان کے مضامین پیدا ہوا کرتے ہیں لیکن دوسرے فرقہ کے پیرو مادہ اور ارادہ کے لاانحل وادق مسائل پر بحث کیا کرتے ہیں۔ موحد فرقہ کے بتبع اپنا سارا وقت ریاضت میں صرف کرتے ہیں۔ یا وہ قطعاً محویت کے عالم میں علائقِ دنیوی سے بیزار و متنفر ہوجاتے ہیں یہی سبب ہی کہ وہ اپنے آپکو صاحب کشف سمجھتے ہیں۔

پتنجلی کی کتاب جو موحدانہ فرقہ کی اصل کتاب ہے جسمانی و روحانی ریاضتوں پر کامل طور سے حاوی ہے۔ اُسمیں لکھا ہے کہ خاص خاص باتوں کے تصورات میں اسطرح ڈوب جاؤ کہ دنیا و مافیہا سے کچھ علاقہ نہ رہے۔ حبسِ دم کرو اور حواس کو بیکار کر کے معینہ طریقوں پر مستقل طور سے قایم رہو۔ اسطرح کی ریاضتوں کے کرنے سے انسان مرتاض ہوجاتا ہے اُسکو ماضی و مستقبل اور پوشیدہ یا دور کی چیزوں کا علم ہونے لگتا ہے یہانتک کہ دوسرے لوگوں کے خیالات وخدشات بھی اُسکو معلوم ہوجاتے ہیں۔ اُسمیں ہوا کی سی سرعت پیدا ہوجاتی ہے۔ شیر کی مانند جری ہوجاتا ہے اور ہاتھی کی مثل قوی بنجاتا ہے وہ ہوا پر اُڑتا پانی پر چلتا اور پاتال لوک میں بآسانی چلا جاتا ہے۔ وہ طرفۃ العین میں کل کائنات کا حال جان لیتا ہے۔ سوائے اسکے خرقِ عادات وکشفِ حالات کے حصول کی غرض سے ایسے ایسے مجاہدات کاملہ وریاضات شاقہ کے قواعد بھی تعلیم کئے گئے ہیں جنسے وہ سرورِ موفور اور انبساط بے غایت کے باعث بہشت کے سے لطف اُٹھایا کرتا ہے۔

الغرض اس مسلک کا اعلےٰ مقصد یہ ہے کہ جبوقت تک انسان کو پرکرتی اور مادّی علّل و اسباب کا گیان نہیں ہوتا اُسوقت تک وہ دُکھہ درد سے چھٹکارہ پاکر موکش نہیں حاصل کرسکتا۔

ویدانت یا اُترا میمانسا — ویدانت دو لفظوں (شبدوں) ویدا اور انتا سے مرکب ہے۔ بیاکرن کے قاعدہ کے موافق اسمیں ورِیگھ سندھی واقع ہوئی ہے۔ اِسی واسطے اسکے معنی انتہائے وید کے ہیں۔ یہ وہ مسلک ہے جسپر چلنے سے انسان ایک ایسے عالم میں جا پہنچتا ہے جو ہمارے عالم سے بالکل ہی جدا اور نرالا ہی یہ وہ راہ ہے کہ جس نے اسمیں قدم رکھا اور روحانیت کے اثر سے بیخود ہوگیا۔ یہ وہ طریق ہے جسکا رہرو عالمِ مثال یا عالمِ ناسوت کی طرف پھر کبھی آنکھہ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔ یہ وہ راستہ ہی جسکا سالک تمام علائق سے قطعِ نظر کرکے صرف خدا ہی کا ہو رہتا ہے۔ یہ وہ جادہ ہے جسکا مسافر کسی طرح بھٹکتا ہی نہیں۔ یہ وہ مارگ ہے جسمیں ہر ساعت حیاتِ ابدی و سرورِ سرمدی کا لطف حاصل ہوتا ہے۔ اور یہ وہ منتہے ہے جسکا پیرو آنکھیں بند کئے سب کچھ دیکھتا ہے اور ہماری ہستی اُسکی نگاہ میں ایک بے بود ہستی معلوم ہوتی ہے۔ یہ ویدوں کے مدون بیاس جی کی جانب منسوب کیا جاتا ہے۔ اُسکے خاص اصول یہ ہیں "خدا زمین و زماں کا خالقِ برحق۔ علانیہ و پوشیدہ چیزوں کا جاننے والا اور دنیائے فانی کا نیست و نابود کرنے والا ہے۔ پیدائشِ خلق اُسکے فرمانِ واجب الاذعان کا ایک ادنےٰ شمّہ ہے۔ وہ دنیا کی فاعلی و مادّی دونوں حالتوں کا سبب ہی۔ کل اشیا انتہا پر پہنچکر اُسی پر منتہی ہوتی ہیں"۔ وہ "ذاتِ بحت" اور "روحِ مجرّد" ہے۔

ارواح کا ملا اُسی کے وجود کی شعاعیں ہیں۔ وہ اُس سے اِسطرح نکلتی ہیں جسطرح کسی شعلہ سے شرارے اور وہ پھر اُسی کی جانب رجعت کرجاتی ہیں۔

روح (خدا کے ایک جزو کی مثل) نامتناہی لازوال مدرک ذی شعور اور فطری ہی۔ وہ سریع السیر ہی گو قدرتی حالت اُسکی لایق سکون ہی۔

اُس کو قادر مطلق و خالق برحق نے کام کرنے کے لئے بنایا ہے۔
روح جسم کے زندان خانہ میں اسطرح بند ہے جسطرح کوئی شے غلاف کے اندر بند ہوتی ہے۔ یا یوں کہئے کہ چند غلافوں میں لپٹی ہوتی ہے۔ روح کی تین حالتیں ہیں پہلی حالت اُسکی قوتِ مدرکہ یا حواسِ خمسہ کو زیادہ کرتی ہے۔ دوسری حالت ارادہ کو ترقی دیتی ہے۔ تیسری حالت قوائے حسی کو بڑھاتی ہے۔ یہ تینوں حالتیں تناسخ کے تمام درجات میں شروع سے آخر تک روح کے ساتھ وابستہ رہتی ہیں جیح اس بے بود جسم کے نشوونما کا سبب خیال کیجاتی ہیں۔

چوتھا غلاف جسم کا کثیف و دبیز ہے۔

روح کی حالتیں باعتبار جسم کے یہ ہیں۔

بیداری کے وقت وہ مستعد و متحرک اور ایک اصلی و حقیقی صفت سے علاقہ رکھتی ہے۔ نیم خوابی کے وقت اُسپر ایک وہمی و مجازی کیفیت طاری ہوتی ہے۔ نوم شدید میں وہ ذاتِ الٰہی سے ہمقرین ہوتی ہے مگر اس سے واصل نہیں ہوتی۔ موت کے بعد وہ اس ظاہری چولہ سے نجات پاتی ہے۔ پھر وہ چاند میں جاتی ہے پھر وہ رقیق ہوجاتی ہے اور مینھ کی طرح برستی ہے۔ جسکو نباتات میں سے کوئی جذب کرلیتا ہے اور جب کوئی جانور اسکو کھالیتا ہے تو اُسکے جنین میں پرورش پاتی ہے۔

اِس آواگون کے بعد جسکی مدت اُسکے اعمال پر موقوف ہے وہ رستگاری حاصل کرتی ہے۔

نجات کے اقسام تین ہیں ایک کامل یعنی منزہ عن الجسم جسکے بعد روح برہما میں منجذب ہو جاتی ہے دوسرے جبکہ وہ برہما کے مقام پر فائز ہوتی ہے تیسری قسم بمقابلہ دونوں کے بہت مختصر ہے جسکی وجہ سے زندگی ہی میں وہ یزدانی قوتوں میں سے کچھ کچھ قوتیں حاصل کرلیتی ہے اور اُسکی یہی قوتیں سرور و نشاط کے لئے کارآمد سمجھی گئی ہیں مگر عمل کے لئے ناکافی ہیں یہ دو پچھلی قسم کی نجاتیں مُعیّن طریقوں میں قربانی اور غایتِ استغراق کے ذریعہ سے ممکن الحصول ہیں۔

یہ گروہ کرم ایزدی وقدرتِ سرمدی کے ناتمناہی ہونے اُسکے غفار ہونے اور دھرم کرم کے موثر ہونے اور اَور بہت سے چیدہ امور پر بحث کیا کرتا ہے دہرم کرم کی تاثیر کا بیان اس گروہ کی پرانی کتابوں میں نہیں ملتا۔ البتہ یہ ویدانتیوں کے اُس فریق کا مسئلہ ہے جو بھگوت گیتا پر چلتا ہے۔ اس مسلک والوں کا وہ گروہ جو قاعدہ کا بہت پابند ہے موکش کا ہونا محض فضلِ خدا پر منحصر جانتا ہے اور قدرتِ الہی کو اُن مسلسل اسباب کے ذریعہ سے جنکا بیان ہوچکا ہے محدود سمجھتا ہے۔

یہ بالبداہتہ ظاہر ہے کہ اِس گروہ والے مذکورۂ بالا فرقہ سے مادہ کی قدامت اور عالم کو حق تعالیٰ کی مرضی و قدرت کی طرف منسوب کرنے کے باعث بالکل اختلاف رکھتے ہیں لیکن ویدانت کی ابتدائی معلمین یہانتک کہ اُسکے یورپین مترجم (اُلتھا کار) بھی مادہ کے وجود میں آنیکے منکر ہیں منجملہ اُن کے ایک فرقہ کا عقیدہ ہے کہ ذاتِ باری تعالیٰ نے اپنے وجود میں سے مادہ کو پیدا کیا ہے اور وہ اُسکے ارادوں کی تکمیل کے بعد پھر اُسی میں ملجائیگا۔ اِس مادہ سے جو اس نہج پر پیدا ہوا تھا تمام کائنات کا ظہور ہوا اور اُسکو روحِ انسانی پر انواع انواع اثرات ڈالنے کے لئے اختیار دیا۔ دوسرے فرقہ کا عقیدہ ہی کہ خدا نے مادہ کو نہیں پیدا کیا نہ وہ موجود ہے بلکہ وہ بغیر کسی واسطہ کے روحِ انسانی پر مسلسل اثرات ڈالتا ہے جنکا وجود میں آنا پہلا فرقہ مادی دنیا کے ذریعہ سے خیال کرتا ہے۔ فریقِ اول یہ کہتا ہے کہ ہر شے خدا کے وجود سے موجود ہی۔ دوسرا قائل ہے کہ سوائے خدا کے کوئی شے موجود نہیں ہے۔ یہی آخری مسئلہ زمانۂ حال کے ویدانتیوں میں جاری ہی۔ اگرچہ غالباً اس فرقہ کے بانیوں اور قدما میں جاری نہ ہو۔

دونوں فرقوں کے لوگ اسپر متفق ہیں کہ جو اثر طبیعت میں پیدا ہوتا ہے وہ باقاعدہ و بترتیب پیدا ہوتا ہے۔ پس دنیا کو بے اصل جاننے والا فرقہ سبب اور اثر پر ٹھیک اُسیطرح بحث کرتا ہے جسطرح دنیا کو اصل ماننے والا فرقہ بحث کرتا ہے۔

دونوں ارادۂ الہی کے قائل ہیں اور نہیں خیال کرتے کہ مادہ کی خاصیت یا خدا کی صفات میں

کوئی ایسی بات بھی ہو جسکی وجہ سے اُسکا ارادہ محسوس ہو سکے۔

دونوں اسپر اتفاق رکھتے ہیں کہ روح خدا کی ذات کا ایک اعلےٰ جزو ہے اور پھر وہ اُسی ذات میں واصل ہو جائیگی۔ لیکن وہ یہ نہیں کہتے کہ وہ کسطرح خدا کی ذات سے الگ ہوئی خصوصاً وہ لوگ جو دنیا کو بے بنیاد سمجھتے ہیں اس بات کے بیان کرنے سے عاجز ہیں کہ جس صورت میں روح خدا تعالیٰ کے وجود کا ایک اصلی جز (یعنی) اُسکا عین ہے تو پھر اُسکو خدا تعالےٰ نے یہ یقین دلا کر کیوں دھوکے میں ڈالا کہ پھر وہ کیا چیز ہے؟ جو عالم کون و فساد کی تاثیرات سے متاثر ہوتی ہے۔

منطقی فرقہ یا نیائے دیشکا سمپردائے برہمن علم منطق کے بھی بڑے دلدادہ تھے اور بیشمار کتابیں اُنھوں نے اِس علم میں تحریر کی تھیں بعض اُن میں بڑے بڑے عالم اور مصنف گزرے ہیں یہی وجہ ہے کہ منطقیوں کے بہت سے فرقے پیدا ہو گئے تھے۔ لیکن کل فرقوں کے ماخذ گوتم اور کناد کے مذہب سمجھے جاتے ہیں۔ انہیں سے اول الذکر نے منطق الہیات پر آخر الذکر نے طبیعات یا حسی مضامین پر توجہ مبذول کی ہے۔ گو مذکور الصدر دونوں فرقے بعض بعض امور میں ایک دوسرے سے تباین کلی رکھتے ہیں پھر بھی عموماً اُن مطالب میں توافق کی نسبت رکھتے ہیں جنپر اُنھوں نے اپنے مباحثہ کی بنیاد قایم کی ہے۔ لہذا اس اعتبار سے اُن کو ایک ہی اصل کی دو ایسی فرع جاننا چاہئے جو باہم ایک دوسرے کے نقصان کو پورا کرتی ہیں۔

ارسطو کے منطقیانہ مسائل سے مشابہت جب اُس فرقہ کے مسائل کا مقابلہ جو ان دونوں کے اجتماع سے قایم ہوا ہے ارسطو کے مسائل سے کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ فرقہ تجنیس، ترکیب، اور ترتیب پر توجہ کرتی اور ایک بد اسلوب قضیہ پانچ مراتب کا جنمیں سے دو بالکل بیکار ہیں قایم کرنے میں ارسطو کے ساتھ بہت مشابہت رکھتا ہے۔

کناد کے فرقہ کی منطق میں اُن حالتوں کا شمار چھ ہے جنکا ترجمہ "مقولات (پدارتھ)" کیا گیا ہو یعنی صفت، حرکت، اجتماع، خصوصیت، اور اتحاد یا تعلق قلبی۔ بعض لوگ ساتویں حالت کو اور مستزاد کرتے ہیں

اور وہ مصیبت ہے۔ ارسطو کے نزدیک اول کی تین حالتیں حالتوں میں شمار ہوتی ہیں باقی کی حالتیں حالتوں میں شمار نہیں ہوتیں۔ اسکے سوا ارسطو نے اور جو سات حالتیں قرار دی ہیں وہ مشترک ہیں۔

جن مضامین پر ہندؤں کے دونوں فرقوں نے بحث کی ہے اکثر ان میں سے وہی ہیں جن پر ارسطو نے بحث کی ہے۔ مثلاً حواس، عناصر، روح اور اسکی مختلف قوتیں، زمانہ، خدا وغیرہ مگر بشتر مضامین جو ارسطو کے نزدیک اول درجہ کے ضروری ہیں ہندؤں سے رہ گئے ہیں۔

وہ مشہور تر تطابق جو ہندؤں اور یونانیوں میں پایا جاتا ہے یہ ہے کہ کل ہندوں کے فرقے حواس خمسہ پر ایک اندرونی حس کو (جسے وہ ارادہ کہتے ہیں) اور اضافہ کرتے ہیں جو باقی کے پانچوں حواسوں پر قبضہ رکھتی ہے۔ یہ ارسطو کے اس تسلیم شدہ حس سے جسکو وہ عام حس یا اندرونی حس کہتا ہے مطابقت تام رکھتی ہے۔

گوتم کے فرقے کا بموجب عام تجنیس **گوتم** کے فرقے کی تجنیس بمقابلہ کناد کے فرقے کے بہت زیادہ کامل اور قرین فہم ہے۔ اسکے کسیقدر نمونوں کا بیان اس تفصیل کو بخوبی خاطر نشین کردیگا جو یہ فرقہ اپنی تجنیس کی کرتا ہے۔

تقریری مراتب **تقریر** کے مراتب کی تقسیم اول سولہ عنوانوں یا درجوں میں کیگئی ہے (۱) دلیل (۲) وہ شے جو معلوم اور ثابت کیجائے (۳) شک (۴) علت (۵) مثال (۶) ثبتہ حقیقت (۷) ایک باقاعدہ تقریر یا قضیہ (۸) وہ تقریر جس سے بیہودہ پن ثابت کیا جائے (۹) تعیین یا تحقیق (۱۰) مقدمہ (۱۱) مناظرہ (۱۲) اعتراض (۱۳) دلیل فاسد (۱۴) انحراف (۱۵) تذلیل (۱۶) تردید۔

اس تقسیم کی جو تقسیم کیگئی ہے وہ زیادہ تر معقول و بالترتیب ہو۔

پہلا عنوان۔ دلیل **دلیل** کے چار اقسام ہیں۔ بدیہہ۔ نتیجہ۔ تقابل اور مقولہ (یا شہادت)

دلیل کے اقسام چہارگانہ میں سے نتیجہ تین طرح کا ہوتا ہے۔ ایک صغرے جسمیں علت سے

معلول معلوم ہوتا ہے۔ دوسرا کہ ہے جسمیں معلول سے علت دریافت ہوتی ہو تیسرا مماثل۔

دوسرا عنوان۔ جو اشیا معلوم و جو اشیا ثابت کیجاتی ہیں وہ بارہ ہیں۔ روح، جسم، آلاتِ حس، محسوسات، ثابت کی جائیں انکی تقسیم در تقسیم قوتِ مدرکہ، ارادہ، سرعت، خطا، تناسخ، اعمال کا ثمرہ، تکلیف موکش یعنی نجات۔

روح پہلی شے قابلِ اثبات روح ہے۔ اسکے خاصیت کی قوتوں اور اسکے وجود کے دلائل کا کامل طور پر بیان کیا گیا ہے۔ روح کی چودہ صفات ہیں۔ تعداد۔ مقدار۔ کثرت۔ وصل فصل۔ علم ادراک۔ رنج۔ راحت۔ خواہش۔ نفرت۔ ارادہ۔ لیاقت۔ نالیاقتی۔ اور قوتِ متخیلہ۔

جسم روح کے بعد دوسری ثابت ہونے والی شے جسم ہے۔ اسکی بحث اور تشریح زیادہ وضاحت سے کیگئی ہے مگر بعض باتیں جو علمِ طبیعات سے تعلق رکھتی ہیں اسیں شامل کردی گئی ہیں۔

آلاتِ حس اس کے بعد آلاتِ حس ہیں۔ انکا مخرج سانکھیا فرقے کے مثل معرفت کو نہیں قرار دیا ہے بلکہ اُسی فرقہ کے مثل آلات کو اندرونی چھٹے حس کے ساتھ شریک کردیا ہے لیکن پانچ آلاتِ حرکت کا فرق علیحدہ نہیں کیا گیا ہے۔ جنکے شمار سے سانکھیا فرقے نے حس کے گیارہ آلات قایم کئے ہیں۔

محسوسات دوسرے عنوان کی تقسیمِ ثانی میں محسوسات ہیں اور انکو اُن اصطلاحات میں شامل کیا ہے جنمیں کناد کے فرقے نے حالتوں کا شمار کیا ہے۔

منجملہ محسوسات کے اول نمبر شے کا ہے۔ اسکی نو قسمیں ہیں مٹی۔ پانی۔ روشنی۔ ہوا۔ آکاش کی نہایت لطیف ہوا۔ زمان۔ مکان۔ روح۔ اور ارادہ۔ انمیں سے ہر ایک کی صفات کو اچھی طرح تحقیق کیا گیا ہے۔ اسکے بعد دوسری حالت یعنی صفت کا ذکر کیا جاتا ہے۔ صفات تعداد میں چوبیس ہیں۔ سولہ جسمانی۔ جیسے رنگ، مزہ، بو، احساس، تعداد، مقدار، تجرد، وصل، فصل، تقدم، تاخر، ثقل، رقت، چسپیدگی، اور آواز۔ علاوہ انکے آٹھ روحانی ہیں۔ جیسے تکلیف، راحت، خواہش، نفرت، ارادہ، نیکی

بدہی اور استعداد۔ انمیں سے ہر ایک کی تحقیق بہت مفصل کیگئی ہو۔

علم ہیئت یا جوتش ہندؤں نے علم ہیئت کو اِس درجہ کمال پر پہنچایا تھا کہ موجودہ زمانہ میں بھی وہ وقعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اس علم کی قدامت دقیقہ شناس لوگوں کی دوربین نظروں میں ایک ایسا کرہ پیش کرتی ہے جسکو ہمارے کرہ سے کوئی نسبت ہی نہیں۔ اور ایک ایسے عالم کی سیر و مسرور کرتی ہو جہاں ہر طرف قدرت کی عجیب وغریب نیرنگیاں اپنا جلوہ نمایاں کر رہی ہیں۔

اسمیں شبہ نہیں کہ یوروپ کے فلک رفعت ہیئت دانوں نے اگرچہ نقطہ اولے کی بابت بہت کچھ بحث کی ہو مگر ابھی تک اسکا کوئی قابل اطمینان فیصلہ نہیں ہوا۔

کیسینی بیلی۔ اور پلے فر۔ وثوق کے ساتھ کہتے ہیں کہ وہ مشاہدات جو سنہ عیسوی سے ۳۰۰ برس پہلے مرآۃ خیال میں منعکس ہوئے تھے ابتک قایم وثابت ہیں۔ اور اس زمانہ کی ترقی کا کافی ثبوت ہیں۔

تمام ہیئت داں ہندو جوتشیوں کی تحقیقات کو قبولیت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ مگر اُس معمولی رفتار کی صحت جو انھوں نے آفتاب و ماہتاب کے متعلق قرار دی تھی بغیر کسی حجت و تکرار کے موجودہ تحقیقات کے مقابلہ سے دریافت ہوسکتی ہے مسٹر بنٹیلی جو ہندؤں کے دعاوی کے سخت مخالف ہیں اپنی سب سے آخری تصنیف میں تحریر کرتے ہیں کہ ہندوں نے منطقۃ البروج کی تقسیم ستائیس قمری منازل میں (جو بہت قدیم تحقیقات خیال کیجاتی ہے) سنہ عیسوی سے ۱۴۴۲ برس قبل کی تھی۔ پس اس قول سے ثابت ہوا کہ یہ تحقیقات ۱۵ ویں صدی میں پیشتر سنہ عیسوی کے ظہور میں آئی تھی۔

تقویم کی نسبت جوتش کا وہ قاعدہ جو ویدوں سے نکالا گیا تھا اُسکی بابت یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ وہ حضرت عیسلے سے پہلے چودھویں صدی میں مرتب ہوا تھا۔ اور پراسر علم ہیئت کا

اول مصنف جسکی تصانیف کے کچھ کچھ اجزا اڑے پڑے باقی رہ گئے ہیں تقریباً اسی زمانہ میں موجود تھا۔

وہ ترقی جو ہندوں نے ریاضی کی دوسری شاخوں میں کی تھی اسوقت تک بمقابلہ اُس ترقی کے جو ہیئت میں کیگئی ہے زیادہ حیرت خیز ہے۔ مسٹر بنٹیلی کی رائے کے مطابق "سوریہ سدھانتہ" جو سب سے اخیر زمانہ ۱۰۹۱ء میں لکھا گیا تھا لیکن عام طور پر ۵ ویں یا ۶ٹی صدی کا علمی کارنامہ قرار دیا ہے علم مثلث کے ایک قاعدہ پر مشتمل ہے جو نہ صرف یونانیوں ہی کے نزدیک ثابت نہیں تھا بلکہ اُن کل مثبتہ دعووں کو متزلزل حالت میں رکھتا ہے جنکا ۶ٹی صدی تک یوروپ میں نام و نشان بھی نہیں تھا۔

علم ہندسہ یا ریکھا گنت ہندوں نے علم ہندسہ کے متعلق جہاں تک تجربہ حاصل کیا تھا اور جسقدر سلیقہ اشکال ہندسیہ کے حل کرنیمیں بہم پہنچایا تھا وہ اُنکے مثلثوں کے متنوعہ ثبوتوں سے ہویدا ہے خصوصًا وہ اصول جن سے وہ ہر سہ ضلعوں کے معلوم ہونے پر کسی شئے کا رقبہ دریافت کرلیا کرتے تھے اُنھیں کا ایجاد تھا۔ اور یہ بات یوروپ کو اُسوقت تک نامعلوم تھی جب تک کلیوس نے (سولھویں صدی میں) اسکو شایع نہیں کیا تھا۔ علاوہ اسکے یوروپ اُن کے دائرہ کے محیط کی نسبت نصف قطر کی اُس مقدار کے علم سے بھی بے خبر تھا جسکو اُنھوں نے ایک وضع خاص سے بذریعہ استعمال ایک پیمانہ اور ایک اکائی کے نصف قطر اور دائرہ کے متعلق ظاہر کیا تھا۔ یہ مقدار جسکی تحقیق یوروپ نے اب نہایت جانکاہی سے کی ہے اِس سے پہلے ہندوستان کے باہر نامعلوم تھی۔

حساب یا انک گنت بھارت دیش کے رہنے والوں نے حساب میں بھی بجد و عد مشق حاصل کی تھی۔ یہ امر مسلم ہے کہ اُنھوں نے عشراتی قاعدہ (کسور عشاریہ) میں علامتیں ایجاد کی تھیں اور اس تحقیقِ انیق کے باعث جسنے اُنکو بے شمار نفع بخشا تھا علم الاعداد میں وہ یونانیوں سے فوقیت رکھتے تھے۔

جبر ومقابلہ یا بیج گنت معلوم ہوتا ہو کہ ہندو جبر ومقابلہ میں بھی تمام اقوام سے بڑھ چڑھ کر تھے۔ اِس علم میں برہم گپتا اور بھاشکر اچاریہ (جو ۶ ٹی اور ۱۲ ویں صدی میں ہوئے ہیں) کی کتابیں زیادہ قابلِ قدر ہیں مگر اِن دونوں لایق شخصوں نے آریہ بھٹ سے استفادہ کیا تھا جسکے زمانہ میں یہ علم اپنے اعلےٰ درجہ پر پہنچا ہوا تھا۔ گو صاف طور پر ۵ ویں صدی سے پہلے اِسکا پتہ نہیں چلتا مگر یہ بھی غیر ممکن نہیں خیال کیا جاتا کہ وہ قریب قریب ڈایوفین ٹس جبر ومقابلہ کے یونانی مصنّف کے زمانہ یعنی سنہ ۳۶۰ء میں شاید موجود تھا

اِس سے بحث نہیں کہ اِن دونوں میں سے کسکو تقدم کا فخر حاصل ہے۔ لیکن ہمیں بھی کلام نہیں کہ ہندو اپنے حریفوں پر اُس کوشش کی وجہ سے جسکو اُنھوں نے اس علم میں صرف کیا تحسین کے سزاوار ضرور ہیں۔ نہیں کچھ آریہ بھٹ ہی ڈایوفین ٹس پر فضیلت نہیں رکھتا (جیسا کہ اُسکے علم سے اُن مساواتوں کے حل کرنے میں جنمیں متعدد مجہول مقداریں شامل ہوں عمل کیا گیا تھا یا اوّل مرتبہ وہ طریقہ جو اوّل درجہ کے عام سوالات کے حل کرنے میں بتا گیا تھا منکشف ہوتا ہے) بلکہ وہ اور اُسکے جانشین بھی اُن جبر ومقابلہ جاننے والوں پر جنکی تحقیقات ایک ضغطہ کی حالت میں پڑی ہوئی تھی اور جو ہمارے زمانہ کے قریب پیدا ہوئے تھے ممتاز تصور کئے جاتے تھے۔ نہیں نہیں صرف آریہ بھٹ ہی جبر ومقابلہ کا موجد نہیں سمجھا جاتا ہے بلکہ اسباب کے یقین کرنے کے لئے بھی کافی وجوہ ہیں کہ اُسکے زمانہ میں ہی یہ علم اپنے انتہائی نقطہ پر پہنچ گیا تھا۔

طب یا ویدک اِس فن کے سب سے اول مصنّف چرک اور سشرت ہوئے ہیں اُنکی واقفیت فنِ طب میں نہایت مفید و وسیع تسلیم کیجاتی ہے۔ اُنکا کیمیائی تجربہ بہت کچھ تعجب میں ڈالتا ہی۔ وہ خوب جانتے تھے کہ کیونکر گندھک اور شورہ کا تیزاب تیار ہوتا ہے۔ وہ اَور اَور اقسام کے مرکبات سے بھی ماہر تھے یہی وہ قوم تھی جسنے کشتوں کی ایجاد میں اپنے آپ کو مٹا دیا تھا۔ وہ اپنی معالجات میں اکثر شنجرف کا بھی استعمال کرتے تھے۔ اُن کی جرّاحی بھی ویسی ہی عجیب ہے جیسی اُنکی طب عجیب ہے خصوصًا جبکہ

یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ علم تشریح سے محض بے بہرہ تھے تو اور بھی تعجب بالائے تعجب ہوتا ہے اُنکی ابتدائی تصانیف میں ۱۲۷ قسم کے جراحی آلات سے کم نہیں مذکور ہوئے ہیں۔ وہ اپنی طب میں نجوم اور سحر سے بھی مدد لیا کرتے تھے اور سیاروں کی مخصوص منازل کا لحاظ رکھکر علاج کیا کرتے تھے۔ اسلامی تاریخوں سے تحقیق ہوا ہے کہ خلیفہ ہارون الرشید کے دربار میں دو ہندی طبیب صالح اور منکہ نامی حاضر تھے جنکی اعانت سے مسلمانوں نے اپنی علمی پیاس بجھانے کی غرض سے سنسکرت کی بعض کتابوں کا عربی میں ترجمہ کیا تھا۔

علم تاریخ یا کالئی پُورن وِدیا ہندو ایک کامل دورہ کی مدت یعنی دنیا کی پیدائش سے فنا ہونے تک کے زمانہ کو کلپ کہتے ہیں۔ اِسکا دوسرا نام مہاسنسر بھاگ بھی ہے۔ کلپ کی تعداد چار ارب بتیس کروڑ بتائی گئی ہو اسکی تقسیم یوں کیگئی ہے کہ اکہتر چترگی کا ایک منونتر ہوتا ہے۔ اُسکے آخر میں ایک ست یُگ کی برابر سندھی ہوتی ہے پھر مع سندھی کے ایسے ہی ایسے چودہ منونتر شمار کئے جاتے ہیں اور ست یگ سا ذیکلپ کے شروع میں پندرہ سندھی کہی جاتی ہیں پس اسطرح ہزار مہایگ تک دنیا قایم رہتی ہے۔ یہ برہما کا ایک دن سمجھا جاتا ہے اور اسی کا نام کلپ ہو۔ اسی کی برابر رات بھی سمجھنا چاہئے۔!!! اِس شمار سے واضح ولایح ہوا کہ وید کے رشیوں نے چودہ حصے اور اپنی اصطلاح میں چودہ منونتر قرار دئے ہیں پھر ان چودہ منونتروں میں سے ہر ایک منونتر کے اکہتر ٹکڑے کئے ہیں جنکا بیان ذیل میں کیا جاتا ہے۔

ہندوں کے یہاں یگوں کی تعداد بلحاظ سال کے مقرر کیگئی ہو۔ اول ست یگ یہ سترہ لاکھ اٹھائیس ہزار برس کا ہوتا ہے۔ دوسرا ترتیا یگ بارہ لاکھ چھیانوے ہزار برس کا۔ تیسرا دواپر یگ آٹھ لاکھ چونسٹھ ہزار کا۔ چوتھا کل یگ چار لاکھ بتیس ہزار برس کا۔ غرضکہ چترگی مہایگ کی میزان تینتالیس لاکھ بیس ہزار برس کی محسوب ہوتی ہے۔ پھر اکہتر چترگی یا ایک منونتر کے تیس کرور سٹھ لاکھ بیس ہزار برس

مقرر ہیں۔ پھر چودہ منونتر یا دو مہایگ کے چار ارب اُنتیس کرور سٹھ لاکھ بیس ہزار برس ہوتے ہیں۔ منونتروں کے بیچ میں جو سندھی ہوتی ہے اُسکے دو کرور اُنسٹھ لاکھ بیس ہزار برس شمار میں آتے ہیں پھر ۶ مہایگ مانے گئے ہیں برابر ایک کلپ یا سہسر بھاگ یا ایک برہم دن کے جو چار ارب بتیس کرور برس کا قرار دیا گیا ہے !!!

اب یہ بتایا جاتا ہے کہ اس مرتبہ دنیا کو پیدا ہوئے کسقدر عرصہ گزرا۔ سو واضح رہے کہ اس مرتبہ دنیا کو پیدا ہوئے چودہ منونتروں میں سے جنکا نام آگے چلکر بتایا جائیگا صرف چھ منونتر گزرے ہیں اور یہ ساتواں (ویوسوت) منونتر گزر رہا ہے اِن چودہ منونتروں کے نام یہ ہیں۔ سوایمبھو، سوارچش، اُتم، تامس، ریوت، چاکشش، ویوسوت، ساورنی، دکش ساورنی، برہم ساورنی، دھرم ساورنی، رودر ساورنی، دیوساورنی، چندر ساورنی، یہ ساتواں ویوسوت منونتر ہے جسکا اٹھائیسواں کل جگ اب موجود ہے۔ علاوہ ازیں کلجگ کے چار چرن یعنی چار حصے ہیں جنمیں سے یہ پہلا حصہ گزر رہا ہے۔ کلجگ کی تعداد چار لاکھ بتیس ہزار برس رکھی گئی ہے پس یہ پہلا چوتھائی حصہ ہے جسمیں سے ۵۰۰۹ سال منقضی ہو چکے ہیں اور ابھی ایک لاکھ دو ہزار نو سو اکیانوے برس باقی ہیں اسکے تمام ہونے پر دوسرا چرن شروع ہوگا۔ مختصر یہ کہ ہندوؤں کے حساب سے زمین کی پیدایش کو ایک ارب ۵۷ کرور ۲ لاکھ ۵۳ ہزار چھیاسٹھ سال پورے ہوئے ہیں !!!

پرانوں کے ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ ہندوستان میں قدیم زمانہ سے دو برابر کے سلسلے یعنی سورج بنسی اور چندر بنسی اجودھیا اور گنگا جمنا کی سرزمین میں جدا جدا راج کرتے چلے آتے تھے۔ پھر مہابھارت کے خاتمہ پر سہدیو مگدھ کا راجہ ہوا اُس سے پنتیسویں پشت میں اجاتسترو نے راج کیا۔ اسی زمانہ میں ساکھیا یا گوتم بدھ مذہب کے بانی اس قالبِ عنصری میں اپنے کرشمے دکھا رہے تھے اجاتسترو سے چھٹا راجہ نندا مسندِ حکومت پر بیٹھا۔ اس سے نواں راجہ چندر گپت ہوا اور اسکے بعد تیسرا راجہ اسوک گزرا۔ یہ راجہ بدھ مذہب کا بہت بڑا حامی تھا اسکی شہرت تمام ملکوں میں پھیلی ہوئی تھی۔ اِن خاندانوں کے ختم ہونے پر

اندھرا خاندان نے حکومت کا رنگ جمایا پھر گپتا خاندان مگدھ میں قایم ہوا اور اسیطرح رفتہ رفتہ ہندو راج پاٹ کا خاتمہ ہو گیا۔

علم جغرافیہ یا بھوگول ودیا ہندوں نے بہ نسبت اور علوم کے جغرافیہ میں بہت کم ترقی کی تھی جس حدتک وہ ریاضی اور فلسفہ میں بڑھے ہوئے تھے اسی حدتک وہ جغرافیہ میں گھٹے ہوئے تھے اُن کے نظام ارضی کی رُو سے میرو کا پہاڑ گویا دنیا کے مرکز پر واقع ہے یہ ایک مخروطی شکل کا بلند پہاڑ کہا جاتا ہے اُس کے اطراف قیمتی پتھروں سے تعبیہ کیے ہوئے ہیں اسکی چوٹی پر زمین کی بہشت بنی ہے یہ ہندوستان کے شمال میں اونچے اونچے پہاڑوں کے نزدیک بیان کیا جاتا ہے لیکن یہ اُن پہاڑوں کے سلسلہ کا کوئی حصہ نہیں ہے نہ اُن لوگوں کے تصور میں جو دیوتاؤں کے علم سے واقف تھے اُسکا خارجی وجود محسوس ہوتا تھا۔ یہ زمین کے سات ہم مرکز منطقوں یا محیطوں سے گھرا ہوا ہے جو سات سمندروں کے ذریعہ سے تقسیم ہوئے ہیں۔

اِن منطقوں یا دائروں کا سب سے اندرونی منطقہ جمبو دیپ کہلاتا ہے جو شامل ہی ہندوستان کو اور آب شور کے سمندر سے محصور ہے۔

باقی کے چھ منطقے دودھ۔ شراب۔ رس وغیرہ سمندروں کے باعث ایک دوسرے سے جدا ہیں۔

جمبو دیپ کا نام کبھی تو ہندوستان ہی سے منسوب کیا جاتا ہے اور کبھی وہ بھارت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

ہندوں کی قدیم کتابوں میں ہندوستان کی قسمتیں بھی جو از روئے جغرافیہ کی گئی ہیں پائی جاتی ہیں اور اُس کے شہروں اور پہاڑوں اور دریاؤں کی فہرستیں بھی موجود ہیں اگرچہ اُن کی ترتیب غیر مربوط و نادرست ہے تاہم اُس سے اکثر زمانۂ حال کے مشہور شہروں اور قدرتی بناوٹوں کا پتہ چلسکتا ہے

لیکن اُن کے جغرافیہ میں ہندوستان کے اُدھر ایسا اندھیرا چھایا ہوا ہے جسکی وجہ سے موجودہ زمانہ کے جغرافیہ داں ہر طرف ٹٹولتے پھرتے ہیں اور کچھ نہیں معلوم ہوتا۔

فنونِ نفیسہ

مصوری یا چتر وِدیا — ہندوؤں نے تصویر کشی میں کچھ زیادہ صنعت گری نہیں دکھائی نہ ایسی موشگافیاں کیں کہ کسی تصویر کے عکس یا سایہ کو نمایاں طور پر ظاہر کیا ہو۔

سنگ تراشی یا تاکشتیکرم — ایک ایسی قوم میں جسکا مسلک بت پرستی ہو اس فن کے تمام لوازم کا پایا جانا چنداں موجب حیرت نہیں ہے۔ اور نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اُسکی عمدگی میں کوئی کسر باقی رہگئی ہوگی جہاں تک نظر ڈالی جاتی ہے اُن بیشمار مورتوں کے علاوہ جو مندروں میں رکھی ہوئی ہیں اکثر جگہ گپھاؤں اور مندروں میں بھی کھود کھود کر مورتیں بنائی گئی ہیں اور اسطرح سے بنائی گئی ہیں کہ اُبھری ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔ اگرچہ ہندوؤں نے صورت و شکل میں حسن و جمال اور سج دھج کے نمونے دکھانے کی غرض سے اچھا اظہارِ فن کیا ہے تاہم اُن کے فن سے علمِ تشریح کی صناعیاں نمودار نہیں ہوتیں۔

عمارت یا گریہنرماں وِدیا — وہ بے انتہا عمارتیں جنکو ہندوؤں نے تعمیر کیا ہے اِس بات کی گویا ما دی شہادت ہیں کہ وہ فنِ مذکور میں کامل دستگاہ رکھتے تھے اگر اُن کی کتابوں پر اعتبار کیا جائے جنکے بوسیدہ اجزا ابھی تک زمانہ کی دستبرد سے بچ رہے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ ابتدا ہی سے اِس کام میں مہارت رکھتے تھے۔ وہ فنِ معماری کے اصول خوب سمجھتے تھے اور متعدد قواعد اُن سے اخذ کئے تھے۔

اُن کی عمارتوں سے پیلپاؤں کی صورتیں، مقادیر مکانوں کی بنائیں، اور کرسیاں، ستونوں کی شکلیں، انکے بالائی حصے اور کارنسوں کی بناوٹیں بھی دکھائی دیتی ہیں۔ اور یہ بھی قیاس کیا جا سکتا ہے کہ بعض حالتوں میں ہندو چونسٹھ تک بناؤں اور کرسیوں کے اقسام کام میں لاتے تھے۔ اُنکے

یہاں معماری کے قواعد مقرر نہیں تھے لیکن پھر بھی ایک ستون کی بلندی چھ سے دس قطر تک بدل سکتی ہے اور اُسکے حصے یا مناسبات گو بالائی حصوں اور درمیانی حصوں کے ہوبہو نہوں تاہم وہ اُس زمانہ کے حسب حال ضرور تھے۔

عموماً دیکھا گیا ہے کہ جنوب میں منار کئی کئی منزل کے ہوتے ہیں۔ ہر ایک منزل بہ نسبت نیچے کی منزل کے تنگ رکھی جاتی ہے اور گوداوری کے شمال میں بیشتر وہ اوپر کی طرف مخروطی شکل کے ہوتے ہیں۔ عبادت خانہ یا شوالہ ہمیشہ چھوٹا رکھا جاتا ہے جو قریب قریب شش پہل قطع کا ایک حجرہ ہوا کرتا ہے اسمیں صرف ایک مختصر دروازہ بنایا جاتا ہے جسکے ذریعہ سے بدقت روشنی پہنچتی ہے اسکے پاس ہی پوجا کرنے والا اپنا چڑھاوا چڑھاتا اور ہاتھ جوڑ کر ڈھوک دیتا ہے۔ اسکی دیواریں اکثر نقش و نگار سے لسی ہوتی ہیں اور دیوتاؤں کی لڑائیوں کی تصویریں اور اور دوسری طرح کی شکلیں بنی ہوتی ہیں۔

ہندوؤں کی معمارانہ صناعی میں شاید تالاب سب سے عمدہ صنعت کی چیز ہیں یہ دو قسم کے ہوتے ہیں ایک تو وہ جو زمین کھود کر بنائے جاتے ہیں دوسرے وہ جو پانی روک کر بندھ کی وضع پر تیار کیے جاتے ہیں۔ کھدے ہوئے تالاب اکثر آبادی کے نزدیک نہانے کے لئے ہوا کرتے ہیں مگر آبپاشی بھی اُن سے کیجاتی ہے اور بندھوں سے صرف آخری کام لیا جاتا ہے

ہندوؤں کی عمارتوں میں باولیاں بھی عجیب طرز کی عمارت ہیں یہ بہت عمیق اور گہری ہوتی ہیں اور انکے چاروں طرف دالان بنے ہوتے ہیں اور سیڑھیوں کا سلسلہ اوپر سے نیچے تک چلا جاتا ہے پُل بھی اُن کی نہایت شاندار عمارت ہیں جو پتھر کے ستونوں پر کھڑے ہوتے ہیں یہ بیشتر محراب دار ہوا کرتے ہیں اور بعض بغیر محراب کے بھی ہوتے ہیں۔

پارچہ بافی یا تننولائے ہندوستان کی صنعت (شلپ) میں روئی کا کپڑا بھی نفیس چیز ہے۔ اِس کی خوبصورتی اور ملاحت کی مدت سے قدر کی جاتی ہے اور اُسکی ترکیب یا ساخت کی نفاست کو کوئی

ملک نہیں پہنچتا۔ یہاں کی ریشمی صنعت گری بھی ندرت سے خالی نہیں اور ایک عرصۂ دراز سے یہاں کے لوگ اِس سے واقف ہیں۔ سنہری اور روپہلی کمخاب بھی اعلیٰ درجہ کا بنتا ہے اور غالباً یہ ہندوستان کی قدیم صنعت خیال کیجاتی ہے۔

رنگسازی یا رنجن ہندؤں کے رنگوں کی آب و تاب اور چمک دمک بھی شہرۂ آفاق ہے۔

زرگری یا سُورن کارتو اُن کا مذاق زرگری کے کام میں بھی بہت بڑھا ہوا ہے اُن کے خوشنما زیور ساد کاری کے کام سے مزیّن ہوتے ہیں۔

تجارت یا ویپار اگرچہ ٹھیک طور پر پتہ نہیں چلتا کہ ہندؤں نے تجارت کو کس حد تک فروغ دیا تھا مگر اسقدر کہا جاسکتا ہے کہ اِن کی سوداگری جاوا تک محدود تھی چنانچہ بالی جو ایک جزیرہ جاوا کے متصل ہے ابھی تک ہندؤں سے آباد نظر آتا ہے۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندو فنِ جہازرانی سے محض ناآشنا تھے۔ کیونکہ غیر ملک والوں کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُن کی تجارت ملیبار سے آگے نہیں بڑھی تھی یہی سبب ہے کہ آج بھی ہندو بحری تجارت اور فنِ جہازرانی سے ناواقف ہیں

موسیقی یا سنگیت بھرت کھنڈ کا فنِ موسیقی شاید سب جگہ سے زیادہ دلکش اور پُراثر مانا جاتا ہے۔ اگرچہ فنِ مذکور کی صحیح تاریخ کا نشان ملنا نہایت دشوار ہے۔ لیکن ہندؤں کی قومی روایات سے برھما جی اسکے موجد اور مہادیو جی اور نارد مُنی اِسکے رواج دینے والے معلوم ہوتے ہیں ہندو چونکہ ہر واقعہ کو مذہبی عقیدتمندی سے دیکھنا پسند کرتے ہیں اسلئے یہ روایت بیان کیجاتی ہے کہ قدیم زمانہ میں بڑے بڑے رشی جو اس فن کے مسلم الثبوت اُستاد مانے جاتے تھے فقط دیوتاؤں کے رجھانے کو گایا کرتے تھے مگر وثوق کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ اُس زمانہ میں گانے کا ڈھنگ کیا تھا تاہم اتنا ضرور کہا جاسکتا ہے کہ اُس عہد کے ماہرینِ فن یکتا اور کامل ہوتے ہوں گے اور جو چیز گاتے ہوں گے وہ اثر سے خالی نہیں ہوتی ہوگی۔

غیر ملک والے بھی موسیقی کی قدامت کے قائل ہیں اور اسکے ثبوت میں مختلف اقوال پیش کرتے ہیں چنانچہ امام فخر الدین رازیؒ نے اسکو فیثا غورث کی جانب منسوب کیا ہے اور بعض نے حضرت داؤدؑ کی طرف۔ علاوہ اِن کے اور روایات بھی پائی جاتی ہیں مگر ہمیں شبہ نہیں کہ یہ فن بہت قدیم اور موثر علی الوجدان فن ہے۔

محققین نے جہاں حکمتِ نظری کی تین قسمیں یعنی علم ما بعد الطبیعۃ ریاضی اور طبعی کی ہیں اور پھر ریاضی کے چار اقسام قرار دئے ہیں وہاں موسیقی کو بھی ریاضی کی ایک قسم قرار دیا ہے۔ مگر ہندوؤں میں اس فن نے غایت درجہ کا تقدس حاصل کیا ہے اُن کے یہاں ایک خاص آسمانی طائفہ گانے والوں کا فرض کیا گیا ہے۔ یہ خیالی مخلوق نیم دیوتاؤں کی سی حیثیت رکھتی ہے اور گندھرب کے نام سے پکاری جاتی ہے ہندوؤں میں اسوقت بھی اکثر سنگیت کے جاننے والے پنڈت اور گشائیں موجود ہیں۔

سنگیت کے پرچین گرنتھ اکثر تو تلف ہوگئے اور جو اتفاقیہ باقی رہگئے ہیں وہ کہیں کہیں سنسکرت زبان میں پائے جاتے ہیں مگر ناقدریِ فن کے سبب گمنامی کے صندوقوں میں بند پڑے ہیں۔

اسیواسطے فن مذکور کی نہ تو کوئی باقاعدہ ترتیب عمل میں آئی اور نہ اختلافات ہی رفع ہوئے وہی پرانے مت جو ابتدا میں رائج تھے کم و بیش رائج ہیں گو پچھلے زمانہ میں ایک نئی راگ مالا مرتب ہوئی تھی اور متفرق طور پر راگنیاں ترکیب دیگئی تھیں لیکن پھر بھی بہت سے نقصانات موجود رہگئے جنکی وجہ سے یہ فن اس عصر میں علوم و فنون کے مہذب جلسوں میں باوقعت جگہ نہیں پاسکتا۔ البتہ بنگال میں اب اسکی طرف کچھ توجہ مصروف ہو چلی ہے۔

ہندوستان کے فن موسیقی میں چھ راگ اور چھتیس راگنیاں قرار دی گئی ہیں راگوں کی شکلیں مردوں کی مانند ہیں اور راگنیوں کی عورتوں کی مانند۔ شاید اس تذکیر و تانیث کا یہ سبب ہو گا کہ جسطرح تمام قدیم قومیں اپنے عندیہ میں ہر شے کا ایک رب النوع قرار دے لیا کرتی تھیں اسیطرح ہندوؤں

(مگر ہندوں سے قدیم اور کون ہوسکتا ہے) نے بھی جنکی خوش اعتقادی بغیر دیوتاؤں اور دیویوں کے قدم اُٹھانا کفر سمجھتی ہے باعتبار اثر و کیفیت اور موسم و وقت کے راگ اور راگنیوں کے سروپ مرد و عورت کے سے قرار دے لئے تھے اور چونکہ وہ اہمہ خلاّق ہے اسلئے جسوقت اِس فن کے اُستادانِ کامل کسی راگ یا راگنی کو گاتے ہوں گے اُسوقت ممکن ہے کہ اُنکا تصور اُسکی مقررہ صورت اُن کے پیش نظر کردیتا ہوگا مگر افسوس! فی زمانا ایسے گانے والے مفقود ہیں۔

موجدِ فنِ موسیقی نے اول سات سُر قایم کئے جنکے نام یہ ہیں۔ ۱۔کھرج ۲۔رکھب ۳۔گندھار ۴۔مدھم ۵۔پنچم ۶۔دھیوت ۷۔نکھاد۔ انھیں سات سُروں کی بنا پر سرگم ترتیب دی جسکو اس فن کی ابجد کہنا چاہئے پھر چھ راگ بنائے اُن کے نام یہ ہیں۔ ۱۔بھیروں ۲ مالکوس ۳ ہنڈول ۴۔سری ۵۔دیپک ۶ میگھ اور ہر راگ سے چھ چھ راگنیاں منسوب کیں اسکے بعد راگ اور راگنیوں کے موسم اور اوقات مقرر کئے۔

چونکہ موسیقی کا موضوع آواز ہے اسواسطے جب تک اُسکو حلق سے ادا نہ کیا جائے گانا نہیں آتا۔ البتہ سنتے سنتے کسیقدر واقفیت پیدا ہوجاتی ہے اور اِسطرح ایک ناواقف شخص کچھ کچھ رس لینے لگتا ہے۔

ہندوؤں نے باجوں کی ایجاد میں بھی بہت کچھ ذہانت صرف کی تھی مگر اُن کے تمام باجوں میں بین سے بہتر کوئی باجہ نہیں ہے۔

پہلے کہیں بیان کیا گیا ہے کہ ویدانتیوں کا ایک فریق جو بھگوت گیتا پر چلتا ہے دھرم کرم کا پابند ہے اسلئے ذیل میں بھگوت گیتا کا خلاصہ جسکو ہندو تصوف یا فلسفۂ الٰہی کی اعلےٰ کتاب سمجھتے ہیں درج کیا جاتا ہے۔

سری کرشن جی اور اُنکے رفیقِ طریق ارجن کی گفتگو (سمباد)

شری بھگوت گیتا کا خلاصہ جبکہ کرکشیتر کے پُرفضا میدان میں کورو اور پانڈوں کے مبارز اسلحۂ جنگ سے آراستہ پیراستہ ہوکے صف باندھے لڑنے پر تُلے کھڑے تھے اُسوقت ارجن نے اپنے باوقار دوست (سکھا) سری

کرشن سے کہا کہ میرا رتھ دونوں لشکروں کے بیچ میں لیچلو تاکہ لڑائی کی ساری کیفیت اچھی طرح نظر آ لے یہ درخواست فوراً منظور کیگئی جسوقت ارجن نے دونوں طرف کے دلیروں کو دیکھا تو بیساختہ کہہ اُٹھا کہ لے کرشن! یہ سب میرے عزیز واقارب ہیں میں کیونکر ان سے لڑسکتا ہوں؟ یہ مثل میرے ہاتھ پانوں کے ہیں بھلا کسی نے بھی اپنے ہاتھ پانوں کو اذیت دی ہی؟ یہ سب میرے اعوان والنصار ہیں بھلا کوئی شخص بھی ایسے لوگوں سے لڑنا پسند کرتا ہے؟ اِس حالت کو دیکھ دیکھکر میرے ہونٹھ سوکھے جاتے ہیں میرا دم فنا ہوا جاتا ہے سارا بدن خوف کے مارے کانپ رہا ہے۔ رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ دھنش (کمان) ہاتھ سے چھوٹی جاتی ہے۔ مجھ میں اب کھڑے رہنے کی تاب وطاقت نہیں۔ سر کو گردش ہے دل اندر ہی اندر دھڑک رہا ہے شگون بد نظر آتے ہیں۔ آہ! میں انکو قتل کرکے کیا پھل پاؤں گا؟ نہیں مجکو فتح درکار نہیں مجکو کشور کشائی کی ہوس نہیں مجکو عیش وطرب کی آرزو نہیں مجکو لاؤ لشکر کی ضرورت نہیں۔ افسوس! جب یہی نرہے تو میں بادشاہت لیکر کیا کرونگا؟ اور جب بادشاہت نہیں تو جینے کا مزہ نہیں! آہ! میں کیا کر رہا ہوں؟ اور کن لوگوں کی ہلاکت پر آمادہ ہوں؟ ان لوگوں میں کوئی کسی کا باپ ہی تو کوئی کسی کا بیٹا ہے کوئی کسی کا دادا ہے تو کوئی کسی کا پوتا ہی کوئی کسی کا اُستاد ہی تو کوئی کسی کا شاگرد ہے۔ غرضکہ جتنے ہیں سب کو باہم ایک دوسرے سے کوئی تعلق ضرور ہے نہیں میں انپر ہرگز ہاتھ نہیں اُٹھاؤں گا نہیں اگر مجکو دوسری دنیا کی بادشاہت بھی ملے جب بھی میں انپر ہاتھ نہیں اُٹھاؤنگا چاہے یہ مجکو مار ہی کیوں نہ ڈالیں یہ کہکر اُس راست کیش نے کمان ہاتھ سے پھینکدی اور سری کرشن جی کی طرف مخاطب ہوکے بولا۔ اے کرشن! میں آپ سے رجوع لایا ہوں۔ میں بطور کشش کے درخواست کرتا ہوں کہ اب مجکو کیا کرنا چاہئے؟

یہ ارجن کے وہ سچے اور اصلی خیالات تھے جو ایسی حالت میں ایک نیک دل انسان کی طبیعت میں گزرا کرتے ہیں۔ مگر سری کرشن جی نے جس طرز سے اِن خیالات کو رفع کیا وہ ایسا نہیں تھا کہ ارجن کے ذہن میں پھر کوئی وسوسہ جائے گیر رہتا۔ اُنھوں نے فرمایا کہ اے ارجن! کیا تم ایسے لوگوں کا غم کرتے ہو جو کسیطرح

اسکے سزاوار نہیں؟ اس قسم کی تقریر مردانِ کارزار اور صاحبانِ فہم وذکا سے بہت بعید ہے۔ عارفانِ اسرار
قدرت نہ زندہ رہنے کا غم کرتے ہیں نہ مرنے کا افسوس۔ دیکھو! اس سے پہلے نہ میری ہستی تھی نہ تمہاری۔ روح
ایک غیر فانی شے ہے۔ تغیر اگر ہے تو صرف اس جسم کو ہے جو مٹی میں ملکر نیست و نابود ہوجائیگا۔ روح نہ کسی کو
ہلاک کرتی ہے نہ خود ہلاک ہوتی ہے۔ نہ مرتی ہے نہ پیدا ہوتی ہے۔ حوادث کا اثر فقط جسم تک ہی محدود رہتا
ہے۔ گرمی سردی سے محض جسم ہی متاثر ہوتا ہے۔ روح ان سب بکھیڑوں سے آزاد ہے۔ موت کا ایک
نہ ایک روز مقرر ہے نیکی و بدی انسان کے لئے مقدر ہو چکی ہیں۔ زمانہ ایک منوال پر قایم نہیں رہتا
اگر ایسا ہوتا تو کبھی باپ کی جگہ بیٹا نہ بیٹھتا۔ پس جبکہ روح غیر فانی ہے تو فنا ہونے کا خیال بالکل عبث
ہے۔ تم کیا ہو جو کسی کو مارو گے یا اپنے ارادہ سے میدانِ مصاف میں بخوشی خاطر قدم رکھوگے؟"

یہ وہ اصول ہیں جن پر سری کرشن جی نے اپنے فلسفہ کا نہایت خوشنما عالیشان محل تعمیر کیا تھا۔

وہ فرماتے ہیں "اے ارجن! حق بیں واسرار جو لوگ خوب جانتے ہیں کہ آفریدگار عالم کی ذات حی
لایموت اور دایم و قایم ذات ہے۔ ماسوا اُسکے اور جو کچھ ہے وہ فانی و متغیر ہے بلکہ ہر شئے آناً فاناً فنا کے
ہاتھ سے عدم کو روانہ ہے۔ اِس عالمِ مثال یا عالمِ ناسوت کے اُسطرف ایک اور عالم ہے جو غیر متغیر،
لازوال، مستقل، پایدار اور ابدالآباد تک ایک حالت پر رہنے والا ہے۔ عالمِ مثال کی کیفیت سراسر حباب
کی مانند ہے جسکو نہ کوئی ثبات ہے نہ استحکام جسکو نہ قیام ہے نہ استقلال جسکا حدوث بداہتہً مرئی
ہو رہا ہے کیونکہ مقید مطلق نہیں ہو سکتا عرض جوہر نہیں بن سکتا فنا پر بقا کا اطلاق خلافِ امکان ہے خوب
سمجھ لو! دنیا کوئی طولانی چیز نہیں اسکا ایک سرا ازل اور دوسرا ابد سے ملا ہوا ہے۔ گویا دو نقطوں کے
درمیان ایک خط کھنچا ہے۔ بقا اگر ہے تو روح ہی کو ہے۔ پس دنیوی افعال حقیقت میں بے بود تبدلات
ہیں۔ اُن کا اثر روح یا عالمِ برزخ پر کیونکر پڑ سکتا ہے۔ روح وہ ہے جو نہ آگ سے جلتی ہے نہ پانی سے
گلتی ہے۔ اگر روح کو فنا عارض ہوتی تو کشت و خون سے احتراز ضروری تھا۔ اور جب فنا نہیں تو پھر

کیا خطر ہے تمہارا فعل اُس عجیب وغریب عالم کے واسطے نہ کسی نوع کا نفع پہنچا سکتا ہے نہ ضرر۔ تمکو رنج
کا احساس اسلئے ہوتا ہے کہ تمھارا اعتقاد یہ ہے کہ اس عالمِ مثال کے افعال شاید عالمِ برزخ پر کچھ اثر
کرینگے مگر تمہارا خیال و اعتقاد محض بیکار و فضول ہے بہرحال یہ تمھاری ہستی سراسر ایک سراب
کی ہستی ہے اور تم اُسکو چشمۂ جاوید سمجھ رہے ہو!"

وہ فرماتے ہیں "جسکا دل خود بینی کے فریب سے ما و من میں گرفتار ہے وہ خود کو ہی ہر فعل
کا فاعل اور ہر کام کا کرنے والا سمجھتا ہے مگر نہیں جانتا کہ ہر کام حالت کے اعتبار سے قدرتی خاصیتوں
کے سبب انجام پاتا ہے کیونکہ عالمِ کون و فساد عالمِ قدس سے وابستہ ہیں لیے اُن اجس کام کو
مغالطہ (مایا) کی جہت سے نہیں کرنا چاہتے وہ خود بخود بے قصد کرنے لگو گے ہر متنفس کے دل میں
مالکِ حقیقی اپنا جلوہ دکھا رہا ہے اور وہی اپنی قدرتِ کاملہ و حکمتِ بالغہ سے اُسکو ساعتہً فساعتہً اسطرح حرکت
میں لاتا ہے کہ گویا کوئی چلا رہا ہے۔ صاف الفاظ میں اسکا مطلب یہ ہے کہ تمھاری ہستی بعینہٖ ظل کی مانند
ہے حقیقت میں تم خود کوئی کام نہیں کرتے بلکہ اُسکی کرنے والی کوئی اور ہی ہستی ہے جسکو تم خود کے لفظ سے
تعبیر کرتے ہو لیکن تم خود بینی کے پھندے میں ایسے پھنسے ہو کہ اپنے آپ کو ہی فاعل خیال کرتے ہو اور یہ بین
غلطی ہے!"

وہ فرماتے ہیں "ہم سب ملکِ عدم سے چند نفس کیلئے اس سرائے فانی میں زندگی بسر کرنے کو آئے
ہیں اور جب زندگی کی مدتِ معینہ پوری کر لیں گے تو پھر عدم ہی کیجانب رجعت قہقری کرینگے۔ اجل ہر وقت
سروں پر منڈلا رہی ہے پھر موت سے بھاگنا کیا۔ اہلِ دنیا ایک عجیب گورکھ دھندے میں گرفتار ہیں تعلقات
نے انکو ایسا شکنجہ میں کس رکھا ہے کہ اُکس نہیں سکتے۔ ہر فردِ بشر اپنے فعل کا آپکو فاعلِ حقیقی جان رہا ہے
حالانکہ نہیں سمجھتا کہ تمام افعال اُس سے ایک قدرتی کل کے ذریعہ سے وقوع میں آتے ہیں۔ تم ذرا
غور کر کے دیکھو تو تم کو معلوم ہو جائیگا کہ تم کیا ہو؟ اور کیا کر سکتے ہو؟ تمھارا وجود آب و گل کا بنا ہوا ہے

تمھاری ہستی بے ثبات ہستی ہے۔ خود دنیا ہی حباب سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔ تم جس کام پر مامور ہوا سکو کئے جاؤ جو حد تمھارے لئے معین کر دی گئی ہے اُس سے باہر قدم رکھنے کے مجاز نہیں پس جاؤ اور میدان جنگ میں اپنی شجاعت کے جوہر دکھاؤ۔"

وہ فرماتے ہیں "دنیا میں دو قسم کے انسان ہیں ایک اہل دنیا اور دوسرے عرفا۔ اہل دنیا خود غرض نفس پرست اور دغا پیشہ ہیں۔ عرفا بجز یادِ حق کے کسی طرف متوجہ نہیں ہوتے اسلئے جہانتک ہوسکے انسان اعمالِ صالح میں مشغول رہے۔ یہ اعمال ہی ہیں جو انسان کو عالم لاہوت تک پہنچا دیتے ہیں جسکی بدولت وہ حلیۂ شرائف سے مُشرف ہوتا ہے۔ یہ اعمال ہی ہیں جنکے ذریعہ سے انسان عالمِ قدس میں جگہ پاتا ہے یہ اعمال ہی ہیں جنکے سبب سے انسان ملاءِ اعلےٰ کی سیر کیا کرتا ہے۔ یہ اعمال ہی ہیں جنکے باعث انسان ملکوتی صفات حاصل کرلیتا ہے یہ اعمال ہی ہیں جنکی وجہ سے انسان قدرت کی لازوال نعمتوں سے بہرہ ور ہوتا ہے اور یہ اعمال ہی ہیں جنکی جہت سے انسان نجات کا خلعت زیبِ تن کرکے بہشتِ بریں میں گلگشت کیا کرتا ہے۔ عرفا جو کام کرتے ہیں خدا ہی کے واسطے کرتے ہیں ماسوے اللہ سے اُن کو مطلق بحث نہیں ہوتی۔ عاشق مولے دونوں جہان سے برکنار ہے اُسکے نزدیک عدم و وجود یکساں ہیں وہ حیات و ممات کو برابر تصور کرتا ہے وہ زخارفِ دنیا کی ذرا بھی پروا نہیں کرتا وہ نفع رسانی خلائق کو رضائے کردگار کا سبب سمجھتا ہے اُسکی نگاہ میں نیک و بد دونوں ایک ہیں ہر فعل کو جانتا ہے کہ اُسی کی جانب سے ہو وہ کارخانۂ قدرت میں دم مارنا کفر خیال کرتا ہے۔ مایا انسان کو عجیب مغالطہ میں ڈال دیتی ہے۔ وہ اسکی وجہ سے یہاں کی ہر شے کو اصلی و واقعی جاننے لگتا ہے یہی مایا ہے جس نے انسانِ ضعیف البُنیان کو غفلت میں مبتلا کر رکھا ہے یہی مایا ہے جس سے انسان جہل و نادانی کا شکار بن رہا ہے یہی مایا ہے جس سے انسان قوائے بہیمیہ کا تابع ہو جاتا ہے اور یہی مایا ہے جسکے باعث انسان ہر طرح کے مصائب برداشت کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔"

پھر وہ فرماتے ہیں "پرکرتی سے کائنات کا ظہور ہوا اور اُسی رجوگن تموگن اور ستوگن ظاہر ہوئے (نہیں پرتمام باتوں کا انحصار ہے۔ غرضکہ جملہ محسوسات و مرئیات فانی ہیں اگر باقی ہے تو وہی ذاتِ مطلق جسکو خدا کہتے ہیں"

سری کرشن جی کی عام قبولیت۔ اِس میں شک نہیں کہ ہندوؤں میں جسقدر عام قبولیت سری کرشن جی کی دیکھی جاتی ہے اُسقدر کسی اور کی نہیں دیکھی جاتی یہاں تک کہ خود وشنو کو بھی جنکے یہ اوتار مانے جاتے ہیں یہ قبولیت حاصل نہیں ہوئی۔ اگرچہ رامچندر جی بھی بمقابلہ دوسرے اوتاروں کے اعلےٰ درجہ پر تسلیم کئے جاتے ہیں مگر ان کی قبولیت بھی سری کرشن جی کی قبولیت سے لگّا نہیں کھاتی۔ سری کرشن جی گو اوتار سمجھے جاتے ہیں اور اُن بڑے اوتاروں میں ان کا شمار کیا جاتا ہے جنکو وشنو کا اوتار کہتے ہیں لیکن حقیقت میں یہ خود ہی وشنو ہیں۔ اِس سے ظاہر ہوا کہ جسطرح وید کے قدیم دیوتاؤں میں سوریہ اگنی اور اندر کی چمک دمک کے سامنے تمام دیوتا ماند پڑ گئے اسیطرح راجہ رامچند بلرام اور سری کرشن کے سامنے باقی اوتار گمنامی کے پردے میں روپوش ہو گئے۔ مگر سری کرشن جی کی قبولیتِ عام و شہرتِ دوام سے آگے کوئی قدم نہ بڑھا سکا۔ چونکہ سری کرشن جی عام و خاص ہندوؤں کے دلوں پر قبضہ کئے ہوئے ہیں اسلئے اُن کے مختصر حالاتِ زندگی بھی بیان کر دینا مناسب ہیں۔

سری کرشن جی کی مختصر سوانح عمری۔ سری کرشن جی نے برج کے مشہور شہر متھرا میں جنم لیا تھا۔ یہ خوشنما شہر جمنا کے مغربی کنارہ پر بستا ہے اور تمام ہندوستان کے ہندوؤں کا ایک بہت بڑا تیرتھ ہے۔ جس شاہی خاندان میں سری کرشن جی پیدا ہوئے تھے وہ ہندوستان کے اُن سر برآوردہ خاندانوں میں گنا جاتا تھا جو اُس زمانہ میں حکمرانی کر رہے تھے۔ یہ اپنی ماں دیوکی کے آٹھویں بیٹے اور ظالم کنس کے آٹھویں بھانجے تھے۔ انھوں نے گوکل میں جو جمنا کے پار ایک گانوں ہے اور جہاں اِن کے باپ باسدیو کنس کے ڈر سے جسکو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ میرا آٹھواں بھانجہ میرا قاتل ہوگا رات کے وقت چھپا کر پہنچا دیا تھا رئیس دیہہ نند کے

گھر پرورش پائی تھی۔ سری کرشن بچپن میں بہت شوخ تھے۔ گوالنوں کے گھر میں گھس جاتے اُن کا دودھ دہی کچھ خود کھاتے کچھ اپنے ساتھ والوں (سکھاؤں) کو کھلاتے باقی بچتا اُسکو لنڈھا دیتے۔ مگر سری کرشن کی محبت اور نند کے خوف سے کوئی دم نہ مارتا۔ جب یہ بڑے ہوئے تو جنگل میں گائیں چرانے جاتے وہاں طرح طرح کے راس بلاس اور لیلائیں کرتے بانسری کی تانوں سے برج کی عورتوں کو اپنا فریفتہ بناتے کبھی جمنا پر جا کر اپنے سکھاؤں کے ساتھ نہاتے پانی اُچھالتے اور نہلانے والیوں سے چھیڑ چھاڑ کرتے کبھی کنجوں میں جاتے اور برج کی گلی اندام عورتوں کو باغ باغ کرتے گھر آتے تو جسودا (نند کی بی بی) انکی پیاری پیاری صورت دیکھ اور بھولی بھولی باتیں سنکر مارے محبت کے بچھی جاتی۔ غرضکہ سری کرشن جی سارے برج کی جان اور وہاں کے زن و مرد کے دل کا چین تھے۔ یہ کل خبریں کنس کو جو متھرا کا راجہ تھا لگتی تھیں اور وہ سُن سُنکر جی ہی جی میں گھٹا جاتا تھا بارہا اُسنے اِن کی ہلاکت کی تدبیریں کیں مگر ان کو کسی قسم کا آسیب نہ پہنچا۔ اب وہ زمانہ آیا کہ سری کرشن نے بندرابن (جہاں وہ بعد میں مع نند کے آرہے تھے) سے متھرا کا قصد کیا۔ آخر تمام برج باسیوں کو بچھنی اور بلاپ کی حالت میں چھوڑ متھرا آئے یہاں پہنچکر اُنھوں نے کنس کو جان سے مارا اور اُگر سین کو راجہ کیا۔

اسکے بعد سری کرشن تحصیلِ علم میں مشغول ہوئے اور تھوڑے دن بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ وہ علوم مروجہ و فنونِ سپہگری میں بینظیر ہوگئے۔ ابھی سری کرشن علم حاصل کرکے متھرا نہیں لوٹے تھے کہ جراسندھ کی دو بہنیں جو کنس کو منسوب تھیں روتی پیٹتی اپنے بھائی کے پاس پہنچیں اور کل ماجرا کہہ سنایا یہ حال سنکر وہ غصہ سے بیہوش ہوگیا اور ان گنت فوج ساتھ لیکر متھرا پر چڑھ دوڑا جسوقت یہ خبر سری کرشن کو پہنچی تو معا متھرا کو روانہ ہوئے۔ غرضکہ جراسندھ نے متواتر سترہ حملے کئے اٹھارھویں حملہ میں کالیاون نے جو ایک شودر راجہ تھا کنس کی مدد کی اور سری کرشن نے مصلحت وقت دیکھکر گجرات میں سمندر کے کنارے ایک شہر دوارکا بسا کر تمام یدوبنسیوں کو وہاں بھیجدیا اور خود میدانِ رزم میں آکر ایسا یدھ کیا کہ بڑے بڑے سورماؤں

سے چھکے چھوٹ گئے۔ کالبا ہن تہ تیغ ہوا مگر جراسندھ فوراً ہی بلائے بے درماں کی طرح معرکۂ کارزار میں آموجود ہوا اور اسطرح کا لڑا کہ بہادر یدوبنسیوں سے سوا بھاگنے کے اور کچھ نہ بن پڑا۔ اسی کشمکش و چپقلش میں سری کرشن جی دوارکا روانہ ہوئے اور جراسندھ نے فتح کا جھنڈا بلند کیا۔

اسی زمانہ میں دو بڑے خاندان پانڈو اور کورو ہندوستان میں الگ الگ راج کرتے تھے اُنکی باہمی رنجشوں اور خانگی کدورتوں کے باعث ایسا فساد پھیلا کہ آخر لڑائی کی نوبت پہنچی اور کرکشیتر کے میدان میں دونوں حریف صف آرا ہوئے چونکہ پانڈوں اور سری کرشن جی میں رشتہ داری کے علاوہ غایت درجہ کا اتحاد بھی تھا اسیواسطے سری کرشن جی پانڈوں کی طرفداری پر تیار ہوئے جسکا نتیجہ وہ مشہور معرکہ ہے جو مہابھارت کے نام سے موسوم ہے الغرض سری کرشن کی مدد سے پانڈوں کی جیت ہوئی اور دریودھن مارا گیا۔

جس وقت اس لڑائی سے فرصت ملی اُسوقت سری کرشن جی تمام یدوبنسیوں کو ہمراہ لیکر پربھاس تیرتھ یاترا کے واسطے گئے وہاں پہنچکر سب کے سب ایسے عیش و عشرت میں ڈوبے اور شراب کے نشہ میں یہاں تک مست و مخمور ہوئے کہ اول تو باہم سخت کلامی ہوئی اور پھر ایک دوسرے پر تلواریں نکالکر ٹوٹ پڑے اسطرح دم کے دم میں کل کا فیصلہ ہو گیا۔ اِس ہنگامے کے بعد سری کرشن جی نے اپنے رتھبان سے کہا کہ ہستناپور جا کر مذکورۂ بالا واقعہ کی اطلاع ارجن کو کرا اور خود وہاں سے ایک جانب کو راہی ہوئے اور چلتے چلتے کسی درخت کے سایہ میں لیٹ کر سو رہے اور ایک شکاری کے تیر سے اس جسد عنصری کو ترک کیا۔

آریہ ورت پروفیسر میکس مولر کہتے ہیں کہ ”بالفرض اگر میں کسی ایسے ملک کے ڈھونڈ نکالنے میں ساری دنیا کو چھان ڈالتا جو قدرت کی برکتوں سے مالامال منطقۂ حارہ کے اثر سے سرسبز و شاداب خزانوں کی کثرت سے معمور اور ہر قسم کی قوتوں سے بھرپور ہوتا خواہ وہ زمین کے پردہ پر بہشت کا ہمسر ہی کیوں نہ سمجھا

جاتا تو ضرور اُسکو میں ہندوستان ہی بتاتا۔ بالفرض اگر مجھ سے دریافت کیا جاتا کہ زیرِ آسمان کون سے
طبقہ میں انسانی ضمیر نے بعض اُسکی غایت درجہ کی نعمتوں کو نہایت ہی کامل طور سے منکشف کیا ہے
اور زندگی کے بڑے بڑے مسائل پر بے انتہا تعمق سے غور و خوض کیا ہے اور اُنھیں سے بعض ایسے مسائل
کو حل کرلیا ہے جو اُن لوگوں کی توجہ کے سزاوار تھے جنھوں نے پلیٹو اور کینٹ کی تصانیف کو پڑھا ہی تو ضرور
میں اُسکو ہندوستان ہی بتاتا۔ اور بالفرض اگر میں خود یہ پوچھتا کہ ہم یہاں یورپ میں کس علم ادب سے
درحالیکہ ہم یونانیوں اور رومیوں کے خیالات پر قریب قریب علی التواتر نشو و نما پاتے رہے ہیں اور سامی طبقی
نسل کی ایک قوم یہود کے طرز پر پرورش پا چکے ہیں وہ صحت بخش نتیجے اخذ کرسکتے ہیں جو ہماری باطنی
زندگی کو زیادہ مکمل زیادہ سنجیدہ اور زیادہ متین بنانے کے لئے بہت ضروری ہے اور نہ صرف اس زندگی
کے لئے بلکہ ایک متبدل اور جاودانی زندگی کے لئے بھی جسکو حقیقۃً انسانی زندگی کہنا چاہئے ضروری ہے
تو بھی میں اُسکو ہندوستان ہی بتاتا" واقعی پروفیسر موصوف نے سچ اور بہت سچ کہا ہے اسلئے کہ
ہندوستان ہی دنیا کی سطح پر وہ ملک ہے جسکو قادرِ مطلق نے اپنے فیضانِ لامتناہی سے بہرہ یاب
کر رکھا ہے ہندوستان ہی وہ خطہ ہے جسکو رزاقِ عالم نے اپنی گوناگوں اور بوقلموں بخششوں سے
غنی بنا رکھا ہے اور ہندوستان ہی وہ قطعہ ہے جسکو خلاقِ انس و جان نے ہر قسم کی اشیاء سے
معمور کر دیا ہے۔ یہیں سے تہذیب و شائستگی کی ترقی ہوئی یہیں سے علم و فضل کی روشنی پھیلی۔ اور
یہیں سے صنعت و حرفت کا آغاز ہوا۔ دیکھئے! ہمالیہ سے راس کماری تک اور کوہِ سلیمان
سے بحر شرقی تک ہندوستان آباد نظر آتا ہے جنہیں خدا کی نعمتیں بھری پڑی ہیں۔ اگر آپکو علم
طبقات الارض کے جاننے کا شوق ہے تو ہمالیہ سے راس کماری تک اُسکے تجربہ کے لئے لق و
دق زمین پڑی ہوئی ہے۔ اگر آپ کو علمِ نباتات کے حاصل کرنیکی ضرورت ہے تو اُسکے لئے بھی کوہ
سلیمان سے بحر شرقی تک کوئی روک ٹوک نہیں ہے۔ اگر آپ کو علمِ حیوانات کے جاننے کی خواہش ہو تو اُسکے

واسطے بھی میدان کھُلا ہوا ہے اگر آپکو اسباب کے دریافت کرنیکی رغبت ہو تو خود ہندوستان گویا سببوں کا مخزن ہے اگر آپکا اسلاف کے حالات کیطرف رجحان ہو تو خود ہندوستان اسلاف کی تاریخ ہے۔ اگر آپکو قدیم سکّوں کا خزانہ درکار ہو تو ہندوستان فارس کارتھیا تھریس، پارتھیا، یونان، متقدونیہ، سیتھیا، روم اور سیریا کے نایاب سکّے پیش کرسکتا ہے اگر آپکو دیوتاؤں کے علم کا معلوم کرنا مقصود ہے تو وہ دیوتاؤں کے عجیب و غریب حالات اور حیرت خیز اشکال اور اُن کی بیشمار تعداد بتا سکتا ہے۔ اور اگر آپکو مافوق الخیال افسانے اور تحیر انگیز قصے سننا منظور ہیں تو وہ ایسے دلچسپ افسانے سنانے کو تیار ہے کہ جنکو سنکر آپ ششدر رہجائیں۔ کیا آپ خیال کرینگے کہ ہندوستان سے صرف یہی منافع حاصل ہوسکتے ہیں؟ نہیں بلکہ اسکے موسموں کا اعتدال اسکی آب وہوا کی لطافت اسکی شادابی اور سرسبزی کی کیفیت اور اسکی پیداوار کی کثرت بے اختیار انسان کو اپنی جانب متوجہ کرلیتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمیشہ سے ہندوستان ساری دنیا کا مطمحِ نظر رہا ہے یہی سبب ہے کہ مدام ہندوستان شاہانِ اولوالعزم کا جولانگاہ بنا رہا ہے۔ اور یہی باعث ہے کہ اسلام نے اسکی خوبیوں پر فریفتہ ہوکر آریوں کی طرح اسکو اپنا گھر بنا لیا ہے۔ مگر افسوس باوجود گھر بنا لینے کے بھی سنسکرت جیسی زبان سے مطلق فائدہ نہیں اٹھایا!

اِس میں کلام نہیں کہ ہندوستان کی طبیعت میں کچھ ایسی ملنساری اور مہمان نوازی واقع ہوئی ہے کہ آریہ آئے تو اُن کے قدموں کے نیچے آنکھیں بچھادیں اور ایسا دل کھول کر برتاؤ کیا کہ اپنے قدیم وطن وسطِ ایشیا کو بھول گئے۔ مسلمان آئے تو اُن کی مہمان نوازی میں بھی کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا اور اسطرح کا مخلصانہ سلوک کیا کہ اپنے آبائی گھر کی طرف کبھی بھولے سے بھی رُخ نہ کیا۔ اہل یوروپ آئے تو اُن کا بھی نہایت سرگرمی سے خیر مقدم کیا۔ مگر جیسا وہ آنے والوں کے ساتھ اظہارِ اُنس کرتا ہے ویسا اُنس وہ اُن لوگوں کے ساتھ نہیں کرتا جنکو آئے ہوئے ایک عرصۂ دراز گزر گیا ہے۔ کیونکہ جہانتک دیکھا جاتا ہے وہاں تک وہی زیادہ ذلیل حالت میں گرفتار ہیں جو پہلے کے آئے ہوئے ہیں۔ فی الواقع اگر ہم ایسا سمجھتے

ہیں تو ہم غلطی کرتے ہیں اور اپنے قدیم میزبان ہندوستان کو ناحق کا الزام دیتے ہیں اور اُس الزام سے بچنا چاہتے ہیں جسکے ہم خود مستحق ہیں نہیں بلکہ ہمکو انصاف کیسا تھ اعتراف کرنا چاہیئے کہ ہمنے خود اپنی خصوصیات کو مٹا دیا ہے ہمنے خود اپنے عادات و خصائل کو بدل دیا ہے ہمنے خود اپنی قومی شعار کو پس پُشت ڈالدیا ہے ہمنے خود اپنے علم ادب کو تلف کر دیا ہے ہمنے خود بجائے خلوص و اتفاق کے ریا و نفاق کو اپنا شیوہ قرار دیا ہے۔ ہمنے انسانی ہمدردی اور نفع رسانی خلایق کے عوض کج ادائی و خود غرضی کو اپنا وتیرہ قرار دیا ہے ہمنے اپنے اکابر و اسلاف کے اوضاع و اطوار کو وحشیانہ پن سمجھا ہے ہمنے دنیاوی معاملات میں تعصب کو دخل دیا ہے۔ ہمنے علو ہمتی و بلند نظری کو فضول تصور کیا ہے ہمنے علم دینی کو ایک غیر ضروری فرض جانا ہے ہمنے غیر قوموں سے تعلقات قایم کرنے کو بُرا خیال کیا ہے ہمنے اکتساب کمال میں کاہلی برتی ہے ہمنے اشغال سے اعراض کیا ہے ہمنے حرفت و صنعت کو بے عزتی کا سبب گردانا ہے۔ اور ہمنے گھر سے باہر نکلنے کو بیکار و عبث ٹھیرایا ہے۔ ورنہ ہندوستان تو جیسا شروع میں تھا ویسا ہی اب بھی ہے وہی اُسکی زمین ہے وہی اُسکا آسمان ہے وہی آب و ہوا ہے وہی فرحت و فزا ہے وہی شادابی ہے وہی سرسبزی ہے وہی دریاؤں کی روانی ہے وہی پہاڑوں کی بلندی ہے وہی نباتات میں روئیدگی ہے وہی جمادات میں سنگینی ہے وہی آفتاب کی حرارت ہے وہی ماہتاب کی برودت ہے۔ وہی شفق کا رنگ ہے وہی قوس و قزح کا ڈھنگ ہے مگر نہ ہندو پہلے سے ہندو ہیں نہ مسلمان پہلے سے مسلمان ہیں۔

اے آریہ ورت! ہم تیرے شاکی نہیں ہم تجکو قصوروار نہیں ٹھیراتے اور ہم تیری خطا ثابت نہیں کرتے۔ بلکہ ہم تیرے احسانمند ہیں ہم تیرے ممنونِ منت ہیں اور ہم تیرا شکریہ ادا کرتے ہیں کیونکہ جسطرح تونے اپنے قبل کے آئے ہوئے آریہ لوگوں کو اپنا مہمان اپنا دوست اور پھر اپنا فرماں روا بنایا تھا اُسیطرح تونے اپنے بعد کے آنیوالوں کو اپنا مہمان اپنا دوست اور پھر اپنا فرماں روا بنایا تھا جسطرح

تیری پہلے کی آئی ہوئی آریہ قوم نے تیرے پرانے رہنے والوں کو لڑبھڑ کر مفتوح کیا تھا اُسیطرح تیری بعد کی آئی ہوئی قوم نے اپنے سے پہلے رہنے والوں کو لڑبھڑ کر مفتوح کیا تھا جسطرح تیرے آریہ فاتحین نے تیرے اصلی باشندوں کو خوف و طمع دلا کر اپنے مذہب کی طرف بلایا تھا اُسیطرح تیرے پچھلے فاتحین نے بھی اُن کے نقش قدم پر چلنا شروع کیا تھا۔ جسطرح تیرے اول کے آریہ مہذبین نے اپنی تہذیب اپنی زبان اور اپنے علوم شائع کئے تھے اُسیطرح تیرے پچھلے مہذبین نے اپنی تہذیب اپنی زبان اور اپنے علوم شائع کئے تھے۔ گو آریہ مہذبین نے ذات کی نہایت سختی کے ساتھ پابندی کی اور مذہبی معاملات میں احتیاط سے کام لیا۔ گو اُنھوں نے ہر امر میں زمانہ کا ساتھ دیا اور میل ملاپ سے مطلب برآری کی اور گو اُنھوں نے اپنے طرز عمل سے قومیت کو برقرار رکھا اور مذہب کو نہ چھوڑا لیکن تیرے پچھلے مہذبین نے اپنی عادت، اپنے خصائل، اپنے اخلاق، اپنے کمالات سے بالکل بے پروائی کی۔ قومیت ہمدردی اور خلوص سے قطعاً چشم پوشی اختیار کی اور انسانیت قابلیت اور اُخوت کو یک لخت ترک کر دیا۔ یہ سب تیرے نئے آنے والوں نے اپنے ہاتھوں کیا یہ سب تیرے نئے آنے والوں نے اپنی غفلت سے کیا اور یہ سب تیرے نئے آنے والوں نے اپنی کم ہمتی کے باعث کیا !!!

اے آریہ ورت! تیرے نئے آنے والے ناانصاف نہیں تیرے نئے آنے والے ہٹ دھرم نہیں اور تیرے نئے آنے والے احسان فراموش نہیں کہ تیری مہماں نوازیوں تیری خاطرداریوں اور تیری عنایتوں کو بھول جائیں تو نے اپنے نئے آنے والوں کو دولت دی تو نے اپنے نئے آنے والوں کو شوکت دی اور تو نے اپنے نئے آنے والوں کو سلطنت دی۔ یہ اور ان کی نسلیں ہمیشہ تیری مدح میں عذب البیان رہینگے۔ یہ اور ان کی نسلیں ہمیشہ تیری تعریف میں رطب اللسان رہیں گے۔ یہ اور انکی نسلیں ہمیشہ تیرے وصف میں معرف بالجنان رہیں گے۔ کیا قدیم زمانہ کے آریہ اور اُن کے بعد کے ہندو اور اُن کے بعد کے نئے آنے والے انقلاب کے قائل نہیں و کیا قدیم زمانہ کی آریہ

اور اُن کے بعد کے ہندو اور اُن کے بعد کے نئے آنے والے تغیر کے معترف نہیں؟ اور کیا قدیم زمانے کے آریہ اور اُن کے بعد کے ہندو اور اُن کے بعد کے نئے آنے والے حدوث کے مُقِر نہیں؟ پس یہ خدا کا ازلی اور ابدی حکم ہے کہ پہلے زمانہ میں اگر آریہ ورت کی حکومت آریوں کے ہاتھ میں تھی تو ایک زمانہ میں وہی حکومت اُن کے بعد کے نئے آنے والوں کے ہاتھ میں تھی اور اب وہی حکومت ایک ایسی قوم کے ہاتھ میں ہے جو باعتبار صفاتِ انسانی دونوں سے ممتاز ہے۔

ہندوؤں کی کوششوں پر ایک سرسری رائے **پاٹھکو!** آجکل دنیا میں ہندو یہودی پارسی اور عیسائی (بدھ مذہب والوں سے بحث نہیں) چار قدیم قومیں آباد ہیں مگر آخر کی تین قوموں کے حالات کا جس وقت استقرا کیا جاتا ہے تو اُن میں نہ تو کوئی قومی علم ادب ملتا ہے نہ اُن کی اصلی وباقاعدہ زبان نظر آتی ہے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ تین ہزار برس سے ہندوؤں کا قومی علم ادب اور اُنکی اصلی وباقاعدہ زبان ابتک موجود ہے جس سے یقین ہوتا ہے کہ ہندوؤں نے اپنے قومی زمانہ میں غایت درجہ کی ترقی کی ہوگی اگرچہ یورپ نے علوم وفنون کی ایجاد میں اعجازِ مسیحائی دکھایا ہے مگر انصاف یہ ہے کہ دنیا کے اُس ناتربیت یافتہ زمانہ میں آریوں نے جو علمی کوششیں کیں وہ ضرور حیرت انگیز ہیں! اگرچہ یورپ نے ایک آزاد تہذیب کی اشاعت میں فیاضانہ سعی سے کام لیا ہے مگر حق یہ ہے کہ دنیا کے اُس کاواک دور میں آریوں نے جسقدر جدّوجہد اپنی تہذیب کے پھیلانے میں کی وہ بیشک تعجب میں ڈالنے والی ہے!! اور اگرچہ یورپ نے راحت و آرام اور عیش ونشاط کے بے انتہا سامان سے دنیا کو ممنون بنا دیا ہے مگر سچ یہ ہے کہ آریوں نے جو ضروری اشیا اُس تاریک عصر میں اختراع کیں وہ اچنبھے سے خالی نہیں!!!

ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا بہت آگے بڑھ گئی ہے اور یوماً فیوماً بڑھتی جاتی ہے اور اب وہ ترقی کے زینہ پر چڑھتے چڑھتے بامِ کمال پر پہنچ گئی ہے اور بہ نسبت اول کے کایا پلٹ معلوم ہوتی ہے لیکن قدامت کا فیض ابتک جاری ہے۔

آریوں کی علمی کوششوں میں اُن کی نظم نہایت ہی لطیف و دلکش واقع ہوئی ہے اُس سے اُن کے اصلی مذاق کا پورا پورا اندازہ ہوسکتا ہے اور معلوم ہوسکتا ہے کہ قدرت نے اُن کی طبیعتوں میں نشاط کا مادہ کس حد تک رکھا تھا۔ اُن کے تصوفانہ مضامین اُن کے عاشقانہ جذبات اُن کے نیچرل خیالات اور ان سب پر اُن کی زبان کی وسعت و حلاوت یہ سب ایسی باتیں ہیں کہ جنکو دیکھکر دوسری زبان کی شاعری انگشت بدنداں رہجاتی ہے۔

ہندؤں کی دیو مالا (میتھالوجی) بھی بہت عجیب و غریب ہے یونانیوں رومیوں اور اور تمام بت پرست قوموں کی دیومالاؤں سے وہ زیادہ وسیع ہے اُسکے دیکھنے سے واضح ہوتا ہے کہ قدیم آریوں اور اُن کے بعد کے ہندوں نے مظاہرِ قدرت کی محض تعظیم ہی نہیں کی بلکہ اُنھوں نے ہر عجیب چیز اور ہر متنوعہ شے کو اپنی خوش اعتقادی سے قابلِ عبادت تصور کیا۔ اُنھوں نے آبا ئے علوی و امہاتِ سفلی کا کامل ادب کیا اُنھوں نے موالیدِ ثلاثہ کی سر آنکھوں سے تکریم کی اور اُنھوں نے عجائباتِ قدرت کا بخلوص احترام کیا۔ غرضکہ اُنھوں نے جو کچھ اپنی ترقی کے دور میں کیا وہ دوسری اقوام سے بہت بڑھ چڑھ کر کیا اور ایسا کیا کہ آج بھی اُنکا ذکر عزت سے کیا جاتا ہے۔ غرضکہ ریاضی، ہیئت، فلسفہ، منطق، موسیقی، اور فنونِ نفیسہ میں ہندوں نے جبکہ دنیا گھٹنوں کے بل چل رہی تھی اسدرجہ کمال حاصل کیا تھا کہ آج ہمارے زمانہ کی تعلیم یافتہ دنیا بھی مداح ہے۔

مانوتھی ازم اور پالی تھی ازم اگرچہ وحدت پرستی و کثرت پرستی دو متضاد طریق ہیں اور بادی النظر میں ایک دوسرے کے خلاف معلوم ہوتے ہیں۔ مگر آخر میں یہ دونوں طریق ایک ہی ذات پر جا کر منتہی ہوجاتے ہیں ایک ہندو دھرم کا پیرو وشنو کو خالق نہیں سمجھتا برہما کو رزاق نہیں جانتا مہادیو کو قادر نہیں خیال کرتا مگر ہاں وہ اُن کو اُس بیچون و بیچگوں ذات تک پہنچنے کا ذریعہ ضرور تصور کرتا ہے جسکو خدا کہتے ہیں۔ دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں گزری جسمیں یقیناً کچھ لوگ پیشوا و مقتدا یا ہادی و رہنما نہ ہوئے ہوں مگر عقیدت نے جبکا

منبع وجدان ہو اُن کو فلک الافلاک سے بھی اونچا بٹھا دیا اور جب وہ اس دنیا سے اُٹھ گئے تو اُن کے معتقدین نے اُن میں وہ قوتیں قرار دیں جو خدا میں ہونی چاہئیں اور اُن کے رہنے کے لئے ایک ایسا عالم قرار دیا جسکو ہم نہیں دیکھ سکتے پس یہی وہ پیشوا یا رہنما ہیں جنکو اکثر قومیں دیوتا مانتی ہیں اور اُنکو اپنی نجات کا وسیلہ سمجھتی ہیں۔ خیال جو سیماب کی سی خاصیت رکھتا ہے اور کسی جگہ نہیں ٹھیرتا اُس کے قایم کرنے کی غرض سے ابتدائی زمانہ میں یہ طریقہ ایجاد کیا گیا تھا لیکن جو جو زمانہ گزرتا گیا خیال کی حالت بدلتی گئی یہاں تک کہ خود اُن میں خدائی طاقتیں فرض کرلیگئیں اور اگرچہ وہ اصلی خیال بالکل معدوم نہیں ہوا مگر پھر بھی اسمیں بہت کچھ تغیر آگیا۔ ہرچند کہ اس تغیر کی وجہ سے قوموں کو نقصان پہنچا اور تنزل نے مذہب کی بنیاد ہلادی اور پھر اُسکے سبب سے تضلل پیدا ہوگیا لیکن وہ اصلی خیال کچھ کچھ اپنا اثر دماغوں میں باقی چھوڑ گیا یہی سبب ہے کہ ہندوؤں میں اسوقت تک بھی اُسی خیال کا اثر پایا جاتا ہے کہ کل دیوتا خدا تک رسائی کا وسیلہ ہیں اور یہی مقدس وید کی اصلی تعلیم ہے جسکی تصدیق اس فقرہ سے ہوتی ہے کہ "نہیں ہے حقیقت میں کوئی مگر ایک پرمیشور"

اب میں اپنے مقدمہ کو فاضل مصنف کی سوانح عمری پر ختم کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ ناظرین میری اس لنبی چوڑی تکلیف دہی کو معاف فرمائینگے۔

فاضل مُصنّف کی مختصر سوانح عمری

پیدائش۔ تعلیم۔ ملازمت اور ملکی خدمت

جہالت کے اس تیرہ و تاریک زمانہ میں جبکہ علم و فن کے ساتھ سلطنت کا بھی خاتمہ ہوگیا تھا یہ لایق و فایق مصنف ۱۳ اگست ۱۸۴۵ء کو قدرت کی یونیورسٹی سے فضیلت کا گون پہن قابلیت کی ڈگری لے اور ناموری تمغے لگائے کلکتہ کے ایک ممتاز خاندان میں جو قبولیت عام و شایستگی تام رکھتا تھا پیدا ہوا۔ اس نامور کے جد اعلےٰ بابو نیلو دت لارڈ کلایو

اور لارڈ وارن ہسٹنگز کے عہد میں ایک ذی وجاہت اور باثر بنگالی تھے اِس نامور کے عمِ معظم بابو رسو مائے دت اول ہی اول کلکتہ کے جج مقرر ہوئے تھے اور یہ پہلی عزت تھی جو اُن کے خاندان کو گورنمنٹ انگریزی کے زمانہ میں حاصل ہوئی تھی۔ اس نامور کے باپ بابو ایشان چندر دت اُن ڈپٹی کلکٹروں میں کے ایک ڈپٹی کلکٹر تھے جنکا تقرر لارڈ ولیم بنٹنک کے حکم سے ہوا تھا۔

۱۸۴۸ء تا ۱۸۶۸ء ۱۸۵۹ء میں ہمارے نامور مصنف کی والدہ نے اس جہان سے رحلت کی اور ۱۸۶۱ء میں والد نے بھی انتقال کیا۔ اب وہ زمانہ آیا کہ ہمارے مقبولِ عام مصنف نے علمی دنیا کی پہلی منزل میں قدم رکھا اور ہیر اسکول کلکتہ میں تعلیم کی غرض سے داخل ہوئے اسکے بعد یونیورسٹی کالج میں نصابِ تعلیم کو پورا کیا جسوقت یہ علمی دنیا کو منزل بمنزل طے کر چکے تو اپنے زمانہ کے فصیح مسٹر سیندر ناتھ بنرجی اور مسٹر بی۔ ایل۔ گپتا کے ساتھ جو فی زماننا بنگال کے مشیرِ قانونی ہیں انگلینڈ روانہ ہوئے۔

۱۸۶۸ء تا ۱۸۷۱ء سول سروس کے امتحان میں کامیابی حاصل کی اور اپنے ہمچشموں میں بہ لحاظِ لیاقت تیسرے نمبر رہے اور ۱۸۷۱ء میں ہندوستان کی جانب مراجعت کی۔

۱۸۷۱ء تا ۱۸۸۱ء یہاں آکر مختلف اضلاع میں مامور رہے اور ۱۸۸۱ء میں اول ہی اول قایم مقام مجسٹریٹ ضلع ہوئے۔

۱۸۸۱ء تا ۱۸۸۵ء دو سال تک برابر ضلع کے مجسٹریٹ رہکر کام انجام دیا یہ پہلے ہندوستانی ہیں جنھوں نے اتنی مدت تک ایک بہت بڑی ذمہ داری کے فرض کو خوش اسلوبی سے ادا کیا۔ اور اسطرح ہندوستانیوں کے لئے ایک ایسا راستہ کھولا جسکے لئے اس سے قبل وہ ناقابل سمجھے جاتے تھے تھوڑا عرصہ بھی نہ گزرنے پایا تھا کہ اکثر کتابیں تصنیف کرکے چھپوائیں چنانچہ انکی سہ سالہ سکونت یوروپ میں" انکی "بنگال کی انشا پردازی" ان کی "بنگال کی کاشتکاری" اور ان کے "چار تاریخی ناول

بنگالی میں" مشہور اور اعلےٰ درجہ کی کتابیں ہیں۔

۸۵ سنہ ۸۶ ء **فرلو** پر یورپ گئے پہلی دفعہ جب یہ سول سروس کا امتحان دینے انگلینڈ گئے تھے اُسوقت انھوں نے ۶۸ سنہ کے اُس انتخاب کو جسنے لبرل فرقہ کو اُلٹ پلٹ کر دیا تھا اور مسٹر گلیڈ اسٹون پہلی بار پرائم منسٹر بنائے گئے تھے معائنہ کیا تھا اسوقت انھوں نے یہ تماشا دیکھا کہ وہی مسٹر گلیڈ اسٹون جو بہت بڑھ بڑھکر بولتے تھے ہوم رول بل کے باعث تیسری دفعہ انتظام سلطنت سے معزول ہوئے اور نیا انتخاب عمل میں آیا۔ اِن دو برس میں ہمارے فاضل مصنف نے تمام و کمال رگ وید کا بنگالی میں ترجمہ چھپوایا اور یہ وہ نمایاں کام تھا جسکی نسبت اس سے اول کبھی کسی بنگالی نے جسارت نہیں کی تھی۔

۸۶ سنہ ۹۵ ء **فرلو** سے واپس آئے اور بنگال کے اکثر بڑے بڑے ضلعوں میں مجسٹریٹ رہے اور پھر ایک قسمت کے کمشنر ہو گئے اسکے بعد دوبارہ ۹۵ سنہ سے ۹۷ سنہ تک کمشنر رہے یہی وہ اول ہندوستانی ہیں جنھوں نے اپنی لیاقت اپنی حسن کارگزاری اور اپنی خداداد قابلیت کے لحاظ سے اس جلیل القدر عہدہ پر ترقی پائی۔ اسی زمانہ میں مغربی و مشرقی علوم کے اس دیوتا نے "قدیم ہندوستان کی تہذیب کی تاریخ" تصنیف کی جو اپنی نظیر نہیں رکھتی اور جسکی پہلی کتاب ہمارے معزز ناظرین آگے چلکر ملاحظہ فرمائینگے۔ اسی عرصہ میں "بنگالی زبان کے دو سوشیل ناول" لکھے جنکی نہایت قدر کیجاتی ہے۔

۹۷ سنہ ۱۹۰۴ء **۹۷ سنہ** میں ملازمت سے کنارہ کش ہوئے اور سات برس تک انگلینڈ میں قیام اختیار کیا اس کافی مدت میں ہمارے محبِّ ملک فاضل نے ہندوستان کی فلاح کے لئے معقول کوشش کی اور اکثر جلسوں میں دھواں دھار تقریریں کیں اور بہت سی کتابوں میں زور شور کے مضامین طبع کرائے۔ ۹۹ سنہ میں لکھنؤ کی کانگریس کے پریسیڈنٹ کئے گئے اور سنہ ۱۹۰۰ء میں وہ مشہور خطوط لارڈ کرزن کے نام تحریر کئے جنھوں نے ہندوستان کے بندوبست اراضی کی تحقیقاتوں میں ایک تہلکہ

ڈالدیا تھا۔ اسکے بعد یونیورسٹی کالج لندن میں تاریخ کے لکچرر مقرر ہوئے اور رامائن اور مہابھارت کا انگریزی نظم میں ترجمہ کیا اور تدبیر منزل کی تاریخ لکھی۔

۱۹۰۸ء سے تا زمانۂ اشاعت شروع ۱۹۰۴ء میں ہندوستان کو لوٹے اور اسی سال اگست کے مہینے میں بڑودہ کے ریوینو منسٹر ہوئے جو ریاست کا ایک اعلےٰ ترین عہدہ ہے اور اب اپنے آپ کو ملکی خدمت کے لئے وقف کر دیا ہے۔

اے شہرت کے مشتاق ناظرینو! آپ اس نامور فاضل کی مختصر سوانح عمری پڑھکر ضرور متعجب ہوئے ہوں گے آپ کو اسکے پڑھنے سے معلوم ہوا ہوگا کہ ایسے شخص نے جسکے ماں باپ کی شفقت کا سایہ اسکی طفولیت کے زمانہ میں ہی سر سے اٹھ گیا تھا کیونکر اسطرح کی تعجب خیز ترقی حاصل کی! کسطرح علمی دنیا کے اُفق سے طلوع ہوتا ہوا شہرتِ عام کے نصف النہار تک پہنچا!! اور پھر کیسے نفع رسانی ملک کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا!!!

میں یقین کرتا ہوں کہ مسٹر رومیش چندر دت کے نام سے تو غالبًا تمام ملک واقف ہوگا۔ مگر اُن کے کارناموں سے بہت ہی کم لوگ آگاہ ہوں گے اسیواسطے میں نے مسٹر موصوف کی یہ مختصر سوانح عمری اپنے ترجمہ کے ساتھ شایع کی تاکہ اہلِ ملک اُن کے قابلِ تقلید حالات سے عمدہ سبق حاصل کریں۔

مسرت !!!

اگرچہ مظاہرِ قدرت کی جلوہ گریاں قلبِ انسانی کے لئے ایک حیرت انگیز خوشی کا باعث ہوا کرتی ہیں مگر جسوقت وہ کوئی ایسی فرحت ناک خبر سنتا ہے جس سے اُسکا دل یکساں طور پر ہمیشہ مسرور رہتا ہے اُسوقت اُسکی وہ خوشی ایک واقعی خوشی خیال کیجا سکتی ہو۔ اگرچہ مناظرِ فطرت کی دلچسپیاں

طبیعتِ انسانی پر ایک غیر معمولی خوشی کا اثر ڈالکر اُسکو محو و بیخود بنا دیتی ہیں۔ مگر جسوقت وہ کوئی ایسی انبساط افزا
خبر سنتا ہے جسکی وجہ سے اُسکے قوائے حسّی انشراحی کیفیت سے متاثر ہوکر کامل طور پر اُس خوشی کا لطف
اُٹھایا کرتے ہیں اُسوقت وہ خوشی ایک اصلی خوشی کہی جاسکتی ہو۔ اور اگرچہ نیچر فنا منا کے جذبات اپنی پوری کشش
کے ساتھ روحِ انسانی کو ایک خاص خوشی کے اثر سے میگنٹائزڈ کر دیتے ہیں مگر جسوقت وہ کوئی ایسی مسرت خیز
خبر سنتا ہے جسکے سبب سے وہ خوشی جو اُسکے دل کے اندرونی حصہ سے فوارہ کی مانند جوش کھاکر نکلتی اور تمام جسم
میں صاف و صالح خون کی صورت میں پھیل جاتی ہو اُسوقت اُسکی وہ خوشی ایک حقیقی خوشی سمجھی جاسکتی ہو۔ پس مجکو
بھی ایسی ہی خوشی پایونیر کی اُس خبر کے دیکھنے سے حاصل ہوئی ہے جو میرے مخدوم ہز اکسیلنسی رومیش چندر دت
کے ریاست بڑودہ میں پرائم منسٹر ہونے کے متعلق طبع ہوئی تھی۔ حقیقت میں یہ ایک ایسا لاجواب انتخاب
ہے جس سے صرف ریاست ہی مستفید نہیں ہوگی بلکہ خود ہز ہائینس مہاراجہ صاحب کو بھی ہر قسم کی سہولت
ہر طرح کی راحت اور سر نہج کی تقویت پہنچیگی نہیں یہی نہیں بلکہ ہماری قدرداں گورنمنٹ کو بھی ریاست کی
جانب سے پوری طمانیت رہیگی۔ غرضکہ یہ انتخاب ہر حیثیت سے قابلِ اطمینان باعث قدر اور لائق
مسرت تصور کیا جاسکتا ہے۔

اب آخر میں میں امید کرتا ہوں کہ ہز ہائینس اور ہز اکسیلنسی کے تعلقات ہمیشہ ہمیشہ کے واسطے قوی
اور مستحکم ثابت ہوں اور ایک روشن دماغ والی ملک اور ایک فاضل وزیر اعظم کے برکات و فیضان سے ہمیشہ ہمیشہ
ریاست متمتع ہوتی رہو۔ آمین۔

حیاتِ ابدی

طلسمِ قدرت زندگی اور موت کے دو عجیب نیرنگ دکھاتا ہے۔ عالم کے تھیئٹر کا ڈراپ سین
اس جہان کے رہنے والوں کو دوسرے جہان کی سیر کراتا ہے۔ فنا ایک عنوان ہے جسکا کوئی معنون بجز

تبدیلی حال ومقام نہیں۔ بقا ایک محیط ہستی ہے جسکی عام جلوہ گری میں کسی کو کلام نہیں۔ موت زندگی ہے زندگی موت ہے فنا بقا ہے اور بقا فنا ہے۔ دونوں میں تضاد کی نسبت یہ سمجھ کا پھیر ہے حقیقت میں دیکھئے تو نہ ضدیت ہے نہ بیر ہے۔

موت جسکے نام سے جان نکلتی ہو وہی زندگی کا ذریعہ ہے۔ فنا جسکے نام سے دم سوکھتا ہے وہی بقاء سرمدی کا وسیلہ ہے۔

وہ علمی دنیا کے نامور ہیرو جنکے سرِ اقدس پر شہرتِ دوام کا چمکتا اور مرصع تاج رکھا ہے اور وہ سنہرے نام جو حیاتِ ابدی کے سائن بورڈ پر بخطِ جلی تحریر ہیں انمیں مسٹر رومیش چندر دت مصنف این شینٹ انڈیا کے نام کی چمک دمک جیسی اُنکی حیاتِ ظاہری میں نظر فریب تھی اُس سے بڑھکر اُن کی حیاتِ باطنی میں نظر فریب ثابت ہوگی۔

اے طلسمی دنیا کے آفتابِ درخشاں! اے سرزمینِ ہند کے ماہتابِ تاباں! اے آریہ فاتحوں کے نام کے زندہ کرنے والے! اور اے تاریخی اُفق سے ظلمتِ جہالت کو دور کرنے والے! ہائے کیا کہوں اور کسطرح کہوں کہ تو نے حیاتِ ابدی کے نقاب سے اپنا روشن چہرہ چھپا لیا ہے! آہ اس غیر متوقع خبر کی جاں کاہی تیرے بنیظر تاریخ کے مترجم کے لئے کیسی سوہانِ روح ہے! دوسری دسمبر کا پاینیر تیرے ماتم میں سیہ پوش نکلا اور یہ افسوسناک آواز علمی سرزمین پر اس سرے سے اُس سرے تک گونجتی چلی گئی۔ ہائے کسی طرح ممکن نتھا کہ جس دست وقلم نے تیرے پرائم منسٹر مقرر ہونیکی مبارکباد لکھی تھی وہی تیرے انتقال کا مرثیہ تحریر کرے! اسلئے اُس نے مجبور ہوکر اپنے حقیقی بھانجے حکیم مولوی نواب علی برق کو اس کام پر مامور کیا جو میرے دلی رنج کو اپنے قلم سے ادا کر رہے ہیں۔ سـ۵ـہ میں جبکہ مسٹر موصوف ریاست بڑودہ کے ریونیو منسٹر تھے اُسوقت میں نے این شینٹ آف انڈیا کے ترجمہ کی اجازت مانگی تھی جسکے جواب میں فاضل ممدوح نے اجازت دیکر میری قدر افزائی کی اور پھر میری دوسری درخواست پر اپنے ہاتھ سے اپنی مختصر سوانح عمری

کے نوٹ کر کے روانہ فرمائے اور لکھا کہ ان نوٹوں سے آپ کو بہت مدد ملیگی یہ دونوں چٹھیاں مسٹر موصوف کی میرے پاس بطور یادگار رہینگی۔ پھر جبکہ مسٹر موصوف بڑودہ کے پرائم منسٹر مقرر ہوئے تو میری مبارکباد پر روشن دماغ فاضل نے میرا شکریہ ادا فرما کر مجھے عزت اور فخر کا موقع دیا۔ افسوس! ہزار افسوس! کہ مسٹر موصوف کی غیر متوقع موت نے میری ایک بڑی تمنا کا خون کر دیا۔ اے کاش وہ میرے ترجمہ کو ملاحظہ فرما لیتے اور پھر ہم سے رخصت ہوتے مگر زمانہ کی نامساعدت نے مجھے اپنے ارادہ میں ناکام رکھا اور وہ میرے ترجمہ کی بابت کوئی منصفانہ رائے نہ قایم کر سکے۔

اخیر میں مجھے مسٹر ممدوح کے پس ماندگان اور خاص احباب سے اُن کی بیوقت وفات پر دلی ہمدردی ظاہر کرنے کی ضرورت ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ وہ میرے ترجمہ کو مسٹر موصوف کی ایک اُردو یادگار سمجھکر قدر کی نگاہوں سے دیکھنا چاہیں گے۔

اے۔ وی۔ احمد

تمہید
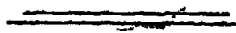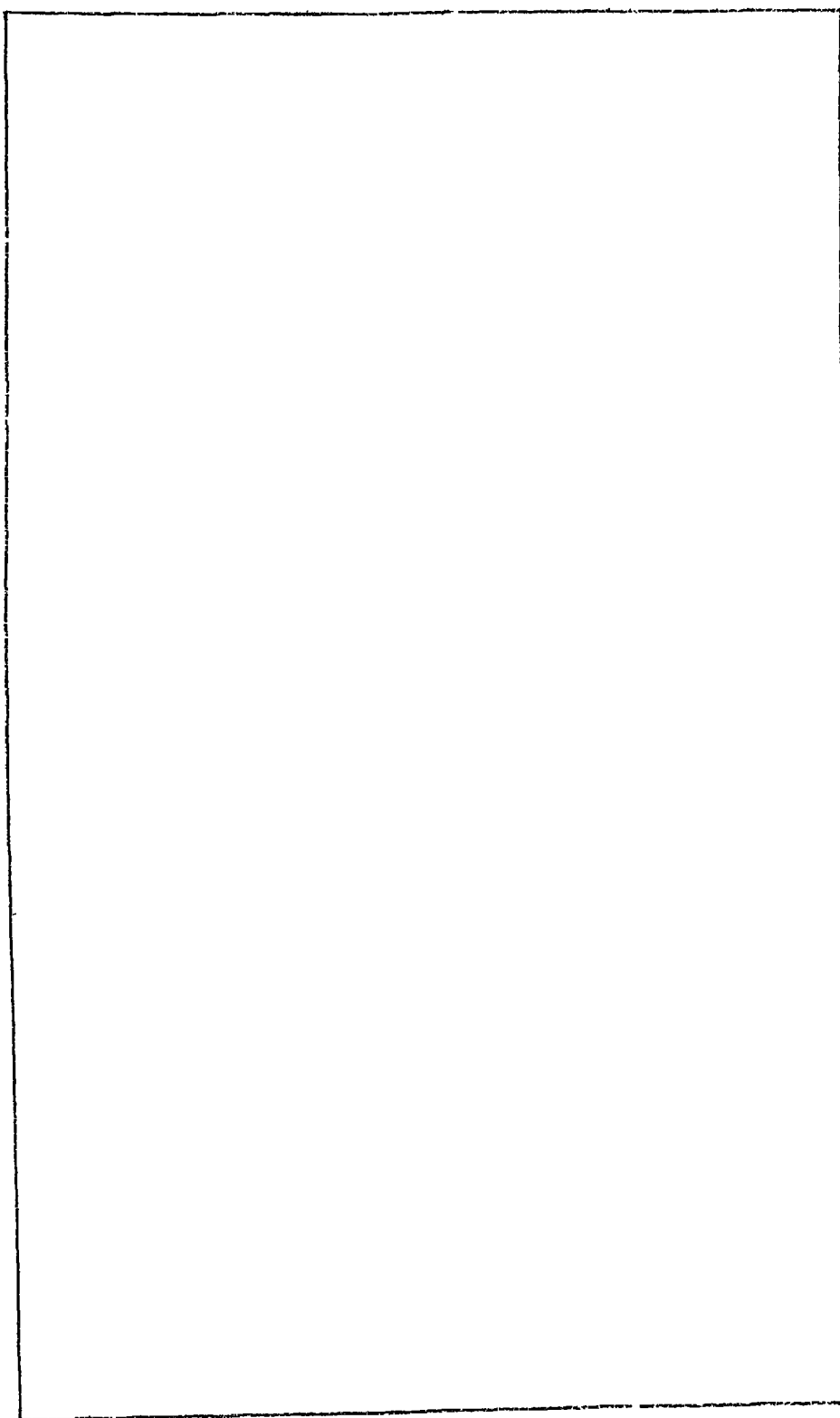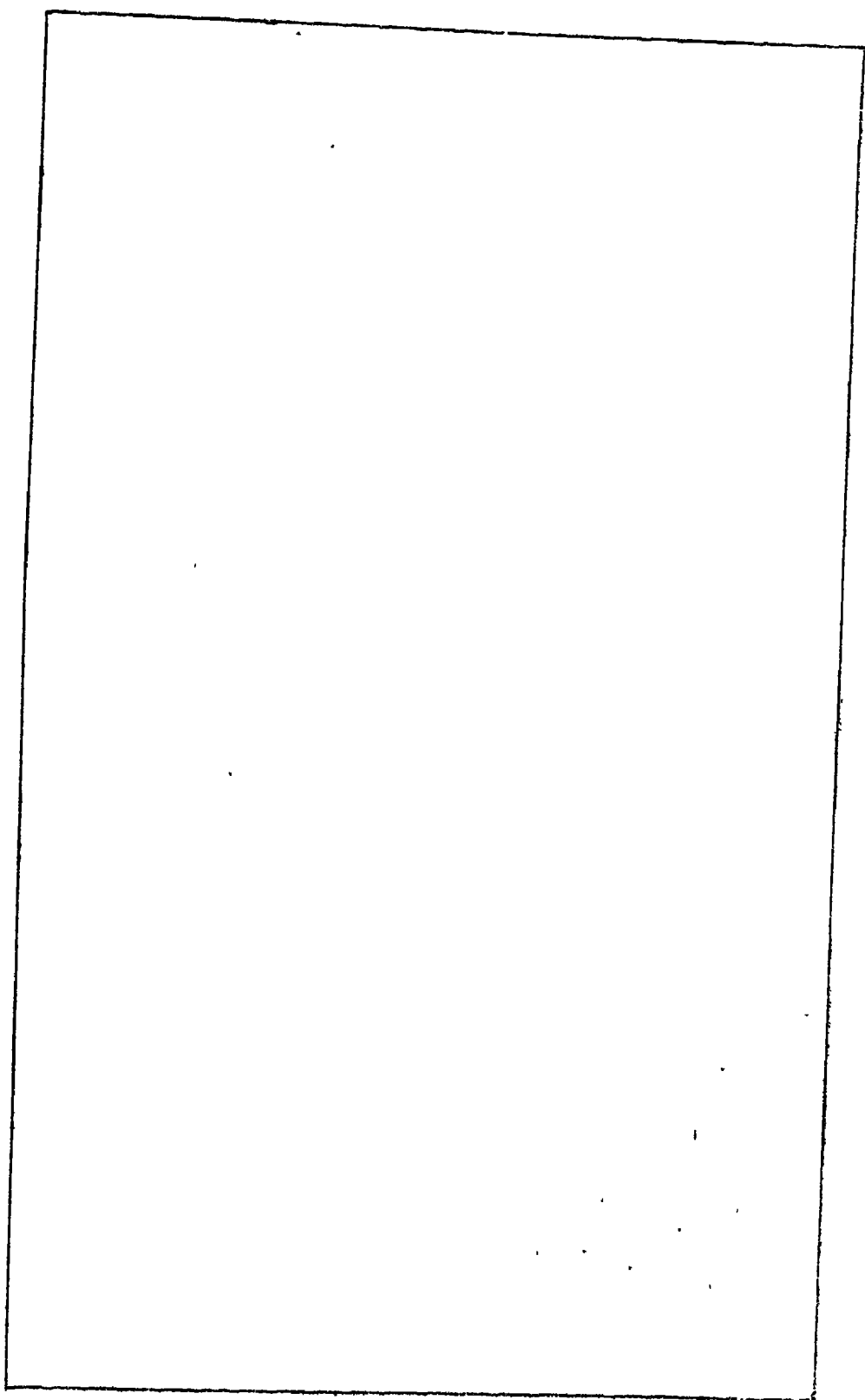
دور و ازمنہ

قدیم ہندوستان کی تاریخ تیس صدیوں کی ایک تاریخ ہے جسکو مطالعہ سے نوعِ انسان کی تہذیب و شائستگی اور ترقی و کمال کا کافی اندازہ ہوجاتا ہے۔ یہ تاریخ چند جدا جدا دوروں پر منقسم ہے جنمیں کا ہر ایک دور بلحاظ امتداد سنہ و سال اکثر موجودہ قوموں کی مکمل تاریخ کیساتھ مقابلہ کرتا ہے۔

دنیا کی اور قومیں بھی ہندوں کے مقابلہ میں مساوات یا ایسی ہی کسی لے علے قدامت کا دم بھرتی ہیں۔ مصری اپنی دائمی یادگاروں پر ایک ایسی تہذیب کے متعلق یادداشتیں رکھتے ہیں جسکا سراغ حضرت مسیح کی ولادت سے تین ہزار برس ادھر تک چلتا ہے۔ یا علمائے اسیریا کالڈیا شمیر و اکیڈین تہذیب کی بابت نہایت ہی قدامت کا دعوے کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نینوا اور بابل کی بنا کے قبل ایک ہزار برس سے بھی کچھ زیادہ عرصہ گزرا کہ ہماری تہذیب کمال کے درجہ پر پہنچ چکی تھی۔ اسیطرح چینی بھی ایک تاریخ رکھنے کا فخر کرتے ہیں جو حضرت مسیح سے ۲۴۰۰ برس پہلے کا نشان

بتاتی ہے۔ مگر ہندوستان کی نسبت علمائے حال یہ دعوے نہیں کرتے کہ وہ حضرت مسیح کی پیدایش سے ۲۰۰۰ برس پیشتر بھی ایک اعلےٰ قدامت رکھتا تھا۔ اگرچہ ممکن ہے کہ مستقبلہ تفحصات اس سے بھی کہیں زیادہ وسیع زمانہ کے محتاج قرار پائیں۔

لیکن جس وقت ہندوں کے مرقومات سے دوسری قوموں کے مرقومات کا مقابلہ کیا جاتا ہے تو دونوں میں رات دن کا فرق نظر آتا ہے۔ مصری خط کے مرقومات شاہانِ مصر کے ناموں بانیانِ اہرام کی سرگذشتوں قبائل کے حالات اور جنگ وجدل کے واقعات کے سوا قدیم مصریوں کی نسبت بہت کم آگاہی بخشتے ہیں بابل اور اسیریا کے مثلثی حروف کے کتبے بھی یہی افسانے ہم سے بار بار دہراتے ہیں۔ علیٰ ہذا چینی مرقومات بھی انسانی تہذیب کی بتدریج ترقی پر ایک دھندلی روشنی ڈالتے ہیں۔

اسمیں کلام نہیں کہ قدیم ہندوں کی تصنیفات مختلف حیثیت ومتضاد نوعیت کی تصنیفات ہیں اور بعض صورتوں میں اگرچہ وہ ناقص سمجھی جاتی ہیں جیسی کہ بے شک وہ ہیں مثلاً خاندانوں کے تذکرات لڑائیوں کے واقعات یا اسی قسم کے اور تاریخی حالات لیکن پھر بھی وہ ایک کامل، شستہ اور مسلسل بیان تہذیب کی ترقی اور انسانی خیال کی بلندی کا ہماری آنکھوں کے سامنے پیش کرتی ہیں۔ یہ امر بدیہی ہے کہ ہر دور کا علم ادب اپنے دور کا ایک آئینہ یا ایک مرقع ہوا کرتا ہے اور موجودہ مذاق کی بنا پر کہا جائے تو وہ ایک اچھا خاصہ فوٹو تصور کیا جاتا ہے۔ فرض کیجیے کہ اگر ہم اسکو فوٹو تصور کر سکتے ہیں تو ضرور وہ ہند وتہذیب کے قدیم دور کا فوٹو ہے۔ بہر حال یہ متواتر دوروں کی تصنیفات ہند وتہذیب کے متعلق تین ہزار برس سے کچھ اوپر کی ایک تاریخ ترتیب دیتی ہیں جو ایسی مکمل اور واضح ہے کہ ہر وہ شخص جسکو اگر کسی قدر بھی روانی سے پڑھنا آتا ہو گا باسانی پڑھکر اسکو دریافت کر سکتا ہے۔

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ پتھر پر کندہ کئے ہوئے کتابے اور بھوج پتر پر لکھی ہوئی تحریریں گزشتہ واقعات

کے یاد رکھنے کی غرض سے منضبط ہوئی تھیں۔ ایک قوم کے گیت اور بھجن فلسفی اور مذہبی ثمرات اسکی تہذیب
وخیال کے نادانستہ وراست راست پرتو ہوا کرتے ہیں۔ اور چونکہ ہندوؤں کے ابتدائی ثمرات ضبطِ تحریر
میں نہیں آئے تھے اسیواسطے وہ سالم اور غیر محدود متصور ہوتے ہیں اور اسیواسطے وہ فطری اور سچا اظہار
قوم کے خیالات کا نظر آتے ہیں۔ وہ پتھر پر محفوظ نہیں رکھے گئے تھے بلکہ قوم کے قوی حافظہ میں مستحضر
تھے جنکو وہ ایک میراث کے طور پر کمال احتیاط سے نسلاً بعد نسلٍ تفویض کرتے رہتے تھے جو موجودہ
عہد میں خرقِ عادات سے کسی طرح کم نہیں سمجھی جاتے ہیں۔

وہ سنسکرت کے علما جو وید کے منتروں کا مطالعہ تاریخی نگاہ سے کرتے ہیں خوب واقف ہیں
کہ کیسے کیسے مضامین بہ نسبت ایسے واقعات کے جو پتھر پر کندہ یا بھوج پتر پر تحریر ہوئے ہیں تہذیب
کی بنا و تاریخ کے لئے مہیا کئے گئے ہیں اور وہ لوگ جو ہندوتاریخ کے مختلف دوروں تک رسائی
حاصل کرکے ہندو علمِ ادب میں غلو بہم پہنچا چکے ہیں اچھی طرح ماہر ہیں کہ ہندو علمِ ادب ترقی کی ایک
کامل اور قل ودل کہانی ہمارے سامنے پیش کرتا ہے اور ہندو تہذیب ہندو خیال اور ہندو مذہب
کے اُس بڑھاؤ اور اُس بتدریج تبدل صور کو ہویدا کرتا ہے جسکو تین ہزار برس سے بھی کچھ زیادہ عرصہ وجود
میں آئے منقضی ہوا۔ انسانی تہذیب کا فلسفی خیال مورخ اگرچہ ضرور نہیں کہ وہ ہندو ہی ہو سمجھ سکتا
ہے کہ ہندوؤں نے کس حد تک بے لگاؤ بے لوث اور غایت درجہ کی محنت اُٹھا کر اپنی تصنیف
کے واسطے کارآمد سامان محفوظ ومصئون رکھے ہیں۔

ہم چاہتے ہیں کہ واقعیت کے سمجھنے میں کسی نوع کی غلطی سرزد نہ ہو بایں وجہ ہم نہایت
حزم واحتیاط سے اُن مقبولہ رایوں کو بنظر رفع کرنے ایسے عامیانہ ونادرست خیال کے ترتیب
دیتے ہیں جسکا مفہوم یہ ہے کہ ہندوستان کوئی تاریخ لایق مطالعہ نہیں رکھتا نہ وہ گزشتہ واقعات
کا ایک متواتر اور قابلِ اعتبار تاریخی سلسلہ رکھتا ہے جسکے ذریعہ سے زمانۂ حال کے لوگ دلچسپی

و تعلیم حاصل کریں۔

ہم وثوق کے ساتھ کہتے ہیں کہ قدیم ہندوستان ایک ایسا دلآویز افسانہ رکھتا ہے جسکے کمال درجہ کی دلکشی ایسی اسکے طرز بیان سے مترشح ہو رہی ہے اور جسکی بیمثل لطافت ہی ایک عجیب اثر کے ساتھ قلوب پر محویت کا عالم طاری کر رہی ہے۔ ہم اس کہنہ افسانہ میں پڑھتے ہیں کہ کیونکر ظاہری و باطنی خوبیوں سے آراستہ آریہ دنیا کے دوسرے سرے سے ایسی موافق طبع اور خوشگوار آب و ہوا میں جو بالخاصہ ان کے سازگار واقع ہوئی تھی اپنی تہذیب پھیلانیکے لئے مفارقت گوارا کرکے آئے۔ ہم اسمیں انکے ان زریں کارنامہ انکشافات سے مطلع ہوتے ہیں جنکا وقتاً فوقتاً اور یکے بعد دیگرے ظہور ہوتا رہا۔ ہم اسمیں ان کے مذہبی و تمدنی اور ان اختراعات کو دیکھتے ہیں جنکو وہ پے در پے صدیوں تک عمل میں لاتے رہے ہم اسمیں ان کی اس ملکی کارروائی کا ذکر پاتے ہیں جسکو کہ رفتہ رفتہ انھوں نے ہندوستان میں وسعت دی اور نئی نئی بادشاہتوں اور ہونہار خاندانوں کی بنیادیں رکھیں۔ ہم اسمیں ان کے ان مناقشات اور مجادلات کو معائنہ کرتے ہیں جو ان کے پاکیزہ و مجتہدانہ حکومت کے مغائر ان کی کامیابیوں اور ناکامیابیوں کی نسبت وقوع پذیر ہوتے رہے ہم دلچسپی کے ساتھ ان کے اس بڑے مذہبی و معاشرتی انقلاب اور انکے دور تک پہنچے ہوئے نتائج کا مشاہدہ کرتے ہیں جنھوں نے ایک عظیم تغیر ان میں نمایاں کر دیا تھا بے شک یہ مہتم بالشان افسانہ بمقابلہ کسی ایسی کہانی کے جسکو شہرزادی نے اپنی زبان سے بیان کیا ہو بلحاظ دلچسپ ہونیکے زیادہ تر دل پر اثر کرنے والا ہے اس افسانہ کا سلسلہ نہ تو کہیں سے منقطع ہوتا ہے نہ کہیں سے بے ربط دکھائی دیتا ہے۔ غرضکہ وہ اہم اسباب جنھوں نے ایک قوم کو بڑے بڑے مذہبی و معاشرتی تغیرات کی جانب مائل کیا تھا ناظرین پر آئندہ عیاں ہوں گے اور وہ ہندو تہذیب کے اس بتدریج ظہور پر دسترس حاصل کرینگے جسکا صدور بغیر کسی فصل و انقطاع کے سراسر تیس صدیوں تک ہوتا رہا ہندو تہذیب کے نقائص کا مقابلہ جسوقت یونان یا روم کی نوخیز تہذیب کیساتھ کیا جاتا ہے

تو زمانۂ حال کے لوگوں کے لئے ایک بہت بڑی نصیحت کا باعث ہوتا ہے ہماری کامیابیوں کا افسانہ بہ نسبت ہماری ناکامیابیوں کے کچھ زیادہ تر خواب غفلت سے بیدار کرنے والا نہیں ہے۔ بسوا متر کے شنکر کپل کا فلسفہ اور کالیداس کی شاعری موجودہ ناظرین کے واسطے بمقابلہ اُن دقیق واہم اسباب کے جنہوں نے ہماری ملکی زندگی کے تنزل اور پیشوایان دین کے رفعت و کمال کی طرف ہمکو رہنما کیا تھا کوئی اعلےٰ درجہ کے مضامین نہیں ہیں۔ اُس گروہ کے مذہبی عروج کا افسانہ جب گوتم بُدھ کا اقتدا کیا جاتا تھا اور نصف دنیا اُس مہاتما کے قدموں پر سر رکھے ہوئے تھی کچھ ایسا زیادہ تعلیم دینے والا بہ نسبت اُن اسباب کے نہیں ہے جو اُس گروہ میں کسی ملکی ترقی کی عدم موجودگی یا ہر دل عزیز آزادی کے بعد کسی جدوجہد اور سعی و کوشش کی غفلت کا موجب شمار کئے جاتے ہیں۔ وہ اونچے اونچے مقامات جنکی جانب برہمنوں اور کشتریوں کی ذہانت نے ایسی حالت میں بلند پروازی کی تھی جبکہ دنیا کی ادراکانہ زندگی ہنوز طفولیت کے گہوارہ میں پڑی جھول رہی تھی بمقابلہ اُس ذہانت کی عدم موجودگی کے بہت عبرت دلانے والی نہیں ہے جسکی جانب خلق اللہ کی ایک بڑی تعداد نے اپنے بیوپار یا معمولی اشغال میں نئی نئی ایجادات اور بحری تحقیقات میں سنگتراشی عمارت اور طرح طرح کے فنون میں یا ہر دل عزیز زندگی کے نشو و نما یا ہر دلعزیز قوت کی حفاظت و صیانت میں بلند پروازی کی تھی۔

قدیم ہندوؤں کی ادراکانہ زندگی کی تاریخ اپنے تواتر اپنے کمال اور اپنے فلسفیانہ صداقت کے اعتبار سے بنظیر کہی جاسکتی ہے۔ مگر وہ مورخ جو ایسی ادراکانہ زندگی کی محض نقاشی ہی کرتا ہے گویا وہ اپنا آدھا فرض ادا کرتا ہے کیونکہ علاوہ اسکے ہندو تاریخ کا ایک اور غمناک حصہ بھی ہے۔ لہذا ضرور ہوا کہ اسکا یہ حصہ یا رُخ بھی بڑی ایمانداری کے ساتھ دکھایا جائے۔

ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ قدیم ہندوستان کی تاریخ چند جدا جدا دوروں پر منقسم ہے جنمیں سے ہر دور اپنا علیحدہ اور تفصیلوار علم ادب رکھتا ہے اور ہر دور اپنے ہمراہ خصوصیت کیساتھ

ایک تہذیب بھی رکھتا ہے جس نے دوسرے دَور کی تہذیب میں بڑے بڑے ملکی و تمدنی اسباب کے زیراثر اپنے آپ نئی اشکال تبدیل کر لیں عام خیالات کو دیکھتے یہ امر نہایت پسندیدہ و مستحسن معلوم ہوتا ہے کہ ہم شروع میں ایک مختصر ذکر اُن تاریخی واقعات کا بھی کر دیں جنکی روسے وہ مستند سمجھے جاسکتے ہیں ہم خیال کرتے ہیں کہ مختلف ازمنہ کا ایک نقشہ بھی ہمارے ناظرین کو اس کتاب کی منشا و غایت اور اُسکے مفہوم و مقصود سے ضرور آگاہ کریگا اور غالبًا اُن کو ہر دور کے مفصل حالات کے متعلق ایسی صورت میں جبکہ ہم اُن سے کافی طور پر بیان کرنے کے لئے آمادہ ہیں نہایت موثر طریقہ میں مدد دیگا۔ ہم اپنی کتاب کو اس دور سے شروع کرتے ہیں جسکو بہت ہی ابتدائی دور کہنا چاہئے یعنی وہ دور جب آریہ پنجاب میں آکر سکونت گزیں ہوئے تھے۔ رگ وید کے منتر اُس دور کی تاریخ کیواسطے ایسے ایسے سامان ہماری نظر کے سامنے پیش کرتے ہیں جنکو اُس دور کی تاریخ کا مادّہ کہنا زیادہ موزوں معلوم ہوتا ہے۔

پہلا دَوْر

اِس بے بہا کتاب (رگ وید) میں ہم اُن آریہ لوگوں کو جنھوں نے اول ہی اول ہندوستان میں قدم رکھا تھا اندس اور اُسکی پانچوں شاخوں کے درمیان فاتحین و ساکنین کی حیثیت سے دیکھتے ہیں وہ ستلج کے اِدھر ہندوستان کے حال سے بالکل ہی نابلد تھے۔ وہ ایک فاتحانہ نسب لیکر آئے تھے اور اپنے زور قوت پر نازاں تھے وہ خود اپنی نگہداشت کرنیمیں مستعد۔ ایک قومی زندگی کے نشہ میں سرشار ایک دماغی قابلیت کے ساتھ کام کرنیمیں منہمک اور ایک غایت درجہ کی دلدادگی سے پرجوش خوشیوں میں مسرور رہتے۔ بیشک بلحاظ ایک خاص اصول کے وہ اِس زمانہ کے سوچ بچار کرنے والے اور اثر پذیر ہندوں سے نہایت ہی متفاوت الخیال واقع ہوئے تھے

وہ اپنی مویشی سے ہر طرح مطمئن اور چراگاہوں میں خوش خوش وقت گزارتے وہ اپنے قوی اور مضبوط ہاتھوں سے نئے نئے مقبوضات حاصل کرتے اور قدیم باشندگان سرزمین سے جو اپنے قیام کے لیے بمقابلہ غیر مغلوب فاتحین کے بیکار ہاتھ پاؤں مارا کرتے جدید جدید ملکوں میں حصہ لیتے پس یہ دور قدیم باشندگان ملک کے مقابلہ میں ایک جنگ وجدال اور فتوحات کا دور خیال کیا جاتا تھا۔ آریہ فاتحین اپنے فتوحات کا مستانہ فخر اپنے منتروں میں بیان کرتے اور دیوتاؤں سے استدعا کرتے کہ وہ اُنکو دولت اور نئے نئے مقبوضات عطا کریں۔ وہ اُن سے وحشیوں کے تباہ کرنے کی روز وشب آرزو ظاہر کرتے اور ہر وقت اسی اُدھیڑ بُن میں مصروف رہتے الغرض جہاں تک قدرت کے چہرہ پر شفافی خوشنمائی اور جلال نظر آتا وہاں تک آریہ سرور وانبساط کے ساتھ متعجب ہوتے اور قدرت کے انکشافات ومظاہر کو پوجتے اور جسطرح دیوتاؤں سے دعا ومناجات کرتے اسیطرح اُن سے بھی خلوت وجلوت میں الحاح والتجا کرتے۔

ہمارے نزدیک اسبات کا ظاہر کرنا غیر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آیا اُسوقت میں آریہ لوگوں کا مجموعی گروہ ایک متحد فرقہ تھا۔ مگر اسقدر کہدینا مناسب ہے کہ ذات کا فرق صرف قدیم باشندوں اور آریہ لوگوں کے درمیان ہی دکھائی دیتا تھا۔ یہی حال پیشوں کا تھا۔ کیونکہ کوئی امتیاز پیشوں کا بھی اُن میں نظر نہیں آتا تھا البتہ زیادہ سے زیادہ بیگھوں کا ایک شہزور مالک جو امن کے ایام میں کھیتوں کو ہل چلا کر قابل زراعت بناتا اور بڑے بڑے گلوں کا رکھنے والا سمجھا جاتا کبھی تو اپنے گانوں کی حمایت وحفاظت میں مشغول رہتا یا کبھی لڑائی کے زمانوں میں قدیم رہنے والوں کی تاخت وتاراج کے واسطے نکلجاتا ورنہ اکثر عبادت کے وقتوں میں لڑائی کے دیوتا اندر کا تصور کر کے پرزور منتروں کی تصنیف میں مستغرق رہتا۔ اُس دور میں نہ مندر تھے نہ بُت تھے ہر قبیلہ وخاندان کا سردار خاص اپنے مطبخ یا آتشدان میں قربانی کی آگ روشن رکھتا اور دودھ چاول

یا جانوروں کی نذریں چڑھایا کرتا یا آگ پر سوما کا عرق چھڑکتا اور "نزل" دیوتاؤں سے خود اپنے اور اپنی اولاد کے لئے ہر قسم کی برکتیں ہر طرح کی آسائشیں اور بکثرت دولت وحشمت کے خزانے دعا و مناجات کے ذریعہ سے چاہتا رہتا۔ ہر گروہ کے سردار اپنے اپنے گروہ کے راجا اور رئیس مانے جاتے اور اپنے واسطے قربانیاں ادا کرتے منتر اُچارن کرتے اور اپنے اپنے پروہت رکھتے مگر واضح رہے کہ اُس عہد میں پجاریوں اور پروہتوں کا کوئی تھوک علیحدہ نہیں تھا اور نہ کوئی شاہی ذات جداگانہ تھی سب لوگ مرفہ حال اور ایسی آزادی کیساتھ شاداں و فرحاں اوقات بسر کرتے جو زراعتی و راعیانہ فرقوں سے علاقہ رکھتی تھی۔

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا وہ کون زمانہ تھا جب آریہ پنجاب میں قیام پذیر ہوئے تھے ؟ کولبروک نے جنکو شائقین یورپ کے حق میں گویا ویدوں کا مترجم اول کہنا چاہیئے چودھویں صدی کا زمانہ قرار دیا ہے جبکہ وہ تمام و کمال مدون و مرتب ہو چکے تھے۔ چونکہ تمام علما انڈس اور اُسکے پانچوں باجگذار دریاؤں پر آریوں کی مدت سکونت کے لئے پانچ یا چھ صدیاں تسلیم کرتے ہیں تو اس حساب سے ہم اول دور کی مدت ۲۰۰۰ برس سے ۱۴۰۰ برس تک قبل حضرت مسیح کے قرار دیتے ہیں۔

پروفیسر میکس مولر نے اپنی سب سے آخری تصنیف میں قبل حضرت مسیح کے ۱۵۰۰ برس کا زمانہ ویدوں کی تصنیف کے متعلق جس حیثیت سے کہ اب ہم اُنکو دیکھتے ہیں قبول کیا ہے۔ یا قبل حضرت مسیح کے ۱۵۰۰ برس سے ۱۰۰۰ برس تک کا زمانہ جبکہ وہ تصنیف یا کامل طور پر مدون ہو چکے تھے مانا ہے اُنھوں نے ایک اور تصنیف میں بیان کیا ہے کہ "چار ہزار برس کا عرصہ منقضی ہوا (یا اُس سے بھی بہت پہلے) وہ آریہ جنھوں نے جنوب کی طرف سے پنجاب کے دریاؤں تک سفر کیا تھا اُسکو (یعنی قادر مطلق کو) دیاؤس پتا۔ یا "آسمانی باپ" پکارتے تھے۔

پروفیسر ویبر نے ایک ہزار برس کا عرصہ "قبضہ کرنے مطیع بنانے زراعت کے کمال پہنچانے اور خشکی کے بے انتہا قطعہ کے مالک بننے" کے لئے انڈس سے گنڈک تک تسلیم کیا ہے اس رائے سے ہمکو بھی اتفاق ہے لیکن پروفیسر مذکور نے جس صورت میں ۵۰۰ برس کی مدت حضرت مسیح سے پہلے اُس زمانہ کی نسبت مقرر کی جبکہ ہندو دریائے گنڈک پر آکر آباد ہوئے تھے تو معلوم ہوا کہ غلطی کی ہے۔ ہم بتاتے ہیں کہ ہندؤں نے ودیہا خاندان کے بادشاہت کی بنیاد اُس دریا کے متصل تقریباً حضرت مسیح سے ۱۰۰۰ برس پیشتر رکھی تھی اور آریہ شاید پہلے ہی ۲۰۰۰ برس قبل حضرت مسیح سے انڈس کو عبور کر چکے تھے۔

پروفیسر وھٹنی نے رگ وید کے منتروں کے لئے ۲۰۰۰ سال سے ۱۵۰۰ سال تک کا زمانہ قبل حضرت مسیح کے معین کیا ہے اور ڈاکٹر مارٹن ہگ نے اُن منتروں کے واسطے ۲۰۰۰ سال سے ۱۴۰۰ سال تک کی مدت تجویز کی ہے۔ حالانکہ اُنہیں سے قدیم ترین کے متعلق ڈاکٹر موصوف نے ایک بہت بعید زمانہ کا دعوے کیا ہے یہاں یہ ضرور نہیں کہ ہم اور علما کی رایوں سے بھی استناد کریں کیونکہ ہم خیال کرتے ہیں کہ جب اس بحث کی نسبت ہمکو عام رائے سے درحالیکہ ہم خود ۲۰۰۰ برس سے ۱۴۰۰ برس تک قبل ولادت حضرت مسیح ہندو تاریخ کے اول دور کے لئے قرار دے چکے ہیں اتفاق ہے تو اب زیادہ بحث کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ پس اس دور کی مناسبت سے ہم اسکو وید کا دور کہیں گے۔

دوسرا دور

جب ایکبار ہندو دریائے ستلج تک آپہنچے تو پھر اُنکو اُسکے عبور کرنے میں ذرا بھی پس و پیش نہ کرنا پڑا اور مثل تیز رو سیلاب کی سرعت کے ساتھ وہ گنگا کی تمام وادی میں پھیل گئے۔ ہم رگ وید میں گنگا جمنا کا ذکر بہت ہی کم پاتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم رہے کہ اول یا وید کے دور میں عموماً ہندو ان سے قطعاً نا آشنا تھے۔ تاہم یہ بہادر نو آباد پنجاب سے خروج کر کے ان دور دراز دریاؤں کے

کناروں پر جن سے وہ اوائل میں محض انجان تھے آکر مقیم ہوئے۔ اسطرح یہ مقامات شاید دوسرے ہی دور میں آباد ہو گئے تھے۔ یہاں تک کہ چند صدیاں بھی نہ گزرنے پائی تھیں کہ گنگا کا سارا نشیب موجودہ ترہٹ کے قرب وجوار تک طاقتور راجاؤں اور بہادر قوموں کا مرکز بن گیا تھا جو اپنے علمی مدارس میں علم حکمت کا بیج بوتے اور مذہب کی نئی شکلیں اور تہذیب کے وسیع المقدار پیرائے وید کے دور کے پیرایوں سے اخذ کرکے شایع کرتے۔

اُن قوموں کے مابین جو گنگا کی وادی میں تروتازگی سے سکونت رکھتی تھیں بڑے بڑے مشہور لوگ ہندوستان کے قومی علم ادب میں اپنے نام زندہ و یادگار چھوڑ گئے ہیں۔ موجودہ دہلی کے آس پاس کوروں نے اپنی سلطنت کا رنگ جمایا تھا۔ حال کے قنوج کے گرد و نواح میں جنوب مشرق کی سمت پنچالہ نے اپنے ڈیرے ڈالے تھے کوسلا خاندان نے گنگا اور گنڈک کے درمیاں اُس فراخ قطعۂ زمین پر اپنی حکومت کی بنیاد رکھی تھی جو فی زمانا اودھ کو شامل ہے۔ ودیہا فرقہ نے گنڈک کی دوسری جانب وہ جگہ جو اب ترہٹ کے نام سے شہرت رکھتی ہے اپنی بود و باش کے واسطے قرار دی تھی۔ اور کاشی گھرانہ والے اب کے بنارس کے ادھر اُدھر بستے تھے یہی دوسرے دور کی قومیں تھیں جنکی شوکت و صولت نے ہرطرف اپنا رعب مسلط کر رکھا تھا ان کے علاوہ اور بھی کمزور اقوام رہتی تھیں جنھوں نے وقتاً فوقتاً موقع پاکر اپنے اپنے راج پھیلانا شروع کر دئے تھے۔

جس وقت پہلے ہی پہل کورو پنچالہ خاندانوں نے اس دوآبہ پر آکر قبضہ کیا تھا اُسی وقت سے وہ ایک پرزور قومی زندگی کی علامتیں دکھانے لگے تھے اور اُن کی خونریز لڑائیوں نے ہندوستان کے اول درجہ کی مہا کاب یعنی مہابھارت کے لئے ایک پرشکوہ مضمون مہیا کر دیا تھا۔ اگرچہ یہ کتاب اپنی موجودہ صورت و شان میں باخیر زمانہ یا یوں کہئے کہ اخیر زمانوں کی تصنیف خیال کیجاتی ہے لیکن وہ اپنے ظاہری رنگ ڈھنگ میں اُن دہقانی یا راجپانہ اور نہایت قوی و شجاعانہ جوشوں

کی حمایت و حفاظت کرتی ہے جن سے گنگا کی ترائی کے ابتدائی فاتحین کا انکشاف صفت ہوتا ہے۔ کیف
ہند و اس وادی کی روح پرور و خوشگوار آب و ہوا میں قبل اسکے کہ اپنی خو بو زور و قوت اور قابلیت و
آہنیت کو جبکہ وہ علم و تہذیب میں حصہ لے چکے تھے تلف کر دیں یا ہاتھ سے کھو بیٹھیں زیادہ صدیوں
تک نہ دم لے سکے جیسے جیسے وہ اس دریا کے نشیب کیطرف گروہ گروہ پھیلتے اور چلتے پھرتے
نظر آتے تھے ویسے ہی ویسے اُن فاتح نسلوں کی طاقت کا کم ظہور ہوتا جاتا تھا۔ اس زمانہ میں ودیہا
اور کاشی خاندانوں کے شاہانہ دربار علم و فضل کی روشنی سے جگمگا رہے تھے مگر باوجود اسکے معاصر علم
ادب اُن کے خواص سپہگری سے بالکل قاصر ہے۔ کوسلا خاندان والے بھی ایک شایستہ نسل کے لوگ
تھے لیکن اس نسل کی روایات ہندوستان کی دوسری مہا کاب یا قومی نظم رامائن میں محفوظ رکھی گئی ہیں
(یہ کتاب بھی اپنی موجودہ صورت میں اخیر زمانہ کی تصنیف ہے) جو معاشرت اور خانگی زندگی کے فرائض
پیشوایانِ دین کی اطاعت اور مذہبی طریقوں کے اعتبار سے بمقابلہ مہابھارت کے نہایت قوی زوردار
اور نہ رکنے والے جوشوں کو زیادہ تر حرکت میں لاتی ہے۔

ہندوؤں کے مذہبی و معاشرتی قواعد میں بہ تدریج ضعف و انحطاط بہت بڑے بڑے اور اہم
نتائج کا سبب واقع ہوا۔ مذہب نے اپنے اصلی اور سچے جوش کو تبدیل کر دیا تھا وہ پرطاقت مگر سادہ
منتر جنکے ذریعہ سے پنجاب کے بہادر فاتحین قدرت کے دیوتاؤں سے مناجات یا پرارتھنا کیا کرتے
وہی گنگا کی وادی کے گرد گزرنے رہنے والوں اور رسم پرست ہندوؤں کی شاذ و نادر ہی ثنا کرتے
تھے۔ ہر چند کہ اسوقت تک اُن منتروں کا بار بار اعادہ کیا جاتا ہے پھر بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا
وہ اپنے مفہوم و مصداق سے سراسر معرا ہیں۔ آخر کار اسی انقلاب و تغیر کے باعث رسم پرستیوں
اور مذہبی اعمال نے بے لوث دیگر نگ صورتوں کو یکسر مسخ و فسخ کر کے اُن کی جگہ اپنا قدم جما لیا تھا
اب پیشوایانِ دین کی جماعت تعداد و اثر میں بڑھ گئی تھی۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ وہ ایک خاص

موروثی فرقہ قرار پا گئے۔ گنگا کی وادی کے راجہ اور جنگ آور سوربا بڑے بڑے عالیشان محلوں میں عیش و عشرت کے ساتھ عمریں بسر کرتے اور بہ نسبت پنجابی سادہ مزاج کاشتکاروں اور جنگجو لوگوں کے نمایشی اور زرق برق حلقوں میں شب و روز اوقات گزارتے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ مذہبی جماعت نے خود بخود عوام الناس سے علیحدہ ہوکر اپنا جتھا جدا قایم کر لیا۔ عوام کا گروہ یعنی رگ وید کے دیس پنجاب میں بلحاظ اپنے بزرگوں کے زیادہ کمزور و ضعیف ہو گئے تھے اور بغیر مذہبی اقرار کے انھوں نے اُن زنجیروں کو پہن لیا تھا جنکو پیشوا و نبردآزما یعنی برہمن اور کشتری اپنے چاروں طرف ڈالے رہتے تھے اور چونکہ فرماں برداری بداخلاقی کے معنی کی وضاحت کرتی ہے اسی لئے ہندوں کے راج میں عام لوگوں نے اسکے بعد کبھی اسقدر سعی و جہد اپنی حالت کے روبراہ لانے میں نہیں کی جسقدر قدیم و جدید یورپ کے رہنے والوں نے کی تھی۔ الغرض قدیم باشندگانِ ہند جو حلقہ بگوشی اختیار کر چکے تھے اور جنھوں نے آریہ تہذیب قبول کر لی تھی شودروں کی ادنے قوم بنگئے۔ اور اُن مذہبی رسوم کے بجالانے اور مذہبی علوم کے حاصل کرنے کے لئے ناقابل ٹھیرائے گئے جنکو آریہ خصوصیت سے انجام دیا کرتے تھے۔

دوسرے دور کی ہندو تاریخ میں ذات کے طریقہ کی یہ اصلیت اور یہ ابتدا تھی جو معرضِ تحریر میں آئی اسی طریقہ نے عام گروہ میں ایک خاص حد تک ضعف و انحطاط اور روحانی اضمحلال کو ترقی و قوت دی تھی جسکے بعد سے یہ ضعف علیٰ حالہٖ قایم رہا اور پھر کبھی اصلی قوت نے عود نہیں کیا۔

اب اُس واقعہ کا ذکر کیا جاتا ہے کہ یہ دوسرا دور عوام کی اطاعت و فرماں برداری کا ہی دور نہیں تھا جسنے انکو برہمنوں اور کشتریوں کا تابع بنا دیا تھا بلکہ خود کشتریوں کو بھی برہمنوں کا مطیع و منقاد کر دیا تھا۔ مگر دورِ مذکور کے انجام پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس خاص امر میں مزاحمت و منازعت بھی وقوع میں آئی تھی یہانتک کہ مغرور کشتریوں نے اُس جوئے کو جسکی رگڑ سے اُنکی

کردنیں مجروح ہوگئی تھیں جوش و خروش کے ساتھ جنبش دینے اور بمقابلہ برہمنوں کے علمی مذہبی دونوں میں مساوات کا ثبوت پیش کرنیکی غرض سے تگاپوئے تبلیغ کی اور اُن بے معنی مذہبی طریقوں اور روایتی دستور العملوں سے عاجز و تنگ آکر جنکا اظہار و اعلان پیشوایانِ دین کیا کرتے تھے شتریوں نے صداقت کے متعلق نئے نئے قیاسات اور پرزور تحقیقاتیں شروع کر دیں اسپر بھی یہ جد و جہد اور سعی و کد سب کی سب بے اثر ثابت ہوئیں اور آخر پیشوایانِ دین کا ہی پلہ بھاری رہا۔ مگر یہ پرزور قیاسات ہی اس دور کے بے روح علمِ ادب کی بنیاد خیال کئے جاتے ہیں جو شتریوں نے اختراع کئے تھے اور یہی قیاسات اوس قوم کی میراث کے طور پر قایم رہے اور ہند و فلسفیانہ نظام کا اصل الاصول اور آخر زمانہ کے مذہبی انقلابات کا ماخذ قرار پائے۔

گنگا کی وادی میں آریہ قوم کی مدتِ قیام و وسعتِ زمان نے یہانتک طول کھینچا کہ رگ وید اور باقی تینوں وید یعنی سام ججر اور اتھروَن تمام و کمال مدون و مرتب ہو چکے تھے پھر ان کے بعد ہی ایک دوسری قسم کی تصنیفات نے براہمنہ کے نام سے شہرت پائی اور وہ قربانی کی رسوم سے مختص کی گئیں یہی معرا اور طول طویل تصنیفات عوام کی کمزوری اور اُس زمانہ کے پروہتوں کی حکومتانہ کارسازیوں کا پرتو نمایاں کرتی ہیں یہی وجہ تھی کہ دنیوی تعلقات سے بیزار ہوکر جنگلوں میں زندگی بسر کرنا جو قدیم زمانہ میں ایک غیر معلوم طریقہ تھا زور و شور کے ساتھ جاری ہوگیا براہمنوں کے آخری حصے آرن یکا۔ دشت و کہسار میں ترکِ علایق کرکے عمر کاٹنے میں مخصوص ہیں مختصر یہ کہ وہ بیباک قیاسات جنکے مخترع شتری تھے اُپنشدوں کے نام سے موسوم ہوئے اور یہی قیاسات اور اُس دور کے علمِ ادب کے وہ آخری حصے ترتیب دیتے ہیں جنکو ہندوستان کے متبرک علمِ ادب کا خاتمہ کہنا سزاوار ہے۔

ڈاکٹر ایچ ایچ ولسن نے پروفیسر میکس مولر کی اُس ضخیم کتاب پر جو سنسکرت علمِ ادب کے متعلق

لکھی گئی ہے اور جسکو تین سال کا عرصہ گزرا اپنی تقریظ میں یوں بیان کیا ہے کہ پانچ صدیوں کا زمانہ اُن بڑی بڑی ملکی اخلاقی اور مذہبی تبدیلیوں کے عمل میں لانے کے لئے کچھ بہت مدت نہیں جنکا وقوع اُس دور میں ہو چکا تھا۔ بیشک ڈاکٹر ولسن کے قول میں راستبازی کی جھلک نمایاں ہوتی ہے۔ کیا سبب کہ اُس دور میں صاف دکھائی دیتا ہے کہ گنگا کی ترائی سے تربہت تک نوآبادیوں کا سلسلہ قایم ہو گیا تھا۔ ہندو تہذیب نے ہاتھ پانوں پھیلا دئے تھے۔ ولا قتور سلطنتیں اپنی اپنی جگہ مقرر ہو چکی تھیں مذہبی اقوال نہایت محنت و جانفشانی سے منضبط کئے گئے تھے۔ معاشرتی قواعد میں تغیر کا اثر محسوس ہو چلا تھا۔ ذات کا دستور جاری ہو گیا تھا پیشوایان دین کی بزرگی واجب و لازم تسلیم کر لیگئی تھی اور آخر برہمن شاستریوں کی جانب سے اس خصوص میں گرید کیگئی تھی جس نے ایک حقارت انگیز نفرت ظاہر کر دی تھی۔ اور پھر اُس دور میں ایک نوع بنوع اور مشرح علم ادب ضبط تحریر میں آیا تھا اسیواسطے یہ دور باعتبار وسعت کے تقریباً ۱۴۰۰ برس سے ۱۰۰۰ برس تک قبل حضرت مسیح کے شمار کیا جاتا ہے۔

بسبیل تذکرہ ایک یا دو واقعے یہاں اور بیان کئے جاتے ہیں جنسے ان زمانوں کی زیادہ توثیق ہوتی ہے اُس دور کے وسط کا واقعہ وہ عظیم جنگ ہے جو کورو اور پنچالہ میں روبکار ہوئی تھی اور مہابھارت جیسی ضخیم کتاب کا موضوع ہے جسکی نسبت ہم آیندہ ذکر کرینگے۔ اسی دور کے وسط کا علمی واقعہ ویدوں کی تدوین ہے۔ روایات اور ہندوؤں کی تاریخی نظم ہمکو مطلع کرتی ہیں کہ ویدوں کا مدون مہابھارت کا ہمعصر تھا مگر اس واقعہ کی تکذیب و تصدیق ہماری قلبی حالت پر منحصر ہے۔ اب ہم ان دونوں باتوں کو جدا جدا کر کے جانچیں گے۔

پھر روایت ہم سے اس طرح کہتی ہے کہ جس وقت ویدوں کی تالیف ہوئی تھی اُس وقت نقاط راس الجدی کی حالت مشاہدہ کی گئی تھی اور پھر وہ حالت اُس زمانہ کا

نشان دینے کی غرض سے منضبط کی گئی تھی۔ مگر جوتش جسمیں یہ حال ملتا ہے آخری عہد کی تقویم ہے اور حضرتِ مسیح سے تین صدی یا زیادہ پہلے کی نہیں ہے تاہم اس مشاہدہ کا ظہور یقیناً اس سے قبل ضرور ہوا تھا۔ حالانکہ بنٹلی اور آر ج ڈیکن پریٹ جیسے مہندسوں نے اس شمار سے بھی بہت آگے قدم رکھا ہے۔ اور دریافت کیا ہے کہ یہ مشاہدہ ۱۱۸۱ برس حضرتِ مسیح کے پہلے دائرۂ خیال میں مرتسم ہو چکا تھا۔

ابھی تھوڑا عرصہ ہوا کہ اس تحقیق کی واقعیت کے خلاف یورپ امریکہ اور ہندوستان میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے مگر ان مباحث میں ہم کوئی ایسی مغایرت نہیں پاتے جو اس منجمانہ مشاہدہ کی واقعیت سے متجاوز ہو۔ ہمارا تیقن ہمکو بتاتا ہے کہ وہ مشاہدہ قریب قریب ویدوں کی آخری تدوین کے اصلی عہد کا پتہ دیتا ہے اور چونکہ تدوین کے مشغلہ نے اکثر معلمین کو نسلوں تک برابر مصروف و مستغرق رکھا ہوگا اسلئے ہم خیال کر سکتے ہیں کہ حضرتِ مسیح کی ولادت سے ۱۲ ویں یا ۱۳ ویں صدی قبل وہ مدون ہوئے تھے لہٰذا اُسی زمانہ کا وقوع اُس دور میں پایا جاتا ہے جسکو ہم دوسرے دور کے لئے قرار دے چکے ہیں۔

اب ہم کورو پنچالہ لڑائی کی طرف اپنے خیال کو منعطف کرتے ہیں۔ ہندوستان کی مختلف بادشاہتوں کی سلسلہ وار تاریخیں اس پُرانی جنگ کی جانب اشارہ کرتی چلی آئی ہیں اور بعض بعض ان تاریخوں میں سے غیر لایقِ وثوق و ناقابلِ التفات نہیں معلوم ہوتیں۔ ظاہر ہے کہ بدھ مذہب کے بانی حضرتِ مسیح سے چھہ سو برس پہلے اس جہان میں موجود تھے۔ مگدھ دیش کی مفصل تاریخ سے ہمکو تحقیق ہوا ہے کہ کورو پنچالہ جنگ اور بدھ کے مابین ۳۵ راجاؤں نے راج کیا تھا۔ اگر اس حساب سے ہر ایک راجہ کا زمانۂ حکومت ۲۰ برس ہی مان لیا جائے تو مذکورۂ بالا جنگ کو حضرتِ مسیح کی پیدائش سے ۱۳ ویں صدی پہلے قبول کرنا پڑیگا۔

پھر ہمکو سکّوں کے ذریعہ سے دریافت ہوا ہے کہ پہلی صدی مسیحی میں کنشکا کشمیر میں حکمرانی کرتا تھا اور اُسکا جانشین ابھے مینو غالباً اُس صدی کے ختم ہونے پر تخت نشین ہوا تھا۔ اِس موقع پر کشمیری

مورخ ہمکو خبر دیتا ہے کہ ۲۵ راجاؤں نے ۱۲۶۶ برس کو پنچالہ جنگ کے وقت سے اپنے مینوتک راج کیا تھا۔ اس شمار سے واضح ہوا کہ ضرور یہ لڑائی حضرت مسیح کے قبل ۱۲ ویں صدی میں پیش آئی تھی۔

ہم اپنے ناظرین سے اوپر کے دئے ہوئے زمانوں میں سے کسی خاص زمانہ کے قبول کرنے کی تمنا یا استدعا نہیں کرتے اسلئے کہ ہندوستان کی تاریخ میں سکندر اعظم سے اول ٹھیک ٹھیک زمانہ کا قرار دینا جبکہ وہ دنیا کے فتح کرنیکو نکلا تھا قریب قریب غیر ممکن کے ہے مگر ایسی صورت میں کہ جب قرار واقعی شمار کرنے سے ایک مخصوص زمانہ یا تاریخی جدولیں ایک معین صدی کا پتہ بتا رہی ہیں تو اب مزید تحقیقات کی چنداں ضرورت باقی نہیں رہی پھر بھی اس مضمون پر کامل غور و فکر کرلینا لابدی امر ہے۔ وہ شئے جسکی ہم استدعا کرتے ہیں اور وہ شئے جسکی استدعا کرنے کے ہم مستحق ہیں یہ ہے کہ آپ اس بات کے تسلیم کرلینے کو ممکن خیال کرینگے کہ تقریباً سنہ مسیحی سے پہلے ۱۲ ویں یا ۱۳ ویں صدی کے آخر آخر ویدوں کی تدوین عمل میں آئی تھی اور اسی صدی میں کورو پنچالہ جنگ واقع ہوئی تھی۔

اگر فرض کیا جائے کہ کورو پنچالہ جنگ سنہ مسیحی کے اول تیرھویں صدی میں (یعنی جنگ طرا جن سے قریب قریب ایک صدی پہلے) پیش آئی تھی تو ایک ایسی آخری مدت کے زمانہ کا جسکا ذکر ہم کر رہے ہیں ۱۴۰۰ برس قبل سنہ مسیحی سے دوسرے دور کے آغاز کیلئے مقرر کرنا ممکن ہے۔ کورو پنچالہ جنگ کے وقت دھلی اور قنوج کے نواح طاقتور قوموں کے مقامات سمجھے جاتے تھے جنھوں نے خاص اپنی تہذیب اور اپنے علم ادب کو عالم میں آشکارا کیا تھا اسلئے اس زمانہ کے درمیان کہ جب آریہ پنجاب سے باہر آئے اور اس زمانہ کے درمیان کہ جب یہ نتائج گنگا کی وادی میں حادث ہوئے دو صدیوں کا ماننا لازم آیا۔

حضرت مسیح سے ۱۴۰۰ برس پہلے کی مدت کو ایک زمانہ کی حیثیت سے قبول کرنا جب

آریہ لوگوں نے پنجاب سے خروج کیا تھا ہمارے اُن زمانوں کو تقویت دیتا ہے جو ہم وید کے اول دور کے لئے (۲۰۰۰ - ۱۴۰۰) دیچکے ہیں۔

پھر یہ کہ براہمنوں میں سے بعض کسی معنوی شہادت پر مشتمل ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کورو پنچالہ خاندانوں کے زمانہ میں یا اُن کے بعد وہ تصنیف ہوئے تھے اسیواسطے ہم خیال کر سکتے ہیں کہ وہ ۱۳ ویں اور ۱۲ ویں صدیوں میں قبل حضرت مسیح کے تصنیف ہوئے تھے۔ اب باقی رہے اُپنشد اُن کی نسبت براہمنہ علم ادب کا خاتمہ نشان دیتا ہے کہ وہ قریب قریب گیارھویں صدی میں قبل سنہ مسیح کے تصنیف ہوئے تھے۔ چونکہ اول ہی اول ودیہا خاندان کے راجہ جنک نے ان اپنشدوں کے متعلق ایک ناگہانی تحریک کی تھی اسیوجہ سے ہم گمان کر سکتے ہیں کہ ودیہا اور کوسلا خاندان تقریباً ۱۲۰۰ برس سے ۱۰۰۰ برس تک رونق پذیر رہے اور کورو پنچالہ خاندان ۱۴۰۰ برس سے ۱۲۰۰ برس تک قبل حضرت مسیح کے حکمرانی کی مسند پر صرف متمکن ہی نہیں رہے بلکہ اُنھوں نے کارہائے عظیم ظاہر کئے۔ غرضکہ بلحاظ قرائن ہم اس دوسرے دور کو تاریخی نظم کا دور کہیں گے۔ یہ وہ دور تھا کہ جب ہندوستان کی قومی نظم میں اُس زمانہ کے لوگوں کی زندگی کا اسلوب اور جنگ وجدل کے پرجوش ہیبتناک معرکے بیان کئے جاتے تھے اور جب کورو اور پنچالہ خاندان کوسلا اور ودیہا قوم کے لوگ گنگا کی تمام وادی میں آب وتاب کے ساتھ بادشاہت کر رہے تھے۔

تیسرا دور

تیسرا دور شاید ہندوستان کی تاریخیں سب سے زیادہ تاباں اور پر رونق دور ہے۔ اس دور میں یہ خصوصیت تھی کہ آریہ گنگا کی وادی سے باہر آچکے تھے۔ وہ دُور دور تک خود بخود پھیل گئے تھے۔ کل ہندوستان کو زیر نگیں لاچکے تھے اور اُسپر قابض ومتصرف ہو چکے تھی

اُنھوں نے ہر جگہ ہندو تہذیب کو شایع کیا تھا اور جنوبی سرحد تک ہندو بادشاہتوں کی بنیادیں رکھی تھیں۔ مگدھ جس سے ہندو تاریخی نظم کے زمانہ میں ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہوا واقف ہو چکے تھے وہ تیسرے دور میں سارے ہند دھرم بنگیا تھا اور جس نو خیز و طاقتور سلطنت کی یہاں بنیاد رکھی گئی تھی وہ کسی باعث سے جلد گہن میں آگئی تھی اور پھر اُسنے گنگا کی وادی کے تمام پُرانے راجاؤں کو اپنا ماتحت و محکوم کر لیا تھا۔ اُن دلیر و سربرآوردہ نسلوں کی اولادیں جو قومی لڑائیاں لڑے اور زمانہ کا نشیب و فراز جھیلے ہوئے تھیں اور گنگا کی وادی میں رہنے والی بہت پُرانی اور نہایت زورمند نسلوں کی ذریات جو انڈس کی ترائی میں آریہ قوم کی بادشاہتوں کی بنا ڈال چکی تھیں سب اس نئی اور ترقی کنندہ طاقت کے روبرو پامال ہوگئیں۔ چندر گپت جو سکندر اعظم کا معاصر تھا پنجاب سے بہار تک شمالی ہند کے سارے ملک کو مگدھ کے زیر حکومت لے آیا تھا۔ اُسکا پوتا اسوک بدھ مذہب کا شہرت دہندہ سب سے بڑا مہاراجہ گزرا تھا وہ ایسا عالی وقار و بلند حوصلہ راجہ تھا کہ ہندو خود مختاری کے عہد میں شاید تیس صدیوں کے مابین کوئی اُسکا ہم پلہ ہوا ہو۔ اسوک کے ساتھ ساتھ ہی تیسرے دور کا بھی خاتمہ ہوتا ہے اور یہاں سے چوتھے یا بدھ مت کے دور کا آغاز سمجھا جاتا ہے۔

اِن نو آباد آریوں نے اب بنگالہ میں بھی اپنا عمل دخل کر لیا تھا اور ہندو مذہب اور ہندو تہذیب کو قدیم باشندگان ملک میں رواج دیا تھا۔ مگر قدیم ہندوستان کی تاریخ میں بنگالہ نے کبھی کوئی خاص علامت ایسی نمایاں نہیں کی جو تاریخی دنیا میں درجہ پا سکے۔ بخلاف اسکے اُن بادشاہتوں نے جنکی بنیادیں جنوب میں رکھی گئی تھیں نہایت ہی امتیاز و تفوق حاصل کیا تھا۔ چنانچہ اندھرا خاندان نے دکن میں ایک پُر طاقت سلطنت کی بنیاد ڈالی تھی۔ بڑی بڑی علمی مدارس قایم کئے تھے اور آخری عصر میں شمالی ہند پر اپنی حکومت پھیلانے میں یہ لوگ مختص خیال

کئے گئے تھے۔ جنوبی ملک سے ہٹ کر آریہ کہنہ وناتمام ڈریوڈین تہذیب کے ساتھ دست بدست آگے بڑھے وہاں انھوں نے ایک اعلےٰ درجہ کی تہذیب و شائستگی کو جاری کیا اور ڈریوڈ لوگ ہندو مذہب میں داخل ہوگئے۔ اور پھر انھوں نے نئی نئی بادشاہتوں کی بنیادیں ڈالیں جو چند ہی روز میں باعتبار علم وفضل اور زور وقوت کے ممتاز و بے مثل نکلیں۔ چولہ چیرا اور پانڈیا خاندانوں کی تینوں ریاستوں نے جو اسپین بہنیں کہلاتی تھیں اپنے اپنے نشان حکومت سنہ مسیحی سے قبل تیسری صدی میں بلند کئے۔ کانچی (کنجیورم) چولہ خاندان کی راجدھانی خود بخود اخیر زمانہ میں ہندو دار العلم ہونے کی حیثیت سے باوقعت ہوگئی تھی۔

مغرب میں سوراشٹر خاندان نے (مع گجرات اور مرہٹہ ویش کے) دکن میں اُن سے شائستگی سیکھی۔ اسی اثنا میں سمندر کی ایک دھجیر کے اُدھر سراندیپ کا جزیرہ دریافت ہوا۔ اور ہندو تجارت کی منڈی قرار دیا گیا۔ یہاں تک کہ اسوک نے اپنے بیٹے کو اُس سرزمین کی سمت روانہ کیا اور وہاں کے رہنے والوں کو بدھ مذہب میں داخل کرلیا۔ مشرق میں بدھ مذہب کے جاتری آ آکر آباد ہوئے۔ اور اسوک سے کئی صدی پہلے پہاڑیوں کو کاٹ کاٹکر گپھائیں بنائیں۔

اُس عصر کا قولی وفعلی جوش جسطرح علم ادب سے منکشف ہوتا ہے اُسی طرح ملکی فتوحات سے بھی نمودار ہوتا ہے منتشر و متفرق تعلیمات کے کل دستور براہمنوں اور آرن یکوں کی تمام رسوم سوتر یا اقوال کی صورتوں میں جیسے کہ قربانی کی خاص بیاض بنائی جاتی ہے منضبط کئے گئے تھے۔ ان کے علاوہ اور اور سوتر بھی خانگی رسوم ومعاشرتی طرزِ عمل کی غرض سے تصنیف ہوئے تھے۔ تمام ہندوستان کے جنوب میں سوتر کے مدارس کھلگئے تھے۔ اور تصانیف کی تعداد روز بروز زیادہ ہوتی جاتی تھی۔ مذہبی تصانیف کے سوا موسیقی، علم قافیہ، صرف و نحو، علم لغت میں بھی نہایت جانفشانی کے ساتھ موفور سعی عمل میں لائی گئی تھی۔ چنانچہ اِسی دور کے ابتدا میں

یاسک نے اپنا نرکتا لکھا۔ پانینی نے اپنے صرف ونحو کے قواعد ترتیب دئے۔ قربان گاہوں کی تعمیر کی بنا پر وہ قواعد قایم ہوئے جنھوں نے علمِ ہندسہ کو ترقی دی جو اول ہی اول ہندوستان میں ظاہر ہوئے تھے۔

مختصر یہ کہ اُپنشدوں کے پند ونصائح رایگاں وبرباد نہیں گئے۔ اُن دلیرانہ قیاسات کا جو اُن میں دماغی سوتوں سے تراوش کر آئے تھے مطالعہ کیا جاتا اور ہر قسم کے فوائد کی اُن سے امید کیجاتی آخر الامر حضرت مسیح سے قبل آٹھویں یا ساتویں صدی میں کپل خاکِ ہند سے اُٹھا اور سانکھیا فلاسفی کو یکایک حرکت میں لایا۔ یہی وہ مدلل طریقہ فلسفہ کا تھا جسنے دنیا میں شہرت حاصل کی اور یہی وہ اصول تھا جو اول ہی اول مروج ہوا۔ سوائے اسکے اور ادر غور وفکر کرنے والوں کی جانب سے بھی چند فلسفہ کے قواعد صفحہ ہستی پر ظاہر ہوئے مگر سانکھیا فلاسفی ہندوستان کے مستقبل زمانے پر اثر ڈالنے کے لئے گویا مقدر ہو چکی تھی۔ کیونکہ گوتم بدھ حضرت مسیح کے قبل چھٹی صدی میں پیدا ہوئے اور انھوں نے سانکھیا فلاسفی کی اُس بار دمنطق پر بنی نوعِ انسان کے لئے ایک تالیفِ قلوب کرنیوالی ہمدردی مستزاد کی جس نے اُنکے مذہب کو نسلِ انسانی کے ایک تیسرے حصہ کا مذہب بنا دیا۔

اب بدھ مذہب آہستہ آہستہ اپنا قدم آگے بڑہانے لگا۔ اُسنے پہلے پہل غریب اور ادنٰے درجہ کے لوگوں کو اپنا گرویدہ کیا کیونکہ وہ اُس اقرار کے مغائر خیال کیا جاتا تھا جو ذات کی زنجیروں سے جکڑ بند تھا اور وہ ایک ایسا مذہب تھا جس نے انسان کو مساوی درجہ پر رکھنے اور ہموار سطح پر قایم کرنے کا اپنے آپ کو مدعی قرار دیا تھا وہ رفتہ رفتہ اُسی روش سے نشو ونما پاتا گیا۔ جس روش سے یوروپ میں عیسائیت نشو ونما پا گئی۔ یہاں تک کہ اسوک بدھ مذہب سے حضرتِ مسیح کے تین صدی پہلے جسطرح قسطنطین اعظم نے یوروپ میں نئے دین سے استفاضہ کیا تھا فیضیاب ہوا۔ الغرض

جس صورت سے عیسائی مذہب نے یونا فیوناً سرعت ظاہر کی اسی صورت سے بدھ مذہب نے بھی تیزی دکھائی حتیٰ کہ وہ شاہی حمایت کے سایہ میں جلد ایک قومی مذہب ہو گیا غایت یہ کہ سنہ مسیحی سے تیسری صدی قبل چوتھا یا بدھ دور شروع ہوتا ہے۔

ہمارے ناظرین ملاحظہ فرمائینگے کہ ہمکو تیسرے دور کی مدت قرار دینے میں کسی قسم کی دشواری پیش نہیں آئی حضرت مسیح سے ۲۶۰ برس پہلے اسوک گدی پر بیٹھا تھا اور قریب قریب ۲۴۲ برس سنہ مسیحی سے قبل بدھ کے مقالات کو منتظم کرنے کی غرض سے اسنے ایک مجلس منعقد کی تھی اسکے اول دو مجلسیں اسیطرح کی اور منعقد ہو چکی تھیں۔ ایک ۴۷۷ برس قبل حضرت مسیح کے جب گوتم بدھ نے انتقال کیا تھا دوسری اس سے سو برس بعد یعنی ۳۷۷ برس قبل سنہ مسیحی کے مگر یہ مجلس جو اسوک نے ۲۴۲ برس قبل حضرت مسیح سے قرار دی تھی اُسنے آخر کار مذہبی مقالات ترتیب دئے اور اسوک نے اُن کو تمام ہندوستان بلکہ اُسکے حدود کے باہر تک مشتہر کیا پس اس زمانہ ۲۴۲ برس قبل سنہ مسیحی پر تیسرا دور ختم اور چوتھے یا بدھ دور کا آغاز ہوتا ہے۔ ہم پہلے اس سے لکھ چکے ہیں کہ دوسرا دور ۱۰۰۰ برس قبل سنہ مسیحی کے قریب قریب ختم ہوتا ہے اسی واسطے ہم تیسرے دور کا زمانہ ۱۰۰۰ برس سے ۲۴۲ برس سنہ مسیحی کے قبل تک مقرر کرتے ہیں اسی بنا پر ہم اسکو برہانی دور کہیں گے۔

دور مذکور کے بڑے بڑے ملکی علمی اور مذہبی واقعات ساڑھے سات صدیوں کے ایک وسیع فاصلہ پر حاوی تھے جنکو ہم دور ہذا میں بیان کر آئے ہیں اور وہ تمام واقعات بھی بیان کر آئے ہیں جنکا تعلق اِن زمانوں کے واسطے ہمنے ضروری سمجھا ہے۔ ڈاکٹر ولسن کا خیال ہے کہ اول ہی اول آریہ قوم نے تقریباً ۱۰۰۰ برس قبل حضرت مسیح سے جنوب کیجانب سے پیشقدمی کی تھی اور ہم اس زمانہ کو تیسرے دور کے ابتدا کی نسبت بیان کر چکے ہیں۔ وہ زمانہ

جو ڈاکٹر بہلر نے گوتم بدھانیا اور آپس تمبہ کے سوتروں کی بابت دئے ہیں اُوپر کے دئے ہوئے زمانوں میں وقوع پاتے ہیں۔ ڈاکٹر تھیبو نے سلوا سوتروں یا علم ہندسہ کے متعلق سنہ مسیحی سے آٹھویں صدی پہلے کی مدت معیّن کی ہے۔ سانکھیا فلاسفی کے مصنفین آٹھویں یا ساتویں صدی سنہ مسیحی کو کپل کی فلاسفی کے واسطے قرار دیتے ہیں اور گوتم بدھ جیسا کہ ہم کہہ چکے ہیں سنہ مسیحی سے قبل چھٹی صدی میں اس عالم کو اپنے وجود کا فیض پہنچا رہے تھے۔ چندر گپت جو غالباً ۳۲۰ برس حضرتِ مسیح کے پہلے تخت نشین ہوا تھا سکندر اعظم کا ہم عصر تھا اور اُسکا پوتا جیسا کہ ہم اول تحریر کر چکے ہیں سات برس بعد راجہ ہوا تھا۔

یہ زمانے بڑی تحقیق اور تدقیق کے ساتھ اُن زمانوں کو استحکام دینے کے لئے قرار دئے گئے ہیں جنکو سابق یا تاریخی نظم کے دور کے متعلق تسلیم کر چکے ہیں کیونکہ فرض کیا جائے کہ اگر کپل کی فلاسفی جو باعتبار زمانہ ایک مہتم بالشان و پختہ نتیجہ اُپنشدوں کا ہے سنہ مسیحی سے اول آٹھویں یا ساتویں صدی میں جوش زن ہوئی تھی۔ تو خود اپنشد کم سے کم دو صدی پہلے تصنیف ہوئے تھے۔ ہم بامکان صحت ۱۰۰۰ برس پہلے حضرت مسیح سے قبل اپنشدوں کے لئے قرار دیتے ہیں اور یہی وہ تصنیفات ہیں جنھوں نے تاریخی نظم کے دور کو ختم تک پہنچایا تھا۔

چوتھا دور

یہ دور اسوک کے درخشان دور سے جو شمالی ہند کا سب سے بڑا راجہ تھا شروع ہوتا ہے جس نے اپنی انسانیت و ہمدردی کا ثبوت دینے کی غرض سے پتھر کے ستون اور تمام ہندوستان کی شمالی پہاڑیوں پر گجرات سے اوڑیسہ تک اپنے فرامین کندہ کرا دئے تھے۔ اُس نے جانوروں کا مارنا ممنوع کر دیا تھا۔ اپنے کل ممالکِ محروسہ میں مویشی و آدمیوں کے

لئے دواخانے قایم کئے تھے جنمیں ہر قسم کا طبی سامان جمع رہتا تھا۔ اُس نے اہالیانِ شہر و ارکانِ خاندان کے فرائض مشتہر کئے اور بدھ واعظوں کو ہدایت کی کہ وہ منتہائی زمین تک دولتمند و مفلس لوگوں سے میل جول اور اختلاط بڑھائیں اور صداقت و راستی کو جہان میں ہویدا کریں اُس کے کتبوں سے مستنبط ہوتا ہے کہ اُس نے سیریا کے اینٹیاک، مصر کے ٹالمی، مقدونیہ کے اینٹی گوناس، سیرینی کے میگس اور ایپیرس کے الکزینڈر سے صلحنامے کئے اور اِن سلطنتوں میں بدھ مذہب کے واعظ منادی کرنے کو بھیجے۔ اسوک کہتا ہے کہ یہاں اور ممالکِ غیر میں دونوں جگہ جہاں کہیں دیوتاؤں کے منظورِ نظر کا مذہب یا اُس کی تعلیم پہنچتی ہو وہیں کے لوگ اُسکی پیروی پر تیار ہو جاتے ہیں۔ ایک عیسائی مصنف کہتا ہے کہ "بدھ مذہب کے واعظ حضرتِ مسیح کی تعلیم سے (جسمیں علی العموم فانی مطالب ملتے ہیں) جو فلسطین میں دیجاتی تھی دو صدی پہلے سیریا میں منادی کرتے پھرتے تھے"۔ فی الواقع یہ ایک بالکل سچی بات ہے کہ بڑے سے بڑا تاریخی انقلاب بھی اپنا مقدمۃ الجیش یا خبر دہندہ رکھتا چلا آتا ہو۔

موریا خاندان جو اسوک کے دادا چندر گپت کے وقت سے تقریبًا ۳۲۰ برس قبل حضرتِ مسیح کے شروع ہوا تھا اسوک کے بعد زیادہ عرصہ تک قایم نرہا۔ اسکے بعد ہی دو ناپائدار و بے ثبات خاندان سنگا اور کنوا (۳ ۸ قبل تا ۲۶ء) دنیا کے پردہ پر اور پیدا ہوئے اور پھر ناپدید ہوگئے۔ اب اندھرا خاندان نے جو جنوب میں ایک طاقتور بادشاہت کا بانی ہوا تھا مگدھ کو مغلوب کیا اور ۲۶ برس قبل حضرتِ مسیح سے ۴۳۰ء تک ساڑھے چار سو برس شمالی ہند کا مالک رہا۔ اس خاندان والے بدھ مذہب کے متبع تھے مگر برہمنوں اور ٹھیٹھ ہندوؤں کا ادب بھی ملحوظ رکھتے تھے اور بدھ مذہب کے پورے دور میں یہ دونوں مذہب پہلو بہ پہلو ہندوستان میں جاری دکھائی دیتے تھے۔ اس زمانہ میں تعصب یا ایذا رسانی ایک نامعلوم چیز سمجھی جاتی تھی۔ اندھرا خاندان کے بعد گپتا مہاراجگان تماشاگاہ دنیا میں نمودار ہوئے جو ۵۰۰ء تک ہندوستان کے اعلےٰ راجہ شمار ہوتے تھے اور پھر اُن کی

قوت بھی زائل ہوگئی۔ گپتا خاندان کے لوگ بالعموم قدیم دھرم کے ہندو تھے مگر بدھ مذہب پر بھی عاطفت مبذول کیا کرتے تھے۔ وہ بدھ معابد کا احترام کرتے اور اُن کے مٹھوں کے نام جاگیریں عطا کرنے میں ہرگز دریغ نہ کرتے۔

اِس کے تھوڑے ہی زمانہ بعد ہندوستان اجنبی ملک والوں کے حملوں کا جولانگاہ بنگیا بلخ کے یونانی جنکو تورانی حملہ آوروں نے وہاں سے نکال دیا تھا دوسری اور پہلی صدی میں قبل حضرت مسیح کے ہندوستان میں داخل ہوگئے۔ یہاں آکر اُنھوں نے بادشاہتوں کی بنیادیں رکھیں یونانی تہذیب اور یونانی علم ادب کو رواج دیا۔ اور ہندوستان کو مختلف حصوں میں صدہا سال تک اقبال و دولت کو تنزل حالت میں مبتلا رکھا تحقیق ہوا ہے کہ وہ اوڑلیسہ تک پہنچ گئے تھے۔ یوچی فرقہ کے تورانیوں نے خود دوسری بار ہندوستان پر یورش کی اور ایک زور آور خاندان کشمیر میں چھوڑا۔

یوچی راجہ کنشکا نامی پہلی صدی مسیحی میں ایک لمبی چوڑی سلطنت رکھتا تھا جو کابل کاشغر اور قندھار سے گجرات اور آگرہ تک زمین کی وسعت کو گھیرے ہوئے تھی۔ اس راجہ کا مذہب بدھ تھا اور کشمیر میں شمالی بدھ فرقہ کی اُسنے ایک مجلس منعقد کی تھی۔ پھر کمبوجیا کے رہنے والے اور کابل کے اوراد ہر کے جوق جوق ہندوستان میں اُمنڈ آئے اور اُن کے پیچھے باری باری سے ہَن قوم کے ٹڈی دل بھی داخل ہند ہوگئے۔ یہ پانچویں صدی مسیحی میں تمام مغربی ہندوستان کے مختار ہوگئے تھے۔ الحاصل اسوک کے بعد سے چھ یا سات صدیوں تک ہندوستان غیر حملہ آوروں کا آماجگاہ بنا رہا اور ایک روز بھی ملک کو آرام نہ ملا۔ مگر اِن حملہ کرنے والوں نے جب ہندوستان پر قبض و دخل کر لیا تو بدھ مذہب میں داخل ہوگئے اور اہالیان ملک کا ایک جزو بن گئے۔

سنہ مسیحی کے بعد سے بدھ مذہب رفتہ رفتہ اسی طرح جسطرح رگ وید کا ہندو مذہب
تاریخی نظم کے دور میں تبدریج گھٹنے لگا تھا جبکہ ہندو گنگا کی وادی میں رہ پڑے تھے متغیر ہونا شروع
ہوا۔ بدھ جوگی ہر ایک مٹھ اور آشرم کے متعلق ہزارہا بیگھے زمین پا پاکر صنم پرستی کا ایک کثیر التعداد
و غیر منتظم گروہ بنگئے۔ عام لوگوں کے سرمایہ سے اُنکی پرورش کیجاتی اور بدھ مذہب کی ظاہری
رسوم و اشکال بدھ پرستی و بت پرستی سے زیادہ ملتی جلتی اور متحد ہوتی جاتی تھیں۔ ایسی صورتمیں یہ
امر ممکن الوقوع تھا کہ تغیر حادث ہو اور اِس تغیر نے اُسیوقت سے ثبوت دیا تھا جب ہندو
فراست ہندو علم اور ہندو مذہب کی نئی شکل اول اُجین اور پھر کل ہندوستان میں علی الاعلان
دعوے کرنیکے واسطے اُٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ اِس زمانہ میں بدھ مذہب کی خیالی و مبہم شکل ہندوستان
کے بعض بعض قطعوں میں چند صدیوں تک ایک پژمردہ حالت میں باقی رہگئی تھی۔ آخرکار بدھ کا
دور پانچویں صدی مسیحی کے ساتھ ہی ختم کیا جا سکتا ہے۔

ہم ایک غیر منقطع سلسلہ بدھ مذہب کی اُن پہاڑی گپھاؤں اور مٹھوں کا تمام ہندوستان
میں ادھر سے اُدھر تک پھیلا ہوا دیکھتے ہیں جنکو اُسکے معتقدین نے پہاڑ تراش تراش کر بنایا تھا
جن سے پانچویں صدی مسیحی تک اسوک کے وقت کا کھوج ملتا ہے مگر بدھ مذہب کے آخری عہد
کا کوئی نمونہ بمشکل ہی نظر آتا ہے۔ تاہم اُسکے مندروں کی عمارتیں اور ہندوں کا فن تعمیر چھٹی
صدی مسیحی سے اسلامی فتوحات کے بعد تک ایک عالیشان صورت میں قایم رہا تھا
بدھ علم ادب کے بیشتر قیمتی حصے جب وہ اسوک کی مجلس میں اہتمام کے ساتھ مرتب کئے گئے
تھے اور جنکو اُسنے سارے ہندوستان اور بیرونی بلاد و امصار میں بھجوایا تھا وہ متبرک
اقوال و مذہبی نسخے ہیں جو ہم تک پہنچے ہیں۔ یہ نسخے پالی زبان میں لکھے ہوئے ہیں جنکو سراندیپ
میں محفوظ رکھا گیا تھا جو قدیم بدھ مذہب کا ہمارے لئے ایک عمدہ مواد خیال کئے جاتے ہیں علاوہ

ان کے بدھ علم ادب کے آخری نمونے نیپال تبت چین جاپان اور تمام بدھ ممالک میں بھی دستیاب ہوسکے ہیں۔

ہم بیان کر چکے ہیں کہ ہندوستان میں ہندو مذہب بدھ مذہب کے پہلو بہ پہلو جس زمانہ میں کہ بدھ مذہب کا دور دورا تھا اپنی رونق و پرہیزگاری کا پرتو ڈال رہا تھا مگر بدھ مذہب نے اسی زمانہ میں ایک فوری اثر ہندو مذہب پر ایسا ڈالا جو کسی طرح صفحۂ دنیا سے محو نہیں ہوسکتا۔ وہ یہ کہ بدھ مذہب نے ویدوں کی پاکیزگی کا سوال پیش کیا اور بدھ دور کا ہندو مذہب اور مستقبل زمانہ اگرچہ دونوں برائے نام ویدوں کی حرمت کرتے تھے پھر بھی ان تصنیفات سے ایک کامل درجہ کی بیگانگی مترشح ہوتی ہو جنکی اسوقت اشاعت ہوچکی تھی۔ ہندو علم ہیئت، علم حساب، قوانین اور فلسفیانہ قیاسات گو ویدوں اور وید کی قربانیوں سے شروع ہوئے تھے اور وید کے مختلف فرقوں سے علاقہ رکھتے تھے لیکن بدھ کے دور کا ہندو علم حکمت اور مطلق ہندو علم ویدوں پر اعتماد نہیں رکھتے تھے اور وید کے کسی فرقہ یا درسگاہ سے اُن کو سروکار نہیں تھا ہر چند کہ چھٹی صدی کے ہندو مذہب کی از سرِ نو صورت اور نیز آخری زمانوں کی صورت ویدکی قربانیوں کا مذہب نہیں ہے لیکن صنام پرستی اور دیوتاؤں کے پوجنے کا حال بھی جیسا کہ موجودہ زمانہ میں دیکھا جاتا ہے ویدوں سے کہیں تحقیق نہیں ہوتا ہے۔

منو کے قوانین کا مجموعہ ہندو مذہب اور بدھ مذہب کے دور کی کیفیت کو اچھی طرح دکھاتا ہے۔ اُسکی بنیاد عقلی زمانہ کے قدیم دھرم شاستروں یا قدرتی قوانین پر مبنی ہے مگر جبکہ دھرم شاستر وید کے مختلف علمی حلقوں سے وابستہ ہیں تو منو کا سن یقینا اختلافات سے مبرا ہے اور وہ تمام آدمیوں کے لئے ایک قانون ہونے کا حکم رکھتا ہے یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ اخیر زمانہ میں جیسا کہ منو کا زمانہ تھا کل آریہ آبادی دباستثنا برہمنوں اور جنگ پیشہ لوگوں

کے) ہنوز ایک متفق فرقہ ویس کی حیثیت پر پائی جاتی تھی اور بیشمار و لاتعد تجارت پیشہ اور اہلِ حرفہ اقوام میں موجودہ زمانہ کی طرح جدا جدا تقسیم نہیں ہوئی تھی۔ منو کے عہد کی مخلوط ذاتیں بیشتر قدیم فرقوں کی ہندو بنائی ہوئی ذاتیں ہیں۔ الغرض مسبوق الذکر اقوال سے بوجوہ ظاہر ہوگیا کہ ہم نے چوتھے یا بدھ دور کو ۲۴۲ برس قبل سنہ مسیحی سے ۵۰۰ء تک قرار دیا ہے۔

پانچواں دور

ہندو تاریخ کا پانچواں یا آخری دور ہندو مذہب کی سرسبزی اور اُس کی نئی ہستی کو پیش نظر کرتا ہے یہ دور ۱۰۰۰ء تک کی مدت پر احاطہ کئے ہوئے ہے اور پھر اسی کے بعد سے شمالی ہند کے اسلامی فتح کا زمانہ شروع ہوتا ہے۔

یہ دور بڑے بڑے ملکی مہمات اور مساعی علمِ ادب کے ساتھ وابستہ ہے اس سے پہلے اجنبی حملہ آوروں نے صدیوں تک ہندوستان کو پریشانی و بے اطمینانی کی حالت میں گرفتار رکھا تھا۔ آخرکار اُجین نگری کا ایک انتقام گیر راجہ وکرمادت پیدا ہوا۔ یہ شمالی ہند کا ایک ذی حوصلہ و قوت ور راجہ تھا اُس نے اُن حملہ کرنے والوں کو جو سکا کے نام سے پکارے جاتے تھے کرور کی لڑائی میں شکست دیکر بھگا دیا تھا اور ہندو خود مختیاری کو قایم رکھا تھا اُسکے شوق بھرے دل نے ہندو فہم و ذکا اور ہندو علمِ ادب میں نئے سرے سے جان ڈالی تھی اور ہندو مذہب کی ایک نئی شکل نے خود بخود جنم لیا تھا۔

وکرمادت کے زمانہ سے ڈہائی صدیوں (۵۰۰ء۔ ۸۰۰ء) تک سنسکرت کے اخیر علمِ ادب کا عہد اگسٹس سنہ کہا جا سکتا ہے اور قریب قریب تمام بڑی بڑی نامی تصنیفات

کے دن تک ہندوستان میں ہر دلعزیز بن رہی ہیں اسی عہد سے علاقہ رکھتی ہیں یہی وہ عہد تھا
[illegible]ں کالیداس جیسے مقبولِ عام شاعر نے اپنے لاجواب ڈرامے لکھے اور وکرم کے دربار میں
[illegible]ل نظمیں تحریر کیں۔ اسی کے دربار کا امر سنگھ لغت داں ایک انمول رتن تھا۔ بھاروی بھی کالیداس کا
[illegible]معاصر تھا یا اُسکے تھوڑے ہی زمانہ بعد پیدا ہوا تھا۔ وکرمادت کے جانشین سلادتیہ دوم نے سنہ ۶۱۰ء
سے سنہ ۶۵۰ء تک راج کیا تھا۔ اور وہ رتناولی کا مصنف خیال کیا جاکر موقر مانا جاتا ہے مگر یہ امر محتمل ہے
بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید کتاب مذکور اُسکے کسی درباری کی پرزور طبیعت کا نتیجہ ہو۔ ڈنڈین جو دسکوما را
چرتیہ کا مصنف ہے اُس زمانہ میں جبکہ سلادتیہ دوم راج کر رہا تھا پڑا تھا۔ کادمبری کا مصنف بانا بھٹ
بھی اسی عصر میں گزرا تھا۔ اس بات کے باور کرنیکے لئے بھی وجوہ موجود ہیں کہ بھٹی کاویہ سٹا کاس
کے مصنف بھرتری ہری کی تصنیف سے ہے اور یہ بھی اسی عہد میں ہوا تھا۔

دوسری صدی میں یسو ورمن نے سنہ ۶۰۰ء اور سنہ ۷۴۰ء کے درمیان حکومت کی تھی اور مشہور
بھوبھوتی نے اپنے پرزور ناٹک اسی زمانہ میں لکھے تھے مگر بھوبھوتی اس دور کے شعرا و علما کی نہایت
باعظمت جماعت کا آخری ذی کمال شخص تھا۔ غایت الکلام یہ کہ پھر اسکے بعد یعنی آٹھویں صدی کے
وسط سے ہندوستان میں علمی مذاق نے کبھی فروغ نہیں پایا۔

اِس آگسٹس سنہ میں یہ خصوصیت بھی تھی کہ ہندوستان کی اُن بڑی بڑی نظموں نے
جو سالہاسال کی کوششوں کا نتیجہ ہیں اپنے گزشتہ نظام و تاثیرات کو جوں کا توں جا کر رہو برقرار
رکھا تھا۔ بلکہ پہلے سے بھی زیادہ قبولیت حاصل کی تھی اور بیش قیمت پران بھی جنھوں نے اپنی
خاص اشاعت کے باعث اس عہد میں شہرتِ عام کا درجہ پایا ہے اسی دور کی تصنیف
ہیں۔

زمانۂ حال کے ہندو علم حکمت میں بھی ہم ان ڈھائی صدیوں میں بہت سے درخشندہ نام

دیکھتے ہیں چنانچہ آریہ بھٹ موجودہ ہندو علمِ ہیئت کا بانی ۴۷۶ء میں پیدا ہوا تھا اور چھٹی صدی کی ابتدا میں اُسکی کتاب شایع ہوئی تھی۔ وراہمہرا اسکا جانشین وکرم کے دربار کا رتن سمجھا جاتا تھا برھمہ گپتا نے ۵۵۸ء میں جامۂ ہستی پہنا تھا اسی لئے بانا بھٹ ناول نگار کا ہمعصر خیال کیا گیا ہے یہ تینوں ہیئت داں موجودہ ہند و علمِ ہیئت میں اتحادِ ثلثہ کا حکم رکھتے ہیں۔

ڈھائی صدیوں کے اس زرین عہد (۴۰۰ء سے ۶۵۰ء تک) کے بعد دو صدیوں میں اسطرح کی تاریکی چھائی جہاں علم و فضل کی روشنی کی جھلک پہنچ ہی نہیں سکتی تھی۔ اب ۶۵۰ء سے ۸۵۰ء تک ہندوستان کی تاریخ ہر نوع کے کمال و خوبی سے بالکل معرا ہے۔ اس دور میں نہ تو کوئی خاندان ہند کی خاک سے پیدا ہوا جو اپنا اظہارِ طاقت و حکومت کرتا نہ کسی ادیب و حکیم نے ناموری کی دستار زیب سر کی۔ نہ شمالی ہند میں کوئی تصنیف فنِ تعمیر یا حرفت و صنعت کے متعلق شایع و ذایع ہوئی۔ الغرض ان دونوں خوفناک صدیوں کی نسبت تاریخ سراسر ساکت و صامت ہی۔

لیکن اس عہد میں جو جو کچھ بجار بنکر اُڑ گیا اُسکے نشانات بھی ہم پاتے ہیں۔ یہ دونوں تاریک صدیاں قدیم خاندانوں کے زوال کہنہ بادشاہتوں کے انتزاع اور قومی خاصیتوں کی پائمالی کا کافی ثبوت دیتی ہیں۔ وہ یوروپ کے اُس تاریک دور سے مشابہ ہیں جو رومی طاقت کے زوال کی شہادت دیتا ہے اور جب وہاں معاملہ گزار طاقت نے اپنا جھنڈا بلند کیا تو مغرب کا غبار آلود مطلع صاف و روشن ہو گیا۔ ہندوستان میں بھی قدیم نسلوں اور خاندانوں کی طاقت زوال کی تاریکی میں غایب ہو گئی۔ مگر جسوقت وہ تاریکی کافور ہوئی اور روشنی پھیلی تو ہم ہند و معاملہ گزار طاقت کی ایک نئی نسل کو ہندوستان کا مالک دیکھتے ہیں اور یہ نسل موجودہ زمانہ کے راجپوت ہیں! قدیم طاقت کی عام تباہی کے دوران میں اور اُس

جانفشانی کی حالت میں جو ریاست و سرداری کے لئے کیجاتی تھی وہ نہایت ہی نوخیز اور بہت ہی زور آور نسل سامنے سے نمودار ہوئی اور سنہ ۹۵۰ء کے قریب قریب ہم شمالی ہند میں اب ہر جگہ راجپوت نسلوں کو حکومت کرتا ہوا پاتے ہیں۔ وہ وکرمادت کی گدی کے وارث بنے اور دہلی اور قنوج میں اسکے جانشین کہلائے۔ انھوں نے ولبھی اور سینا راجاؤں کے راج گجرات اور مغربی ہند میں چھین لئے۔ اور پھر انھوں نے سبکتگین اور محمود کی ترقی کو پنجاب میں بڑھتا ہوا دیکھکر مقابلہ کرنے کی کوشش کی۔

اگرچہ دو تاریک صدیاں ایک نئی طاقت کے عروج کی اسطرح شہادت دیتی ہیں تو وہ ایک انقلاب عظیم کا بھی بہت بڑا ثبوت پیش کرتی ہیں۔ پھر وہ بدھ مذہب جو وکرمادت اور اسکے جانشینوں کے عہد میں ہندو مذہب کے دوش بدوش جاری رہنے کے لئے قبول کر لیا گیا تھا ان تاریک صدیوں میں سر تا سر پاؤں کے نیچے روندڈالا گیا۔ وکرمادت نے اگرچہ وہ ہندو مذہب کا پیرو تھا لیکن کبھی اس نے بدھ مذہب کے معتقدین کو نہیں ستایا بلکہ اسکے بعض درباری مثل امرسنگہ لغت داں کے خود بدھ مت رکھتے تھے۔ اسکے جانشین ہندو اور بدھ مذہب کی بجائے خود حمایت و رعایت کرتے اور اسقدر پاسداری ملحوظ رکھتے تھے کہ ادھر سے ادھر تک کل دور میں کامل تحمل و بردباری سے کام لیا جاتا۔ رتناولی کا باوقار مصنف سلادتیہ دوم ایک ثابت قدم بدھ مذہب کا متبع تھا اور ہوین سینگ چینی سیاح سے سنہ ۶۴۳ء میں اسکی ملاقات ہوئی تھی اس فلسفیانہ زمانہ میں کبھی کسی کے ذہن میں ایذا رسانی کا خطرہ تک بھی نہ گزرتا تھا۔ ادھر ہندو مذہب نئی زندگی کی آبیاری سے نشو و نما پا رہا تھا۔ ادھر بدھ مذہب آہستہ آہستہ ایک طبعی ہلاکت کو قریب پہنچا جاتا تھا۔ مگر سنہ ۸۵۰ء اور سنہ ۹۵۰ء میں خانقاہوں اور کتابوں کا احراق اور مذہبی لوگوں کی جلاوطنی اس تکلیف دہی و ایذا رسانی کے تصور کرنیکے ایسے وجوہ ہیں جو اس امر پر شاہد ہیں۔ آخر کار

آچارج بدھ مذہب کے نہایت ہی سخت دشمن ۸۰۰ھ میں پیدا ہوئے اور اُس قلبی جوش کی وجہ سے جو اُن کے علمی توغل اور حدتِ ذہنی کا نشان ظاہر کرتا ہے جلد راجاؤں کے معاملات میں دخیل ہو گئے۔

اس بات کے خیال کرنے کے بھی وسائل مہیا ہیں کہ نئی راجپوت نسل اس تکلیف دہی و ایذا رسانی کی ذمہ دار و جوابدہ ہے جس نے بدھ مذہب کو ہندوستان سے نکونا کرکے نکالدیا تھا راجپوتوں کی اصل حقیقت کے متعلق مختلف خیالی باتیں بنائی جاتی ہیں۔ ڈاکٹر ایچ۔ ایچ۔ ولسن کرنل ٹاڈ اور اور مقتدر لوگوں کی رائیں اسپر متفق ہیں کہ وہ ہندوستان کے سیتھیا حملہ آوروں کی نسل سے ہیں جو غول کے غول متواتر صدیوں تک مثل ایک شدید طوفان کے آتے رہتے تھے جنکو ایک دفعہ وکرمادت نے مار کر پسپا کر دیا تھا مگر دوسرے حملہ کرنے والوں کی تمام مغربی ہندوستان کے ریگستانوں میں رہ پڑے تھے اور جب کبھی موقع پاتے حکومت کا نقشہ جماتے اور ملک فتح کرتے جاتے تھے۔ بہر کیف کچھہ ہی سہی لیکن اسمیں شک نہیں کہ راجپوت ہندو مذہب کے نئے مقلد ضرور ہیں۔ کیونکہ قدیمی تحریروں میں انکا ذکر کہیں نہیں ملتا۔ اُن کل نئے مذہب میں داخل ہونے والوں کی مانند جنکا شعار مذہب کو تقویت دینا ہوا کرتا ہے اُنھوں نے بھی مذہب کی حمایت و تائید پر کس کر کمر باندھی اور نہایت شد و مد کیساتھ اُسکی مدد کی جانب مصروف ہوئے وہ اسپر گھمنڈ کرتے تھے کہ ہم شتریوں کے لقب سے ملقب ہیں (جو چندر بنسیوں اور سورج بنسیوں سے نکلنے تھے) وہ جہاں کہیں فتح و غلبہ پاتے وہاں بدھ مذہب کے مندروں اور آشرموں کو مسمار کرتے اور ہندوؤں کے عبادتخانہ تعمیر کرکے انمیں بُت پدھراتے۔ راجپوتوں کی ترقی کے زمانہ سے دینداراتہ اجارہ اپنی غایت درجہ کی بدنما اور بہت ہی بھدی صورت میں حال کے ہندو مذہب کی غیر صحیح و نادرست رکاوٹوں سے مشابہت رکھتا ہے اور یہ اجارہ اسلامی حکومت

کے تحت میں چھ صدیوں تک علی الاتصال قایم رہا۔

یوروپ اور ہندوستان کے اُس دور کی مماثلت سے جو قدیم عہد کے توافق کا پتہ بتاتا ہے متعجب ہونا کوئی غیر ممکن امر نہیں ہے۔ سکا لوگوں کے پسپا کرنے میں وکرمادت کی جدوجہد روم کے آخری شاہنشاہوں کی جدوجہد سے اور نیز وحشیوں کی انسداد کے لئے سرحد پر فوجیں متعین کرنے میں جو آزادی کے ساتھ فتوحات کی طمع سے آگے بڑھتے رہتے تھے ایک مطابقت تام واقع ہوتی ہے۔ صدیوں تک ہندو اور رومی اس سعی و کوشش میں کامیابی حاصل کرتے رہے مگر فتح کی پیشقدمی اور اُسکی پُرزور رَو نے آخر پرانی سلطنتوں کو ہندوستان اور اٹلی میں درہم برہم کردیا اور قدیم اورنگ و آئین کے کمال و زوال کا فقط ذکر ہی باقی رہگیا ! اِس واقعہ کے بعد سو صدہا سال تک مغربی یوروپ اور شمالی ہندوستان شاذ و نادر ہی کوئی تاریخی تذکرہ پیش کرنے کے لئے رکھتے ہیں۔ البتہ ظلم و ستم اور فتنہ و فساد کی تاریخ اپنے صفحات نظروں کے سامنے اُلٹتی پلٹتی اور قدیم زمانہ کا قصہ تمام کرتی اور نئے زمانہ کی کہانی سناتی ہے۔! الغرض ظلم کی تاریکی اور فساد کی سیاہی موقوف اور روشنی کے ضیا افگن ہونے پر ہم ایک معاملہ گزار طاقت یوروپ میں اور اسی طرح کی ایک راجپوت قوت ہندوستان میں دیکھتے ہیں۔ یوروپ کے نئے خاندانوں نے عیسائیت سے ہاتھ ملایا اور اپنے مذہبی جوش اور عقیدتمندانہ سرگرمی کے ساتھ وسطی زمانہ کے پیشواؤں کے لئے اُنھوں نے سعی بلیغ کی جیسی کہ نومذہب راجپوتوں نے ہندوستان کے برہمنوں اور زمانۂ حال کے ہندو مذہب کے ساتھ کی تھی۔

مگر واقعات کا خاتمہ کچھ اسجگہ ہی نہیں ہوتا اور یہ متوازی خطوط اس نقطہ پر ہی کچھ منتہی نہیں ہوتے بلکہ انکا سلسلہ اور آگے تک چلتا ہے ہندوستان کے نئے مالکوں کو اسلامی حملوں کی مدجزر کے مقابلہ میں ایسی ایسی جانکاہ لڑائیاں لڑنا پڑیں جیسی یوروپ کے نئے مالکوں کو فرانس،

اسپین اور امریکا میں لڑ پڑی تھیں۔ وہاں اُسی زمانہ میں رچرڈ شیردل قتل و قتال میں مشغول تھا۔ یہاں پرتھی راج دہلی کا راجہ ایک اُٹھتی ہوئی طاقت کا سامنا کر رہا تھا۔ یورپ میں عیسائی بہادروں نے اپنی خود مختاری کی جان توڑ حمایت کی اور بالآخر اسپین سے مسلمانوں کو بیدخل کر دیا۔ یہاں ہندو سورماؤں نے بہت ہاتھ پاؤں مارے مگر منہزم ہوئے شہاب الدین غوری نے راجپوتوں کے راج کو دہلی، اجمیر، قنوج اور بنارس میں تاخت و تاراج کر ڈالا اور راجپوتوں کے بڑے بڑے جنگجو سورما میدان چھوڑ بھاگے۔ آخر ناچار اُنھوں نے اپنے ویران قلعوں اور امن کی جگہوں میں جہاں جسکے سینگ سمائے پناہ لی اور جہاں اب وہ انگریزی حکومت کے سایۂ عاطفت میں خود اختیاری کے ساتھ لطفِ زندگی اُٹھا رہے ہیں۔

ہم پانچویں یا پرانوں کے دور کی مدت کا شمار سنہ ۵۰۰ء سے سنہ ۱۱۹۴ء تک کر چکے اور یہ بھی بتا چکے کہ نامور وکرمادت سنہ ۵۰۰ء کے بعد ہی تختِ سلطنت پر متمکن ہوا تھا۔ اب ہم سمبت کی جانب اپنے خیال کو متوجہ کرتے ہیں۔ سمبت کی ابتدا جو وکرمادت کے نام کی طرف منسوب کیا جاتا ہے ۵۶ برس قبل حضرتِ مسیح سے سمجھی جاتی ہے اور ایک مدتِ مدید تک یہ امر باور کیا گیا ہے کہ مذکورۂ بالا راجہ اور کالیداس کبیشر حضرت مسیح سے پہلے سیکڑے میں گزرے ہیں۔ ہمیں کلام نہیں کہ علمائے حال کی وہ تحقیقاتیں جو وکرمادت کے تاریخی دعادی کو شہرت دینے کی غرض سے مستحکم کی گئی ہیں ہرچند کہ اُسکی قدامت سے ماخوذ ہیں مگر اُسکا اصلی زمانہ ایک صاف و صریح سوال سے زیادہ بڑھ کر نہیں ہے۔ ہمارے لئے یہ امر متعذر ہے کہ ہم کسی ایسی دلیل یا برہان کی طرف قدم بڑھائیں جو اس اولوالعزم راجہ اور خوش فکر شاعر کو چھٹی صدی مسیحی میں جگہ تجویز کر دے۔ مگر ہم ایک یا دو واقعے دقیقہ رس و باریک بین ناظرین کے واسطے اس موقع پر ضرور بیان کرینگے۔

یہ امر مسلم ہو چکا ہے کہ وراہمہراو کرمادت کی سبھا کا منجملہ نو رتنوں کے ایک رتن شمار ہوتا ہے اور اُسکے علم ہیئت سے متیقن ہوتا ہے کہ وہ حضرت مسیح کے بعد چھٹی صدی میں موجود تھا۔ علی ہذا امر سنگھ بھی ایک رتن مانا گیا ہے وہ گیا کے بدھ مندر کا بانی تھا جسکی تعمیر پانچویں صدی مسیحی کے بعد ہوئی تھی۔ ہیون سینگ چینی سیاح لکھتا ہے کہ سلادتیہ اول وکرمادت کا جانشین تھا اور سلادتیہ اول ہیون سینگ کے زمانہ سے ۶۰ برس پہلے راج کر چکا تھا۔ یہ بیان وکرم کی حکومت کی بابت ۶ٹی صدی کا پتہ دیتا ہے۔ پھر کشمیری مورخ کلہانا خبر دیتا ہے کہ درلبھ وردھانا نے ۵۹۸ء میں اپنی بادشاہت کشمیر میں شروع کی تھی اور اسطرح سے چھ راجاؤں نے ماتری گپتا (معاصر وکرم) اور درلبھ وردھانا کے درمیان حکمرانی کی تھی۔ غرضکہ اسی نہج پر اگر ہر زمانۂ حکومت کے واسطے پندرہ برس کی مدت بھی مان لیجائے تو ہم ۶ٹی صدی کی ابتدا تک جو زمانہ وکرم اور ماتری گپتا کی حکومت کا ہے پہنچ جاتے ہیں۔

لیکن اُن لوگوں کے لئے جو آج کل کے سنسکرت علم ادب سے آگاہ ہیں کالیداس کی تصانیف اُسکے زمانہ کا جسمیں وہ موجود تھا عمدہ ثبوت ہیں۔ ہم دوسرے مصنفین و شعرا کے زمانوں سے بھی واقف ہیں مثلاً بھوبھوتی۔ بانا بھٹ۔ بھرتری ہری وغیرہ۔ واضح رہے کہ جسطرح کالیداس کا ان علمی اشخاص کی درخشندہ جماعت سے جدا کرنا محال ہے اور چھ صدیوں کے اُدھر یعنی اسوک اور بدھ مجلس کی دو صدیوں کے درمیان ڈھکیل دینا غیر ممکن ہے اسی طرح شیکسپیئر کا ایلزبتھ کے عہد والوں میں سے علیحدہ کرنا بھی محال ہے اور اُسکے لئے ایک ایسے زمانہ کا قرار دینا بھی محال ہے جو الفریڈ کے عہد کی دو صدیوں کے بیچ میں واقع ہوتا ہے۔

سنین

جب یہ امر منقح ہو چکا تو پھر اسکا کیا سبب ہے کہ سمبت ۵۶ برس قبل حضرت مسیح سے

شروع ہوتا ہے؟ اور سکا بدا سنہ کی کیا اصلیت ہے جو ۷۸ء سے شروع پاتا ہے؟ اسمیں شبہ نہیں کہ علما کو اس راہ میں نہایت دشواریاں واقع ہوئی ہیں اور ان سنوں میں جو بڑے بڑے واقعات ہوئے ہیں اُن کے حل کرنے اور اصلی طور سے دریافت کرنیمیں اُنھوں نے کمال سختی کے ساتھ کوششیں کی ہیں لیکن باوجود اسکے ابھی تک اس بحث کا کوئی قطعی تصفیہ نہیں ہوا۔

سکا بدا (۷۸ء) اُس زمانہ کی یادحافظہ میں رکھنے کی غرض سے قیاس کیا گیا ہے جسمیں اولوالعزم ہندو راجہ سالباہن یا وکرما دت نے سکا لوگوں کو ہزیمتِ فاش دی تھی مگر اس واقعہ کا کہ اُس زمانہ میں سکا قوم نے یورشیں کی تھیں بجز اسکے اور کوئی ثبوت نہیں ہے کہ کنشکا کشمیر کے ایک نامور راجہ نے جو اسوک کے بعد ہندوستان کے بدھ مذہب کا پرشکوہ راجہ تھا جیسا کہ ہم اول بیان کر آئے ہیں مغربی ہندوستان کو آگرہ اور گجرات تک فتح کر لیا تھا اور جس نے ایک بڑی مجلس شمالی بدھ مذہب کے تابعین کی ترتیب دی تھی۔ تاریخ کسی ایسے ہندو راجہ کا تذکرہ پیش نہیں کرتی جس نے اپنی ترقی سے دستکشی اختیار کی ہو بلکہ برعکس اسکے یہاں ایسے کتبے ملتے ہیں جن سے یہ امر ہویدا ہے کہ کنشکا نے خود ایک سنہ قایم کیا تھا جو اُسکے وقت سے دو ایک صدیوں تک رائج رہا۔ یہ بھی قیاس کیا گیا ہے کہ سنہ مذکور آخر میں سکا بدا یا سکا راجہ کے سنہ کی مانند متحقق ہوا تھا کیونکہ سکا بدا حقیقتہً ایک بدھ مذہب کا سنہ تھا اور ہندوستان کے بدھ مذہب میں اختیار کیا گیا تھا اور پھر کل بدھ ملکوں تبت، برھما، سراندیپ اور جاوا میں نفاذ پذیر ہو گیا ۸ ویں صدی میں یہ ماجرا پیش آیا کہ ہندو مذہب کے از سرِ نو زندہ ہونے کے بعد اس سنہ کو ہندوں نے اختیار کیا اور یہ حکایت مستنزاد کی کہ یہ سنہ ایک بدھ مذہب سکا راجہ کی حکومت کا نشان نہیں بتاتا بلکہ اس امر کا نشان بتاتا ہے کہ سکا لوگوں نے ہندو راجہ سے شکست کھائی تھی۔ ڈاکٹر

بھاؤ دجی وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے یہ بتایا ہے کہ سکا سنہ اُس شکست کی یاد اور سکا قوم کی
بربادی کے خیال کو ۸ ویں صدی مسیحی سے قبل ذہن میں مرتکز نہیں ہونے دیتا۔

جہاں کہیں قدیم مصنفوں نے اس سنہ کا ذکر کیا ہے وہاں سکا راجہ کے سنہ کی حیثیت
سے ذکر کیا ہے۔ اور موجودہ ایام تک یہ سنہ ہمارے پتروں میں سکا بدا یا زیادہ وضاحت سے
سکا رتپرا اتی تابدا کے طور پر مشہور ہے جو سکا راجہ کے سنہ کا مفہوم ظاہر کرتا ہے مگر وہ اُس واقعہ کو
معنی نہیں بتاتا کہ کسی ہندو راجہ نے سکا لوگوں کو تباہ و غارت کیا تھا۔

اسمیں شک نہیں کہ ابھی تک سمبت بہت کچھ الجھاؤ میں ڈالے ہوئے ہے وہ غالباً وکرمادت
کی ایک بڑی فتح کا سنہ مانا گیا ہے۔ لیکن تاریخ اجین نگری کے اُس راجہ وکرمادت کو نہیں جانتی
جو سنہ مسیحی سے ۵۷ برس پہلے گزرا ہے۔

یہ امر بھی ندرت سے خالی نہیں کہ سمبت نسبتہً جدید زمانہ میں استعمال کیا گیا ہے یا اُسکا
استعمال پہلے سے چلا آیا ہے۔ ڈاکٹر بھاؤ دجی کا قول ہے کہ میں ۱۱ ویں صدی مسیحی کے پہلے کا کوئی
ایسا کتبہ نہیں پاتا جس نے اس سنہ کا پتہ دیا ہو۔ ڈاکٹر کرن اپنے مقدمہ میں جو وراہمہر کے برہت سنہتا
کے متعلق لکھا ہے ظاہر کرتے ہیں کہ پہلے زمانوں میں سمبت کا استعمال پایہ ثبوت کو نہیں پہنچا حالانکہ
ہندو منجمین اُسکو ہزار برس یا ایسے ہی کسی زمانہ کے بعد سے استعمال میں لاتے چلے آتے ہیں ویسٹر گارڈ
نے تسلیم کیا ہے کہ دتی درگا کا ہبہ نامہ مورخہ سکا ۶۷۵ مطابق سمبت ۸۱۱ (۷۵۴ء) یقینی سب سے
ابتدائی مثال اُسکے اجرا کی ہے۔ ڈاکٹر ہنٹل کی رائے بھی اسی قول کی تائید کرتی ہے ہندوستان کے بدھ
دور کے کتبوں میں اس سنہ کا کوئی کھوج نہیں ملتا یا بدھ کے اور ممالک تبت، برھما، سراندیپ،
اور جاوا میں بھی اس سنہ کا کہیں نشان نہیں لگتا۔

حضرت مسیح کی ولادت سے ۵۷ برس قبل سمبت کی بابت یقیناً کوئی راز ضرور معلوم ہوتا ہے

وہ ایک راجہ کی فتح کی یادزندہ رکھنے کی غرض سے خیال کو دھوکہ میں ڈالتا ہے جسکی نسبت تاریخ کچھ نہیں جانتی۔ یہ ایک ایسا سنہ ہی جسکا استعمال ہندوستان کے کثیرالتعداد کتبوں میں بعد اسکے کہ وہ تقرر کی بابت فریب دیتا ہے بیشتر صدیوں تک کہیں نظر نہیں آتا۔

ڈاکٹر فرگسن اس راز کے حل کرنے کی نسبت ایک برجستہ خیال پیش کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ وہ اصلی وکرمادت کالیداس کا مربی چھٹی صدی مسیحی میں موجود تھا اسلئے کہ اُسنے چھٹی صدی کے درمیان کرور کی لڑائی میں غیر ملکوں کے حملہ آوروں کو شکست دی تھی اور یہ ایک تاریخی واقعہ ہے دوسرے یہ کہ ایک بڑی ہندو فتح کا سال (غالباً ۵۴۴ء) اور ہندو علم ہندو حکمت اور ہندو مذہب کا از سر نو زندہ ہونا ایک سنہ کے آغاز کے لئے معقول زمانہ اور واجبی مدت تھی اور یہ ایک بدیہی بات ہے لیکن تاریخی واقعات کے سلسلہ وار مورخ اُس سنہ کیساتھ جمعیت خاطر نہیں رکھتے تھے جوسکا بدلکے بدھ سنہ سے اسقدر دور فاصلہ پر جاپڑا تھا لہذا اُنھوں نے چھ صدیوں کا ایک سنہ کرور کی لڑائی سے قبل کا مقرر کیا تاکہ سکا بدلکے سنہ سے پیشتر اسکو قایم کرکے وکرمادت کے نام سے موسوم کریں جو اُس مذکورۂ بالا لڑائی کا بانی مبانی بنا تھا۔ علاوہ اسکے اُنھوں نے ایک سنہ کرور کی لڑائی سے قبل ہزار برس کا قرار دیا تھا اور وکرمادت کی باب سری ہرش کے نام سے اسکو منسوب کیا تھا۔ اب یہ بات لائق غور اور قابل توجہ ہے کہ حضرت مسیح سے ۵۶ برس پہلے نہ کوئی وکرمادت یہاں موجود تھا اور نہ ۴۵۷ برس پیشتر حضرت مسیح کے کسی سری ہرش کا وجود پایا جاتا تھا لیکن یہ سنہ وکرمادت کی فتح کے قبل اُن کے بعد کی چھ اور دس صدیوں کے معنی بتلانے کو قرار دئے گئے تھے۔ سری ہرش کا سنہ عدم استعمال کے باعث صفحۂ دنیا سے مٹگیا۔ اور سمبت ابھی تک عالمگیر طور پر مستعمل ہے۔

یہ ڈاکٹر فرگسن کا سمبت کی اشاعت کے متعلق محض قیاس ہی قیاس ہے جسکو ہمنے نذر ناظرین

کیا۔ مگر شاید اس سنہ کی واقعی کیفیت مسٹر فلیٹ نے اپنی اس کتاب میں بیان کی ہے جو گپتا راجاؤں کے کتبوں پر لکھی گئی ہے۔ بات اسطرح ہے کہ یہ سنہ فی الاصل مالوہ فرقہ کا قومی سنہ تھا اور آخر میں وہ وکرمادت کے نام کی طرف نسبت کیا گیا تھا جس نے مالوہ فرقہ کو ہندوستان میں اول درجہ پر پہنچا دیا تھا۔

اب ہم اس غرض کی سہولت کے لئے مختلف دوروں کی ایک فہرست دیتے ہیں تاکہ بادی النظر میں یہ سنہ محض مقرون صحت سمجھے جائیں اور اسلئے شروع کے زمانوں کو دو یا تین صدیوں میں ہی صرف صحیح خیال کرنا چاہئے۔

اوّل دَوْر۔ وید کا زمانہ

انڈس کی وادی میں آریہ قوم کا قیام رگ وید کے منتروں کی تصنیف	۲۰۰۰ تا ۱۴۰۰ ق۔م۔

دوسرا دَوْر۔ قومی تاریخ کا زمانہ

گنگا کی وادی میں آریہ قوم کا قیام	۱۴۰۰ تا ۱۰۰۰ ق۔م۔
منطقۃ نظام قمری مقرر ہوا۔ مشاہدات علم ہئیت	۱۴۰۰ تا ۱۲۰۰ "
ویدوں کی تدوین	۱۴۰۰ تا ۱۲۰۰ "
کورو پنچالہ خاندانوں کا نشو ونما۔	۱۴۰۰ تا ۱۲۰۰ "
کورو اور پنچالہ جنگ	۱۲۵۰ "

کوسلا کاسی اور ودیہا خاندانوں کا عروج	۱۲۰۰ تا ۱۰۰۰ ق م
براہمنوں اور آرن یکوں کی تصنیف	۱۳۰۰ تا ۱۱۰۰ ″
اُپنشدوں کی تصنیف	۱۱۰۰ تا ۹۰۰ ″

تیسرا دَور ۔ بُرہانی عہد

تمام ہندوستان پر آریوں کا تسلط	۱۰۰۰ تا ۲۴۲ ق م
یاسک	۹ویں صدی ″
پانینی	۸ویں صدی ″
سوتر کے مدارس	۸۰۰ تا ۳۰۰ ″
سلوا سوتر (علم ہندسہ)	۸ویں صدی ″
کپل اور سانکھیا فلاسفی	۷۰۰ ″
فلسفہ کے دوسرے مدارس	۶۰۰ تا ۱۰۰ ″
گوتم بدھ	۵۵۷ تا ۴۷۷ ″
مگدھ کا راجہ بمبی سارا	۵۳۷ تا ۴۸۵ ″
اجاتسترو	۴۸۵ تا ۴۵۳ ″
پہلی بدھ مجلس	۴۷۷ ″
دوسری بدھ مجلس	۳۷۷ ″
مگدھ کے نوندا نامی راجہ	۳۷۰ تا ۳۲۰ ″
چندر گپت مگدھ کا راجہ	۳۲۰ تا ۲۹۱ ″

بندوسار مگدھ کا راجہ	۲۹۱ تا ۲۶۳ ق م
اسوک اجین کا ماتحت راجہ	۲۶۳ تا ۲۵۹ ″
مہاراجہ اسوک	۲۵۹ تا ۲۲۲ ″
تیسری بدھ مجلس	۲۴۲ ″
مہندر سراندیپ کو بھیجا گیا	۲۴۱ ″
کاتیا نیہ پانینی پر حملہ کرتا ہے	۴ تھی صدی ″
پتنجلی پانینی کی تائید کرتا ہے	۲ سری صدی ″
اندھرا راج کی بنا	۶۰۰ ″
چولا چیرا اور پانڈیا ریاستوں کی ابتدا	۴۰۰ ″
آریہ بنگالہ اور اوڑیسہ آباد کرتے ہیں	۵۰۰ تا ۲۰۰ ″

چوتھا دور۔ بدھ کا عہد

بدھ مذہب کا غلو	۲۴۲ ق م تا ۶۴ع
موریا خاندان (چندر گپت سے) مگدھ میں	۳۲۰ تا ۱۸۳ ق م
سنگا خاندان مگدھ میں	۱۸۳ تا ۷۱ ″
کنوا خاندان مگدھ میں	۷۱ تا ۲۶ ″
اندھرا خاندان مگدھ میں	۲۶ ق م تا ۴۳۰ع
پراسر کا علم ہیئت	۲۰۰ ق م
گرگ کا علم ہیئت	۱۰۰ ″

ہنیتی سدہانتا	۲۰۰ تا ۳۰۰ ع
گپتا مہاراجگان	۴۰۰ تا ۵۰۰ ع
ملیچوں نے ہندوستان پر حملہ کیا	دوسری اور پہلی صدی ق م
یوچی نے ہندوستان پر حملہ کیا	پہلی صدی ق م اور ع
کشمیر کے یوچی راجہ کنشکا نے اپنی حکومت شروع کی اور سکا سنہ	۷۸ ع
شاہ راجاؤں نے سوراشٹر میں حکمرانی کی	۱۵۰ تا ۳۰۰ ع
کمبوجاؤں نے (کابل اور قندھار سے) ہندوستان پر حملہ کیا	۳۰۰ تا ۴۰۰ ع
سفید ہن لوگوں نے ہندوستان پر حملہ کیا	۴ تھی اور ۵ ویں صدی ع

پانچواں دور - پرانوں کا عصر

ہندو مذہب کا از سر نو نشو و نما	۵۰۰ تا ۱۱۹۴ ع
اجین کا راجہ وکرمادت اور شمالی ہند	۵۱۵ تا ۵۵۰ ء
وکرمادت کا اجنبی حملہ کرنیوالوں کو کرور کی لڑائی میں پسپا کرنا تقریباً	۵۴۴ ء
کالیداس امر سنگھ ورارچی وغیرہ	۵۰۰ تا ۵۵۰ ء
بھاروی تقریباً	۵۵۰ تا ۶۰۰ ء
آریہ بھٹ موجد موجودہ ہندو علم ہیئت کا بانی	۴۷۶ تا ۵۲۰ ء
وراہمہرا	۵۰۰ تا ۵۵۰ ء
برہم گپتا	۵۹۸ تا ۶۵۰ ء
سلادتیہ دوم شمالی ہند کا مہاراجہ	۶۱۰ تا ۶۵۰ ء

ڈنڈین	۵۷۰ تا ۶۲۰ ء
بانا بھٹ اور سُبندھو	۶۱۰ تا ۶۵۰ "
بھرتری ہری اور بھٹی کاویہ	"
ہیون سینگ نے سلادتیہ کا دربار دیکھا	۶۴۰ "
یسوورمن شمالی ہند کا راجہ	۷۰۰ تا ۷۳۰ "
بھوبھوتی	"
مغربی ہند کے ولبھی راجہ	۴۷۰ "
قدیم خاندانوں کی تباہی اور راجپوتوں کا اُٹھان	۷۵۰ تا ۹۵۰ "
شنکر آچاریہ	۷۸۸ تا ۸۵۰ "
بدھ مذہب کی تاراجی	۷۵۰ تا ۹۵۰ "
شمالی ہند کے مالک راجپوتوں نے موجودہ ہندو مذہب کو آخرش قایم کیا	۹۵۰ تا ۱۱۹۴ "
دکن کے چالوکیہ راجہ	۵۰۰ تا ۱۲۰۰ "
بنگال کے پال راجہ	۸۵۰ تا ۱۱۵۰ "
بنگال کے سینا راجہ	۱۰۰۰ تا ۱۲۰۴ "
اڑیسہ کا کیسری خاندان	۴۷۶ تا ۱۱۳۲ "
اڑیسہ کا گنگ خاندان	۱۱۳۲ تا ۱۵۳۴ "
کرناٹک کا بلیلہ خاندان	۱۱ ویں صدی "
ورنگل کا کلکتی خاندان	۱۲۰۰ تا ۱۳۲۳ "
وجے نگر کا راج	۱۳۴۴ تا ۱۵۶۵ "

بھاسکر آچاریہ	۱۲ویں صدی ۰۶
جیدیو سری ہرش باگھ وغیرہ	″ ″
سایناچاریہ	۱۴ویں صدی ″
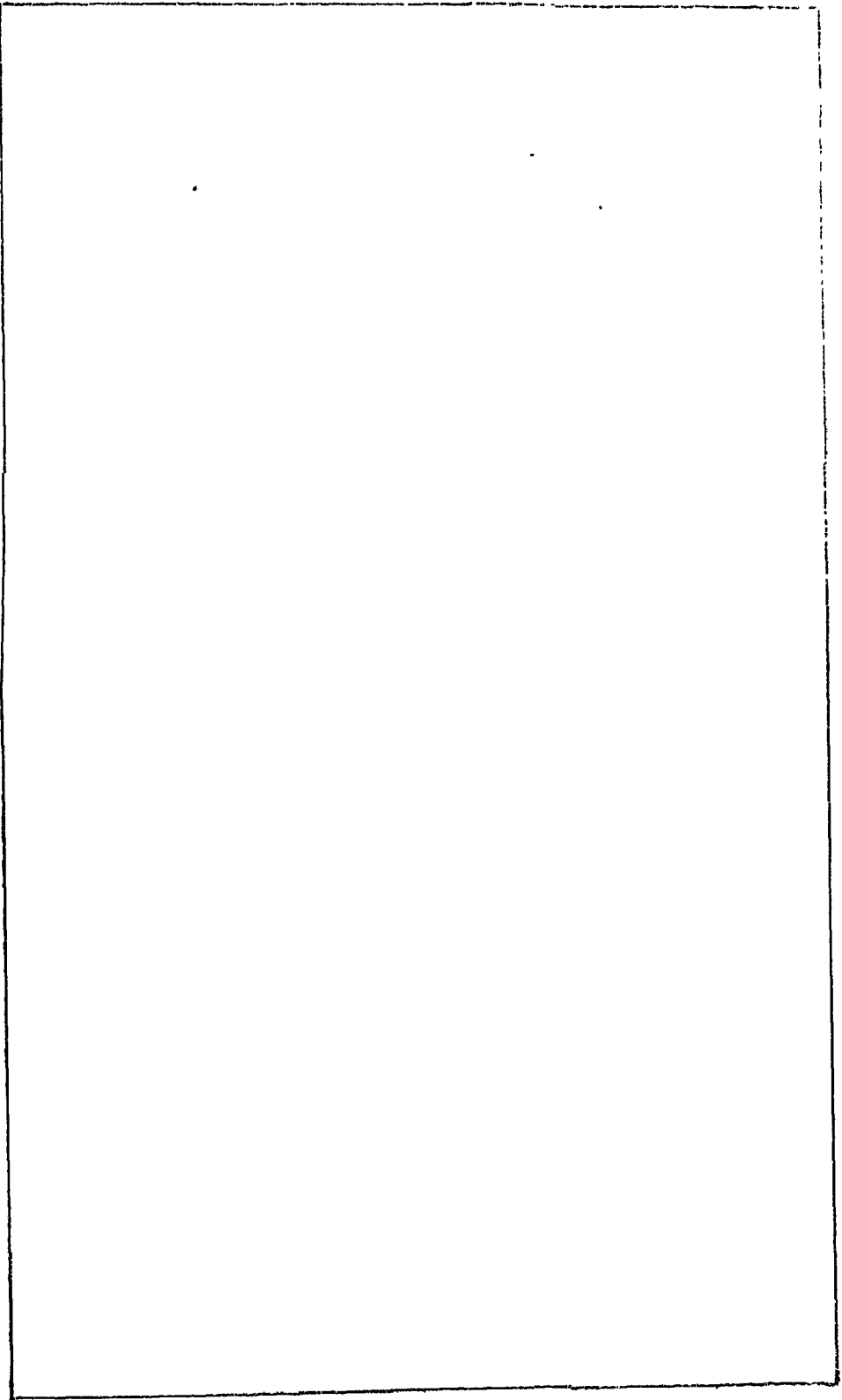
کتابِ اوّل
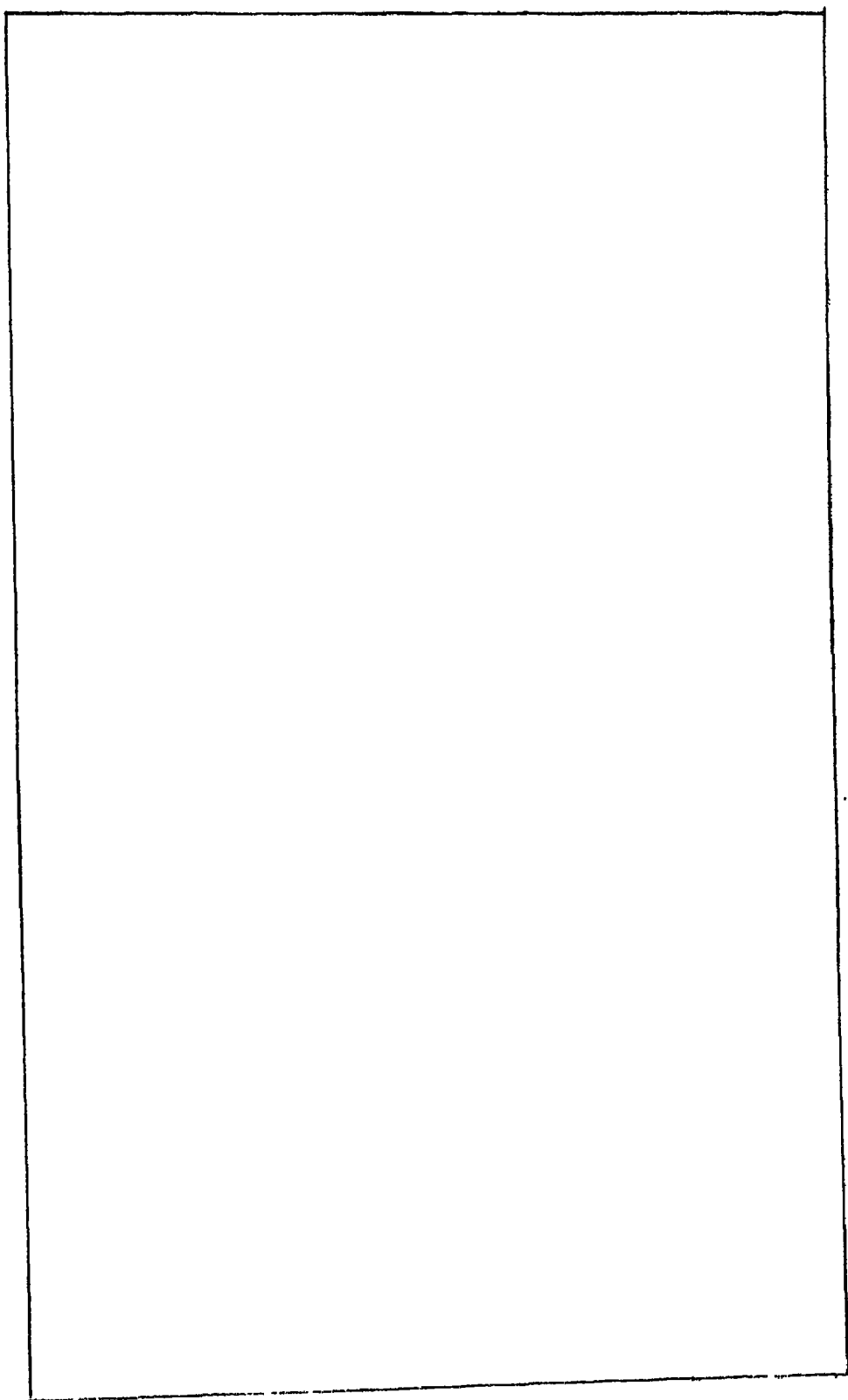
کتابِ اوّل

وید کا زمانہ ۲۰۰۰ - ۱۴۰۰ قبلِ مسیح علیہ السلام

باب ۱

ہندو آریہ لوگوں کا ترکِ وطن۔ اُن کا علمِ ادب

آریہ لوگوں کی قدیم جائے سکونت کا مسئلہ علما کے نزدیک ایسا اہم مسئلہ ہے جسکا ہنوز کوئی فیصلہ نہیں ہوا اگرچہ وطن دوست ہندو علما اسکو قبول نہیں کرینگے کہ آریہ قوم کا پہلا گھر ہندوستان کے سوا کسی اَور جگہ تھا حالانکہ یوروپ کے محب وطن علما قدیم آریہ قوم کی جائے سکونت بالٹک کے کناروں پر خیال کرتے ہیں مگر ہم ایسی بعید از قیاس بحثوں میں پڑنا مناسب نہیں سمجھتے۔ ہم اس کہنے کی بھی بمشکل ہی ضرورت جانتے ہیں کہ ہم ایک ایسی وادی میں قدم رکھنے یا ایسے دشوار گزار میدان کے نشیب و فراز سے گزرنے کا قصد رکھتے ہیں جو ابھی تک خار دار جھاڑیوں اور پیچدار راہوں سے پاک و صاف نہیں ہوا ہے۔ پھر بھی ہم محض اُن تمام اعتدال پسند و متین اصحاب کے خیال کا یہاں اعادہ کرتے ہیں جنکا مسلک یہ ہے کہ آریہ لوگوں کا ابتدائی گھر وسطِ ایشیا میں کسی نہ کسی مقام پر ضرور تھا۔ وہ اصل مباحث جنکی بنا پر یہ نتیجہ ڈھالا گیا ہے پروفیسر میکس مولر نے اپنی ایک

نی تصنیف میں حوالہ جات کئے ہیں جنکا اقتباس ہم ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

اولاً "ہم زبانوں کے لیے دو چشموں کو رواں دیکھتے ہیں جن میں سے ایک تو ہندوستان کے جنوب مشرق کیجانب موجیں مارتا چلا جاتا ہے اور دوسرا یورپ کے شمال مغرب کی سمت بہتا نظر آتا ہے۔ وہ نقطہ جہاں یہ دونوں چشمے قدرتاً تقاطع کرتے ہیں ایشیا پر دلالت کرتا ہے"۔

ثانیاً "شایستہ زندگی کے سب سے ابتدائی مرکز ایشیا ہی میں خیال کئے جاتے ہیں"۔ مگر ہم اسقدر اور اضافہ کرتے ہیں کہ تمام آریہ زبانوں کی نہایت ہی قدیم صورت اُس زبان سے بہت ملتی جلتی ہے جسکو کل آریہ نسلوں کے بزرگ بالعموم بولتے تھے اور وہ پُرانے ہندوستان کے ویدکی سنسکرت ہے۔

ثالثاً "ہم اخیر زمانوں میں بڑی بڑی اخلاقی موجوں کو وسط ایشیا سے اُٹھتا اور یورپ میں پھیلتا ہوا دیکھتے ہیں۔ ایسے ہی چوتھی اور تیرھویں صدی میں ہم ہن اور مغلوں کو قدم بڑھاتا ہوا پاتے ہیں۔

رابعاً اگر یہ جلاوطنی یورپ کیجانب سے ایشیا کی طرف واقع ہوتی خصوصاً اسکنڈی نیویا کی سمت سے تو ہم عموماً آریہ زبانوں میں ایک تعداد ایسے الفاظ کی قدرتاً پاتے جو بحری زندگی سے علاقہ رکھتے ہیں۔ مگر ہم یہ بات نہیں پاتے حالانکہ ہم علی العموم خاص خاص جانوروں اور پرندوں کے نام بھی دیکھتے ہیں چنانچہ ہم جانوروں کے نام (پشو) اور پرندوں کے نام (وی) پاتے ہیں مگر مخصوص طور پر مچھلیوں کے اقسام کی نسبت ہمکو کوئی نام نظر نہیں آتا اور نہ کوئی اسم کلی مچھلیوں کے متعلق ہماری آنکھ سے گزرتا ہے۔ قطع نظر اسکے ہمکو کوئی نام سمندر کا بھی نہیں ملتا"۔

قدیم آریہ لوگوں کے تہذیب کی گوناگوں تصویریں جو کہ پیش تصویر میں آتی ہیں قبل اسکے کہ وہ متفرق اور جدا جدا ہوں مختلف علما نے نازک نازک پیرایوں میں کھینچی ہیں اور ان کی شان دلآویز عبارتوں میں دکھائی ہو جو بالعموم دنیا کی علیحدہ علیحدہ اقوام میں رائج ہیں۔ پکٹٹ کی کتاب

نے جسکی دو ضخیم جلدیں ہیں اور ۶۳-۱۸۵۹ء میں پیرس سے طبع ہوکر شایع ہوئی ہے مقابلہ کسی ایسی ہی سبقت لیجانے والی ہم پلہ قدرتی کوشش کے اس خصوص میں ایک بے انتہا فائدہ بخشتا ہے اسکے بعد اسی کی پیروی ڈاکٹر پک کی کتاب میں لکگئی ہے جو ۱۸۶۵ء میں چھپی تھی۔ علی ہذا ڈاکٹر ہن کی کتاب مطبوعہ ۱۸۸۰ء میں بھی اسی امر کے متعلق بحث کی گئی ہے۔ ہمارا یہ قصد نہیں ہے کہ ہم بھی کوئی ایسی ہی تصویر کھینچیں یا ایک دلکش مرقع اپنے ناظرین کے لئے تیار کریں۔ البتہ قدیم آریوں کی زندگی کے چند ماجرے ہم یہاں بیان کرینگے جنکی نسبت کوئی مناقشہ نہیں ہے۔

ابتدائی آریوں کے امور خانہ داری اکثر ایسے ہی تھے جیسے کہ موجودہ زمانہ کے آریوں میں بالفعل نظر آتے ہیں۔ انسانی حالت پر غور کرنے والا مورخ آریہ تاریخ میں کوئی مابہ الامتیاز علامت نہیں دیکھتا (یا جنس ذکور و اُناث کے درمیان کوئی ایسا رشتہ محسوس نہیں کرتا جو مخلوط و محدود ہو) یا جیسا خاندانوں کا ماں کی جانب سے شمار کیا جانا یا اُناث کے سلسلہ سے وراثت کا جاری ہونا بلکہ بخلاف اسکے باپ محافظ اور خاندان کا سرپرست رکھنے والا متصور ہوتا تھا۔ ماں کا درجہ باپ کے بعد سمجھا جاتا تھا۔ اور اولاد کی پرورش اُسکے ذمہ رکھی گئی تھی۔ لڑکیاں مویشی کا دودھ نکالتیں اور رشتہ داری بیاہ شادی کے ذریعہ سے پہچانی جاتی۔ غالباً سابق زمانہ کے آریہ پہلے ہی سے بنسبت اسکے کہ مختلط بود و باش میں مشغول ہوکر زندگی بسر کریں تہذیب کے اعلےٰ درجہ پر پہنچ چکے تھے۔ خاندان جماعت کا فرد واحد ہوتا تھا نہ کسی فرقہ کا۔ اور باپ خاندان کا سر دھرا اور مربی مانا جاتا تھا۔

اکثر کارآمد و مفید جانور بھی قدیم وقتوں میں دیکھے جاتے اور انسان اُن کو اپنے کام میں لاتے۔ سانڈ۔ بیل بھیڑ۔ بکری۔ سور۔ کتے اور گھوڑے عام طور پر ملتے تھے۔ جنگلی ریچھ۔ بھیڑیے۔ خرگوش اور خوفناک سانپ بھی اُس زمانہ میں معلوم ہو چکے تھے اسیطرح پرندوں میں راج ہنس بط۔ کوئل۔ جنگلی کوے۔ بٹیر سارس اور اُلو بھی قدیم آریوں کو اچھی طرح تحقیق ہو گئے تھے۔

مختلف اقسام کی دستکاریاں گو بچپن کی حالت میں تھیں مگر پھر بھی اُن کی جڑ قایم ہو چکی تھی اور صنعت وحرفت کی بنیاد بھی پڑ گئی تھی۔ آریہ مکان بنا کر رہتے گانوں بساتے قصبے اور شہر آباد کرتے سڑکیں نکالتے اور ادنٰے قسم کی سوداگری یا پانی پر آمد و شد رکھنے کی غرض سے کشتیاں تیار کرتے۔ کپڑا بننے اور سوت کاتنے اور تاروں کی بناوٹ سے بھی آگاہی رکھتے تھے سمور پشمینہ اور اُون کے بنے ہوئے کپڑے لباس کی صورت میں ترتیب دیتے۔ سنجاری نے بھی ایک حد تک ترقی کی تھی اور رنگ سازی نے بھی اپنا رنگ جما لیا تھا۔

اسکے بیان کی تو ضرورت ہی نہیں کہ زراعت کا فن قدیم آریہ قوم میں جاری تھا۔ کیونکہ یہی وہ فن تھا جس نے اُن کو آریہ (کاشتکار) لقب دیا تھا۔ اکثر آلات کشاورزی مثل ہل، چھکڑا، پہیہ، دُھری، جو اعلی العموم آریہ فرقہ میں مستعمل تھے۔ یہ نام اُنھیں کہنہ اُصولوں کو بتاتے ہیں جنسے وہ مشتق ہوئے تھے۔ غلہ چکی میں پیسا جاتا تھا اور طرح طرح کے طریقوں سے پکایا جاتا تھا۔ یہی بھیڑ اور گایوں کے گلے بھی جنسے ہر گھرانا گھرا رہتا تھا اُن کو دودھ اور گوشت دیتے یہاں کسیقدر یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ اگرچہ زراعت عموماً تمام میں پھیلی ہوئی تھی پھر اکثر سرداران قبائل خانہ بدوش کیوں تھے؟ اور ایک جگہ سے دوسری جگہ مع اپنے متعلقین اور گلوں کے نئی نئی چراگاہوں کی تلاش میں کسواسطے مارے مارے پھرتے تھے؟ اسکا جواب یہ ہے کہ قدیم آریوں کا ایک متوسط الحیثیت گروہ ہرزہ گردزندگی کی طرف مائل ہوا تھا جسکی بعض علامتیں ہم رگ وید میں پاتے ہیں جیسا کہ آگے چلکر اُنکا ذکر کیا جائیگا۔

اُس زمانہ میں جنگ وجدل بھی کچھ کم جہاں آشوب نہ تھی۔ اس کام میں لانیکے لئے ہڈی، لکڑی، پتھر، اور دھات کے ہتھیار بھی تحقیق کے میدان میں در آئے تھے۔ تیر کمان، تلوار اور نیزے بھی جو خاص لڑائی کے آلات میں ہیبتناک صورت میں نظر آتے تھے۔

تہذیب کی ترقی کے باب میں کوئی یہ دلیل لاتا ہے کہ سونے چاندی کا استعمال بھی گزشتہ آریوں کو یقیناً معلوم ہو گیا تھا اور قدیم نسلیں اپنی سادہ لوحی کی وجہ سے سونے کو "مصفر" اور چاندی کو "ابیض" لفظوں سے تعبیر کرتی تھیں وہ ایک تیسری دھات (آئیس) سے بھی واقف تھے مگر یہ ایک مشکوک امر ہے کہ وہ لوہا تھا یا اور کچھ۔

شاید اسکا بتانا غیر ممکن ہوگا کہ اُس قدیم وقت میں حکومت کا کیا طرز تھا؟ اور اُسکی کیا نوعیت تھی؟ مگر ہم بتاتے ہیں کہ اُن ایام میں بے شبہ قبائل کے سردار اور اپنے اپنے جتھے کے سرغنہ حکومتانہ اختیار رکھتے تھے۔ اور سیدھی سادی رعایا اُن کو محافظین النسان یا پرورش کنندگان یا کھیا (پتی۔وش پتی) کے خطابوں سے امن و جنگ کے اوقات میں مخاطب کیا کرتی تھی۔ مہذب شخص کی خلقی دلسوزیاں راست و دروغ کے فیمابین امتیاز کی جاتیں دستور اور نامعلوم قوتِ مدرکہ جو قوم کے حق میں بھلائی کا موجب تھی قانون کا اثر رکھتی۔

مختصر یہ کہ آریہ قوم کا قدیم مذہب ہر دلکش و تعجب خیز شئے کی طرف جسکو قدرت کی نیرنگیوں سے حصہ ملا تھا ایما کرتا رہتا۔ فلک یا نیلا نیلا آسمان حیرت و عظمت کا ایک لازوال مقصد سمجھا جاتا خورشید، صبح صادق، آگ اور زمین، طوفان اور رعد سب نے معبودیت کا درجہ پایا تھا۔ مگر مذہب ابھی تک سادہ بے لوث اور اپنی قدیمی حالت پر دکھائی دیتا تھا۔ ماورا ءالادراک افسانے دیوتاؤں اور اُن کے سمبندھ کی بابت ابھی تک بیانات شایع نہیں ہوئے تھے آریہ قوموں کے بہادر اسلاف ایک پرجوش تکریم کے ساتھ ہر اُس شئے کا جو کارخانۂ قدرت میں حیرت انگیز و پاکیزہ ہوتی اُسی طرح تصور کرتے جسطرح کہ عقلِ حیوانی معبود مطلق کا کیا کرتی ہے اور ایک شکر گزار و خالص دل سے اپنی دعا و مناجاتیں ادا کرتے رہتے۔

آریہ سورماؤں کے غول قوت کی فکر میں یا چراگاہوں یا بادشاہتوں یا لوٹ مار کی تلاش میں

اپنے اصلی گھر وسط ایشیا کو وقتاً فوقتاً چھوڑتے جاتے مگر وہ صحیح ترتیب جس ترتیب سے مختلف قوموں نے وطن کو خیرباد کہا تھا مقرر و معین نہیں کیجا سکتی اور نہ اسکی امید ہے کہ معین ہو سکے البتہ پروفیسر میکس مولر نے اسکو تسلیم کیا ہے کہ آریہ نسل اول ہی اول دو شاخوں میں تقسیم ہوئی تھی۔ پہلی شمال مغربی یا یورپین شاخ۔ دوسری جنوب مغربی یا ایشیائی شاخ اور جب ایک دفعہ یہ دونوں شاخیں جدا جدا ہوئیں تو پھر کبھی اُن کو باہم ملنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ شمال مغربی شاخ جس نے یورپ کی سمت رُخ کیا تھا اُسکی بھی تقسیمیں ہوئیں اور پانچ مقررہ نسلوں نے یورپ کے پانچ الگ الگ حصوں پر ایسے زمانہ میں کہ جسکا تعین نہیں ہوسکتا قبضہ کرلیا۔ کیلٹ نے یا تو وہیں قیام کردیا یا شاید یورپ کی اور نسلوں نے اُن کو نتھیا لے مغرب کی طرف فرانس، آئرلینڈ۔ گریٹ برٹین اور بلجیم میں سکونت اختیار کرنے پر مجبور کیا۔ شورہ پشت ٹیوٹن یورپ کے وسط میں جاکر آباد ہوئے۔ پھر اُنھوں نے وہاں سے زوالِ روم کے بعد کل یورپ کے فتح کرنیکو خروج کیا۔ سلیو مشرقی یورپ میں جاکر سکونت پذیر ہوئے۔ یعنی اُنھوں نے روس اور ادر حصّوں میں اپنی چھاؤنی چھائی اہلِ اٹلی اور یونانیوں کی منقسمہ شاخیں یورپ کے جنوب میں اقامت گزیں ہوئیں۔

ایشیائی شاخ نے جنوب کیجانب کوچ کیا اور پروفیسر میکس مولر کے گمان کے موافق وہ محدود الحرکت و غیر تقسیم شدہ ہندو ایرانی پنجاب میں انڈس تک آکر ٹھر گئے۔ یہاں اُس کے باجگزار دریاؤں کی حدِ قیاس تک یہ غیر منقسم جنوب مشرقی آریہ سنسکرت یا ژند سے بھی زیادہ پہلے کی کوئی پرانی بولی بولتے تھے۔ اب مذہبی تخالف نے اُن میں تفرقہ ڈالا۔ دیوؤں کے پوجنے والے ہندو آریہ پنجاب میں رہ پڑے اور اسروں کے ماننے والے یا ایرانی فارس کو لوٹ گئے۔
یہی وہ دیوؤں کے پوجنے والے ہندو آریہ ہیں جنھوں نے اُس کتاب کے منتروں کو جو

رگ وید کے نام سے مشہور ہے تصنیف کیا تھا۔ اب ہم اس پراچین پستک کی نسبت چند جملے نذر ناظرین کرتے ہیں۔ غالباً بنی نوعِ انسان کے علم ادب میں بجز اسکے اور کوئی کتاب ایسی غایت درجہ کی دلچسپ اور باعتبار نصائح و پند کے ایسی بےنظیر نہیں ہے جیسی کہ یہ ہو۔ اس کتاب کی قدامت جسکو بلحاظ عہدِ عتیق ہونے کے ایک سفید سر سے تشبیہ دیجا سکتی ہو۔ اپنی تہذیب کی وہ سب سی ابتدائی شکل پیش کرتی ہے جسکو آریہ قوم نے دنیا کے ہر حصہ میں نمایاں کیا تھا اور وہ کل حیرت افزا فسانوں کی اصلیت اور تمام آریہ اقوام کے مذہبی طریقوں پر ایسی روشنی ڈالتی ہے جس سے انسان ششدر و متحیر رہجاتا ہے۔ پس یہی وہ خاص چیزیں ہیں جو رگ وید کو کامل درجہ کا دلکش بناتی ہیں۔

مگر ان سب باتوں پر بھی یہ کتاب بلند و عالی مقاصد اور دقیق و عمیق مطالب رکھتی ہو۔ نوعِ انسان کے فلسفی خیال مورخ پر بیشک رگ وید مذہبی صداقت کی کیفیت اور مذہبی دلسوزی کی حقیقت کو منکشف کرتا ہے وہ صاف صاف بتاتا ہے کہ کسطرح وجدان اپنی نادانستہ و طفلانہ حالت میں اُس چیز کی جو آیندہ زمانہ میں آنے والی اور فطرۃً پاکیزہ پر طاقت اور تعجب انگیز ہے پرستش کرتا ہے اُن اقوام میں جنکو خوشی سے کم سابقہ پڑا ہے مذہب امراض اور زبوں زبوں باتوں کی وجہ سے جبکہ اُنھوں نے نہایت ہی پایدار نقش دل پر جمایا تھا شروع ہوا ہے۔ مگر آریہ قوم کے دل میں قدرت کی روشن تر اور بہت ہی خوشنما صورتیں مصفا و منور آسمان صبحِ صادق کا ارغوانی رنگ وہ طلوع ہوتا مہر منیر اور دہکتی ہوئی آگ ایک گہرا نقش پیدا کرتی تھیں۔ شکر گزاری اور ثنا عبادتانہ گیت اور روح افزا نغمے باوازِ بلند گائے جاتے تھے یہی وہ رگ وید سنہتا ہے اور یہی آریہ مذاہب کی وہ سب سے قدیم صورت ہے جس نے ہر جگہ شہرت حاصل کی تھی۔

لیکن باوجود اسکے رگ وید کا درجہ اس سے بھی کہیں اونچا ہے وہ ہم پر مبرہن کرتا ہے کہ کیونکر اولی قوت قدرت سے قدرت کے خدا کی طرف ہدایت پاتی ہے اسیواسطے رگ وید کے مُنی ہمیشہ قدرت کے انکشافات کی پرستش سے مطمئن نہیں رہتے تھے وہ بعض اوقات بہت اونچے اُڑتے اور اس امر کے دریافت کرنیکی جرأت کرتے کہ یہ آفتاب یہ آسمان یہ طوفان اور یہ رعد سب کے سب ما نا کہ مظاہر قدرت ہیں مگر ایک نامعلوم ذات کے پرتو سمجھے جاتے ہیں یہی سبب ہے کہ رگ وید کے سب سے اخیر منتروں میں توحید کے بعد یعنی ایک خدا کے اس عقیدہ تمندانہ تصور کے بعد بھی ہم اُس دلیرانہ قیاس کو موجود پاتے ہیں۔

انسانی حقیقت پر غور کرنیوالے مورخ کے عندیہ میں رگ وید کی اگر فرض کیا جائے کہ یہی قدر وقیمت ہے تو اُسکی قدر وقیمت آریہ قوم کے مورخ کے نزدیک اس سے بہت بڑھ چڑھ کر قیاس کرنا چاہئے وہ آریہ ورت کی سب سے پرانی اور کہنہ کتاب ہے۔ وہ ہمکو نہایت ہی دیرینہ تہذیب کی ایک عجیب حسین و دلکش تصویر دکھاتی ہے جسکو آریہ قوم نے شاید کسی حد تک عالم میں نمایاں طور پر پیش کیا ہو اور جیسا کہ ہم اس سے پہلے بیان کر آئے ہیں وہ بہت کچھ اُس سیاہ و تاریک شئے کو مجلی و مصفا کرتی ہے جو آریہ اقوام کے مذاہب و پرحیرت افسانوں میں جنکا وجود تمام جہان میں اِدھر سے اُدھر تک پھیلا نظر آتا ہے پائی جاتی ہے اگرچہ ہمارے مقصود کا مثالوں کے ذریعہ سے صراحت کیساتھ بیان میں آنا بالکل ایک مستبعد امر تھا مگر بعض مثالیں ایسی عجیب و غریب ہاتھ آئی ہیں جنکی جہت سے ہمارا امر کو زِ خاطر مشرحاً حیطۂ تحریر میں آسکتا ہے اسواسطے ہم اُن کو ناظرین کی آگاہی کے لئے ذیلمیں لکھتے ہیں۔

زرہی اُس یا جوپیٹر وید کا دیو یا کردگار ہے۔ ڈیفنِ اور اتھنا وید کی وہنا اور اہنا گویا صبح صادق ہیں یورینس وید کا ورونا گویا آسمان ہے۔ اور غالبًا پرومےتھی اَنس او ہیفس طاس وید کی پرتھ

اور پُوش تھا یعنی آگ ہیں۔

ہندو رگ وید کو ایک اعلیٰ درجہ کے صفت کی کتاب خیال کرتے ہیں۔ وہ ہندو مذہب کی آخری عمارت کی ساری قلعی کھولتا ہے۔ وہ آخری زمانہ کے دیومالا کی تمام پیچیدگیوں کو سلجھاتا ہے وہ ہندو حافظہ کی تاریخ پر اُس کے سب سے ابتدائی بچپن کی منزل سے سب سے آخری وقتوں تک روشنی ڈالتا ہے اس قدیم اور بے بہا کتاب سے ہندو یہ تعلیم پاتا ہے کہ وشنو محافظِ اعلےٰ ہے اور اُسکے تین قدموں نے جو تمام عالم کو ڈھانک لیا تھا اُس سے آفتاب کا طلوع، عروج اور غروب مقصود ہے۔ اُس ہیبتناک دیوتا رُدر سے جو صفحۂ ہستی کا بہت بڑا الٹ پلٹ کرنیوالا ہے ابتداً رعد یا برق کے معنے مفہوم ہوتے تھے اور برہما جو بزرگ ترین پیدا کنندہ ہے اولاً دعا یا دعا کا دیوتا بتایا گیا تھا۔ غرضکہ یہ کتاب اسبات کو سکھاتی ہے کہ رام اور کرشن، درگا اور لکھشمی گنیش اور کارتکیہ پرانوں کے قیاس و تصور کی آخری مخلوق ہیں اور یہ سب نام ہندوستان کے پہلے آریہ لوگوں کو نا معلوم تھے۔

بہر کیف تاریخی و معاشرتی بنا پر ہندو بہت کچھ رگ وید سے تعلیم حاصل کرسکتا ہے کیونکہ رگ وید ہمکو اُس زمانہ کے جماعت کی ایک تصویر دکھاتا ہے جس زمانہ میں ذات پات کا کوئی فرق و امتیاز نہ تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جب بیوؤں کے عقد ثانی ہوتے تھے اور عورتیں اپنا جائز اثر اُس جماعت میں رکھتی تھیں جسمیں وہ زندگی بسر کرتیں اور جہاں وہ نقل و حرکت کرنیکی مجاز تھیں۔

یہ وید ۱۰۲۸ منتروں پر مشتمل ہے جنمیں دس ہزار سے زائد رچائیں ہیں۔ ان منتروں میں قدرت کے دیوتاؤں کی طرف خطاب کئے گئے ہیں جیساکہ آخر میں اُن کا تمام و کمال ذکر کیا جائیگا۔

یہ منتر علی العموم سادہ و سلیس عبارت میں لکھے ہوئے ہیں اور دیوتاؤں میں ایک بے ریا

صداقت اور سچی روشنی کو دکھاتے ہیں جنپر قربانیاں چڑھائی جاتی تھیں اور سوما کا عرق چھڑکا جاتا تھا۔ جن سے اولاد کی زیادتی مویشی اور مال وزر کی درخواست کیجاتی اور آریوں کے واسطے اُن فتنہ وفساد کی جو ابھی تک مشکوک حالت میں تھے بمقابلہ قدیم باشندگان پنجاب کے استمداد کیجاتی اور نیز ہر قسم کی اُن سے منّت ومراد مانی جاتی۔

رگ وید کے منتر دس منڈلوں یا کتابوں پر منقسم ہیں۔ باستثنا اول وآخر کی کتابوں کے باقی آٹھ کتابوں میں سے ہر ایک کتاب ایک ایک رشی کی لکھی ہوئی بیان کی گئی ہے جس سے ہم ہر ایک خاندان یا معلمین کے سلسلہ کو سمجھ سکتے ہیں اسیطرح دوسری کتاب گرت سمد کی لکھی ہوئی ہے اسکا حال بھی مثل سونک کے جاننا چاہیئے۔ تیسری کتاب بسوامتر کی لکھی ہوئی ہے۔ چوتھی بامدیو کی پانچویں اتری کی چھٹی بھاردواج کی ساتویں بششٹھ کی آٹھویں کنو کی نویں انگیراس کی پہلی کتاب میں ۱۹۱ منتر ہیں جنکے ساتھ جابجا استثنا پہلے نظر آتے ہیں۔ یہ پندرہ رشیوں کی تصنیف سے ہیں۔ اور دسویں کتاب میں بھی ۱۹۱ منتر ہیں جو اکثر قیاسی مصنفین کیجانب منسوب ہیں۔

پرانے منتروں کو نئے منتروں سے جدا کرنے کی کوشش اور ہر ایک کے واسطے ایک علیحدہ وقت قرار دینے کی جہد ابتک کامیابی کی حد تک نہیں پہنچی اور شاید آئندہ بھی کبھی اسمیں کامیابی نہ ہو۔ لیکن وید سے بالکل بے خبر طالب علم اس اطلاع سے کوئی مدد حاصل نہیں کرسکتا کہ رگ وید کا دسواں یا آخری منڈل باقی کے نو منڈلوں سے الگ ہے اور مثل ایک آخری الحاق کے ہے یا اکثر منتر اسکے باعتبار مقابلہ جدید زمانہ کے منتر ہیں۔ ایک انسان اپنی انگلی اس کتاب کے منتروں میں سے کسی منتر پر جو بے شبہ جدید زمانہ کے ہیں از روئے مقابلہ رکھ سکتا ہے۔ وہ خیالات کے ایک اعلیٰ درجہ کی وضاحت قیاسات کی ایک بہت ہی پختہ حالت اور بیشتر ایک بھدّی

ضعیف الاعتقادی اور جماعت کی ایک نہایت ہی مصنوعی کیفیت کا اظہار کرتے ہیں یہی وہ منتر ہیں جو گزشتہ دنیا کا نقشہ آنکھوں کے سامنے کھینچ دیتے ہیں۔ یا شادی بیاہ اور تکفین و تدفین کے دستور پیشِ نگاہ کر دیتے ہیں اور یہی وہ متعلق خیالات ہیں جو خدا کی وحدانیت کے باب میں ملحوظ رکھے گئے ہیں۔ ایسے ہی پھر بیماریوں وغیرہ کے متعلق منتر ہیں۔ اسی طرح اتھروا وید کے منتروں کو بھی قیاس کرنا چاہئے جو آخری مقبولہ کتاب ہے۔ پھر رگ وید کی دسویں کتاب کے اکثر منتر دیوتاؤں سے منسوب کئے گئے ہیں گویا کہ اصل مصنف اس امر سے اندیشہ مند تھے کہ منتروں کی یہ آخری تصنیف کسی ترکیب سے پوشیدہ رہے اور افشا راز نہ ہو۔

رگ وید کے منتر دست بدست باپ سے بیٹے یا استاد سے شاگرد تک صدہا سال ہوئے کہ برابر منتقل ہوتے آئے ہیں اور تاریخی نظم کے دور کا اخیر زمانہ تھا جب وہ مدون ہوئے تھے۔ آخری یا دسویں کتاب کا بڑے سے بڑا حصہ اسی اخیر دور کا حاصل معلوم ہوتا ہے مگر اسکے بعد وہ شروع کی تصنیفات سے منضم کر دیا گیا تھا اور بہت پرانے منتروں کی اصلی حصے کے ساتھ محفوظ رکھا گیا تھا۔

رگ وید کے منتروں کی تدوین و تنظیم اپنی موجودہ صورت کے لحاظ سے قومی تاریخ کے دور میں مکمل سمجھی گئی تھی۔ ایتریہ آرن یکا ۲-۲ میں رگ ویدی رشیوں کے دئے ہوئے اصول کے قیاسی مشتقات ہم اسی ترتیب سے پاتے ہیں جس ترتیب سے منڈل مرتب کئے گئے ہیں اور اسکے بعد سکتوں یا منتروں کی ریک یا رچا کی آدھی رچا کی پد یا لفظ کی اور اکشر یا کلمہ کی ترتیب بھی مشاہدہ کرتے ہیں اسی واسطے رگ وید سنہتیا کا منڈل منڈل سے ہی صرف ترتیب نہیں دیا گیا تھا بلکہ سوجھ بوجھ کے ساتھ اسکی تقسیم در تقسیم کی گئی تھی اور تاریخی نظم کے زمانہ میں اسکی تفریق عمل میں آئی تھی۔

تاریخی نظم کے زمانۂ اختتام پر رگ وید کی ہر رچا ہر لفظ اور ہر حرف کا شمار کیا گیا تھا۔ رچاؤں کا شمار جیسا کہ تعداد کیا گیا ہے ۱۰۴۰۲ سے ۱۰۶۲۲ تک اختلافی حالت کو دکھاتا ہے۔ رہے الفاظ وہ تعداد میں ۱۵۳۸۲۶ ہیں اور حروف تعداد میں ۲۳۲۰۰۰ ہیں۔

باب ۲

زراعت۔ چراگاہ۔ تجارت

قدیم ہندوؤں کا خاص پیشہ کاشتکاری تھا جیسا کہ اب بھی وہ یہی پیشہ کرتے ہیں جیسی توقع کیجا سکتی تھی ویسے ہی ہم بیشتر اشارات رگ وید میں اس پیشہ کے متعلق پاتے ہیں۔ وہ لکتا لگا تا نام آریہ جسکی جہت سے ہندوستان کے آریہ فاتحین قدیم باشندگانِ ہند میں ایک ممتاز حیثیت رکھتے تھے اسکا ایسے لفظ سے مشتق ہونا بیان کیا گیا ہے جو زراعت کے مفہوم کو ظاہر کرتا ہے۔ پروفیسر میکس مولر نے تمام آریہ دنیا میں اس لفظ کے پھیلاؤ کا ایران یا فارس سے ایرن یا آیرلینڈ تک کھوج لگایا ہے اور ایک معقول دلیل کے ساتھ یوں بحث کی ہو کہ یہ لفظ آریوں کے اصلی گھر وسط ایشیا میں زراعت کے متعلق اُن کی جنبہ داری ظاہر کرنے کی غرض سے جسطرح کہ تورانی راعیانہ عادت کے ساتھ خاص امتیاز رکھتے تھے جسکا نام اُن کی سرعتِ اسفار یا اُن کے گھوڑوں کی تیز روی پر دلالت کرتا ہے ایجاد کیا گیا تھا۔ فی الحقیقت آریہ لفظ رگ وید میں آیا ہوا ایک لفظ ہے جو فاتحین کو ایک جماعت کے طور پر مخصوص حیثیت سے دکھاتا ہے یا یہ کہئے کہ ایک ذات کی صورت سے ظاہر کرتا ہے جو قدیم باشندگانِ ملک کے مقابلہ میں اُن کو ایک بلند سطح پر نمایاں کر رہا تھا۔ ہمیں ایسے قابلِ غور فقرے بھی موجود ہیں جن سے مترشح ہوتا ہے کہ ملک کے نوآباد لوگ اپنے آپ کو آریہ مشہور کرنے میں اس

لفظ کے اصلی مفہوم اور حقیقی مراد کو بالکل ہی نہیں بھول گئے تھے۔ ہمارے نزدیک مندرجۂ بالا امر کے ثبوت کے لئے یہاں صرف ایک ہی مثال کافی ہوگی۔

"او تم ہر دو اسونوں! تمنے آریہ کو ہل سے کاشت کرنا اور غلہ بونا سکھایا اور اُسکی غذا (پیداوار) کے لئے مینھ برسایا اور دسیو کو اپنے بجر (صاعقہ) سے تباہ کیا یہی وہ وجوہ ہیں کہ جنکے ذریعہ سے تم اپنی عزت و بزرگی ظاہر کر چکے ہو" (۱×۱۱۷-۲۱)

رگ وید میں اور دو لفظ بھی اسی کے مرادف آئے ہوئے ہیں مگر وہ زیادہ تر آریہ فرقہ کیساتھ علاقہ نہیں رکھتے بلکہ عموماً انسان کے ساتھ علاقہ رکھتے ہیں۔ یہ دونوں لفظ اُن اصلوں سے ماخوذ ہیں جو کاشتکاری پر دلالت کرتے ہیں وہ لفظ چرشنا (۱×۳-۷ وغیرہ) اور کرشتی (۱×۴-۶ وغیرہ) ہیں اور یہ دونوں لفظ اُسی اصل کرش یا چرش کی تبدیلِ اشکال سے پیدا ہوئے ہیں جسکے معنی کاشت کرنا ہیں۔

اِس نہج پر یہ نام جو ہندوستان کے آریہ فاتحین نے اپنے حق میں تجویز کئے تھے واقع میں وہ نام ہیں جن سے اُس کارآمد شے کی مطابقت صادق آتی ہے جسکے سبب سے مہذب آدمی بمقابلہ وحشی کے ممتاز ہوجاتا ہے اور وہ شے زمین کی کاشت ہے رگ وید میں کاشتکاری کی نسبت بیشمار صریح اشارات موجود ہیں مگر زیادہ غور طلب اُن میں کا ایک منتر ہے جو کاشتکاری کے ایک فرضی دیوتا کے نام نہادہ ہے جسکو خداوندِ کشت کے نام سے موسوم کیا ہے اُسکا تمام و کمال ترجمہ ہم اس مقام پر لکھتے ہیں۔

"۱۔ ہم جیت لیں گے (کاشت کرینگے) اس کھیت کو خداوندِ کشت کی مدد سے وہ ہماری مویشی اور ہمارے گھوڑوں کو تازگی بخشے وہ ہمکو اس سے برکت عطا کرے"۔

"۲۔ او خداوندِ کشت! ہمکو شیریں اور صاف اور مکھن کی مانند خوشگوار اور بافراط بارش ایسی ہی

عطاکر جیسی کہ ہماری گائیں ہمکو دودھ دیتی ہیں۔ بہتر ہو کہ خداوندان عماں ہمپر برکت نازل کریں۔

۳۔ ہم میں شیریں نباتات پیدا ہوں۔ افلاک بارش اور فضا حلاوت سے پر ہو جائیں۔ خداوند کشت ہمپر شفیق و کرم گستر ہو۔ ہم دشمنوں سے بے خطر اُس کی پیروی کرینگے۔

۴۔ بیل مستعدی سے کام کریں۔ آدمی خوشی سے کام میں مصروف رہیں ہل عمدگی سے حرکت میں آئیں۔ جوؤں کو شادمانی سے استوار کرو۔ پینی کو کامرانی سے مشغول رکھو۔

۵۔ ہے سونا اور سیرا! اس منتر کو قبول کرو اس زمین کو میٹھے پانی سے نرم کرو جو تمنے آسمان میں پیدا کیا ہے۔

۶۔ اورہل کے اقبالمند نشان! آگے بڑھ۔ ہم تجھ سے منّت کرتے ہیں کہ تو ہمکو دولت و حشمت عطا کر اور بکثرت پیداوار بخش۔

۷۔ اس ہل کے نشان کو اندر قبول کرے اُسکو آگے کی طرف رہنما کرے۔ وہ پانی سے لبریز ہو جائے۔ اور سال بسال ہمکو غلہ دے۔

۸۔ ہل کی پھالیں جلد جلد دوب کو اُکھاڑ ڈالیں۔ لوگ ہنسی خوشی بیلوں کے پیچھے چلیں۔ پرجنیا شیریں جھڑیوں سے زمیں کو ملایم کردے۔ ہے سونا اور سیرا! ہمکو مسرّت عطا کرو" (۴۔ ۵۷)

ہم اخیر سنسکرت علم ادب کے تمام سلسلہ میں ایک فقرہ بھی جسمیں سادہ لوح کاشتکاروں کی عاجزانہ امیدیں ایسے واقعی پیرایہ میں مذکور ہوئی ہوں تلاش کرنے کی عبث کوشش کرتے ہیں فی الواقع یہ رگ وید کا یہ ایک چلتا ہوا جادو ہے جیساکہ ایک عالمانہ تصنیف میں ہوا کرتا ہے۔ اگر قدیم باشندوں کے ساتھ لڑائی جھگڑوں اور حرب و ضرب کا ذکر ہے تو یا دوستانہ طور پر اندر سے آنے کی آرزو اور سوما کے ایک جام کے قبول کرنے کی تمنا ہے تو یا ایک سادہ لوح

کسان کا گیت ہے تو غرضکہ کچھ ہی کیوں نہ ہو رگ وید کا منتر ہمیشہ ایک صاف مگر راست، مردانہ اور بے لوث کاموں کی جانب بمقابلہ کسی ایسی شے کے جو شاید اخیر زمانوں کے علم ادب میں کہیں پائی جاتی ہو ہمکو بہت قریب لے جاتا ہے۔

ہم ایک اور منتر کا ترجمہ کرتے ہیں جو زراعت کی طرف منسوب ہے۔

۳۔ ہلوں کو استوار کرو جوؤں کو پھیلا دو اور کھیت میں جسکو تیار کیا ہے تخم ریزی کرو ہمارے منتروں کے ساتھ ساتھ ہی غلہ اُگے ہنسئے اُس پاس کے اُن کھیتوں پر جھک پڑیں جہاں غلہ پک چکا ہے۔

۴۔ ہل استوار ہو چکے۔ ہالیوں نے جوؤں کو جوت لیا ہے مبنی دیوتاؤں کے سامنے استت کر رہے ہیں۔

۵۔ جانوروں کے لئے پانی پینے کی بالٹیاں تیار رکھو رسیوں کو مضبوط باندھو اور اُس عمیق اور خوشنما کنوے سے جسکا پانی کبھی خشک نہیں ہوتا پانی بھرنے دو۔

۶۔ جانوروں کے لئے بالٹیاں تیار ہو چکی ہیں۔ گہرے اور میٹھے کنوے میں رسی چلی جا رہی ہے جو کبھی نہیں سوکھتا اور جس سے پانی بآسانی بھرا جاتا ہے کنوے سے پانی باہر نکالو۔

۷ گھوڑوں کو تازہ دم کرو۔ کھیت میں غلہ کا خرمن لگاؤ اور ایک چھکڑا بناؤ جو اُسکو آسانی سے لیجائے۔ یہ پانی کا بھرا ہوا کنواں جانوروں کے لئے ہے۔ ایک کنواں پھیلاؤ میں درونا ہے اور اُسپر ایک سنگی چرخ ہے اور وہ حوض آدمیوں کے پانی پینے کے لئے ایک اسکندا ہے اُسکو پانی سے پُر کرو" (۱۰۔۱۰۱)

پنجاب میں آب رسانی اور زراعت صرف کنوں کے ذریعہ سے ہوتی ہے اور کنوئیں آدمیوں اور جانوروں کے پانی پینے کے واسطے بھی محفوظ رکھے جاتے ہیں بس یہ امر کوئی التعجب خیز

نہیں کہ ہم کنوؤں کی نسبت رگ وید میں جابجا حوالے پاتے ہیں۔ مذکورہ بالا ترجمہ میں ایک اور لایق ذکر ماجرا یہ نظر آتا ہے کہ ان ایام میں زراعت کے لئے گھوڑے کام میں لائے جاتے تھے یہی وہ طریقہ ہے جو اسوقت تک تمام یورپ میں عموماً برتا جاتا ہے مگر ہندوستان میں بالفعل ترک ہوگیا ہے۔

دسویں منڈل کے چھبیسویں منتر کی چوتھی رچا میں ہم ایک اور اشارہ کنوؤں کی بابت پاتے ہیں۔ اسی دسویں منڈل کے ترسٹھویں منتر کی تیرھویں رچا سے ہمکو معلوم ہوا ہے کہ آب رسانی کے لئے کنوؤں سے کسطرح پانی نکالا جاتا تھا۔ اسکی ترکیب وہی ہے جو ابھی تک شمالی ہند میں پانی نکالنے کے واسطے رائج ہے۔ وہ یہ ہے کہ چند ہانڈیوں کو ایک رسی سے باندھکر بذریعہ چرخ کے گھماتے ہیں جب وہ ہانڈیاں کنوے کے اندر پہنچ جاتی ہیں اسوقت وہ پانی سے بھر جاتی ہیں پھر اُن کو چرخ کے وسیلہ سے اوپر کھینچکر خالی کر لیتے ہیں اسیطرح یہ دور و تسلسل جاری رہتا ہے اسکا نام گھٹی چکر یا ہانڈیوں کا حلقہ ہے اور آج تک یہی نام اسکا چلا جاتا ہے۔

دسویں منڈل کے ننانویں منتر کی چوتھی رچا میں ایک اور اشارہ کنوؤں سے آب رسانی کا بذریعہ نالیوں کے پایا جاتا ہے جو ایک درونا کی مدد سے بھری جاتی تھیں اسی منڈل کے اڑسٹھویں منتر کی پہلی رچا سے ہمکو دریافت ہوتا ہے مزارعین جو اپنے کھیتوں کو پانی سے سینچتے پرندوں کو شور مچا مچا کر اُڑا یا کرتے تھے۔

چراگاہ کی نسبت بھی ایسے ہی بکثرت اشارات موجود ہیں جیسے زراعت کی نسبت ہیں۔ اب سنئے کہ پوشن گنڈریوں اور چرواہوں کا دیوتا مانا جاتا ہے اور وہ آفتاب ہی جیساکہ ہمیشہ وہ اسکو اپنی آنکھوں کے سامنے طالع و روشن دیکھتے تھے اور علی العموم وہ اپنا اور مسافروں کا جبکہ وہ ملک میں ادھر اُدھر چلتے پھرتے اسکو محافظ خیال کرتے تھے ایک منتر میں ہم جابجا پوشن کے متعلق وہ یاد داشتیں

اور گیت دیکھتے ہیں جو ہندوستان کے آریہ جسوقت انکو اتفاقاً وسطِ ایشیا میں نقل وحرکت کی ضرورت پیش آتی
گو ہندوستان میں سکونت اختیار کرنیکے بعد انکو ایسا موقع نہ ملا ہوا نپوسا لاوی تھے ہم ایسی ایک منتر کا ذیل میں ترجمہ کرتے ہیں۔

۱۔ ہے پوشن! ہمارے سفر کے تمام ہونے پر ہماری مدد کر۔ ہمارے کل خطرات دور کر۔ او دھندھلکی کے سورج تو ہمارے آگے آگے کوچ کر!

۲۔ ہے پوشن! تو اسکو جو ہمیں گمراہی کی طرف چلائے ہماری راہ سے ہٹا دے وہ جو ہلاک کرتا ہے اور ضرر پہنچاتا ہے۔

۳۔ تو اس حیلہ باز راہ زن کو دفع کر جو سفروں کو قطع کرتا ہے۔

۴۔ تو اپنے پانوں کے نیچے اس زشت کی لاش کو رونڈ ڈال جو ہمکو دونوں طریقوں (چوری اور زبردستی) سے لوٹ لیتا ہے اور اسکو بھی پامال کر جو ستم پیشگی کا مرتکب ہوتا ہے۔

۵۔ اور پر فراست پوشن تباہ کنندۂ دشمناں! ہم تجھسے سماجت کرتے ہیں اس حفاظت کی جسکو تو نے سپر بنایا تھا اور جس سے ہمارے اسلاف کی خاطر جمع کی تھی۔

۶۔ ہے پوشن! تو جو تمام دولت وحشمت کا مالک سنہرے اسلحہ پر قابض اور موجوداتِ عالم کا سردار ہے ہمکو مال و زر عطا کر۔

۷۔ ہم کو ایسی راہ دکھا کہ وہ دشمن جو ڈکیتی اور رہ زنی کرتے ہیں ہمکو نقصان نہ پہنچائیں آسان اور فرحت بخش طریقہ سے ہماری رہنمائی کر ہے پوشن! ایجاد کر وسائل (ہمارے امن کے لئے) اس سفر میں۔

۸۔ ہمکو خوش سواد پگڈنڈیوں کی طرف چلا جو سرسبز گھاس سے ڈھکی ہوئی ہوں اس راستہ کے قریب بہت گرمی نہ ہونے دے۔ ہے پوشن! ایجاد کر وسائل (ہمارے امن کے لئے) اِس سفر میں۔

۹۔ قوی ہوں (اپنی حمایت میں) پُر کر ہمکو (مال و متاع سے) عنایت کر ہمکو (خدم و حشم) بنا ہمکو مضبوط اور وے ہمکو روزی ہے پوشن! ایجاد کر وسائل (ہمارے ان کے لئے) اس سفر میں۔

"۱۰۔ ہم پوشن کو الزام نہیں دیتے بلکہ ہم اپنے منتروں میں اسکی پرنشا کرتے ہیں ہم فیاض اور خوش پوشن سے دولت کے لئے التماس کرتے ہیں" (۱×۴۲)

نیز ایک اور دلچسپ منتر مویشی کو علف زار کی طرف لیجانے اور پھر ان کو واپس لانے کے وشئے میں ہے۔ چند رچائیں اسکی بھی لایق ترجمہ ہیں۔

"۴۔ ہم گوال کو بلاتے ہیں۔ اسکو گایوں کے باہر لیجانے کی اجازت دیتے ہیں اسکو انھیں میدان میں چرانے کی اجازت دیتے ہیں اسکو واقف ہونے اور جانوروں کے جمع کرنے اجازت دیتے ہیں۔ اسکو انھیں گھر کی جانب واپس لانے کی اجازت دیتے ہیں۔ اسکو انھیں تمام اطراف میں چرانے کی اجازت دیتے ہیں۔

"۵۔ وہ گوال گایوں کو تلاش کرتا ہے اور ان کو گھیر گھار کر گھر کی طرف واپس لاتا ہے وہ تمام اطراف و جوانب میں انکو چراتا پھرتا ہے۔ کاش وہ محفوظ گھر آجائیں!

"۸۔ او گوال! گایوں کو ہر سمت چراتا پھر اور ان کو واپس لا۔ ان کو زمین کے مختلف قطعوں میں چرا اور پھر ان کو لوٹا لا" (۱۰×۱۹)

اگلے فقروں میں ان راہزنوں کیجانب اشارات ہیں جو ملک کی دور دراز سرزمینوں میں ایذا پہنچایا کرتے تھے۔ غالباً یہ اشارے قدیم نسلوں کے ان مویشی چرانے والوں اور قطاع الطریق کی نسبت ہیں جو آریہ گانوں کے قرب و جوار اور رہ گزر میں تاک لگائے بیٹھے رہتے اور ان راستوں میں رہزنی کے وسیلہ سے زندگی گزارتے جن سے آسودہ

ومحنت کش لوگ آمد و شد رکھتے تھے۔ آگے چلکر ہم ایسے ہی اشارات کا ذکر کرینگے۔
چاہئے تھا کہ تجارت و سوداگری کے متعلق لزوماً منتروں کے ایسے مجموعہ میں جو دیوتاؤں کے بیانات سے مملو ہے اشارات کمیاب ہوتے۔ مگر نہیں۔ اسپر بھی ہم جابجا اُن فقروں کے دیکھنے سے استعجاب کرتے ہیں جنسے ایک کیفیت اُن وقتوں کے طریق عمل اور طرز ماند و بود کی حقیقۃً نمایاں ہوتی ہے اُن ایام میں قرض و سود سے لوگ خوب آگاہ تھے اور رشی (جنکو ہم ہمیشہ تعظیم سے یاد کرتے رہتے ہیں اُن دنوں میں دنیا دار آدمی ہوا کرتے تھے اور گوشہ گزینی و خلوت نشینی اسوقت تک اُن کی عادت میں داخل نہیں ہوئی تھی) ابتدائی زمانہ کی سادہ روشی کے باعث اپنی حالتِ مقروضیہ پر افسوس ظاہر کرتے۔ ایک عجیب اور قابل بیان رچا میں ہم ذکر کرتے ہیں خرید و فروخت کی اُس صورت کا جب ایک بار بیع و شرے کی تکمیل ہوجاتی تھی۔
"ایک شخص کوئی بڑی مقدار تھوڑے داموں پر بیچتا ہے اور پھر خریدار کے پاس جاکر اُس سے تکرار کرتا ہے اور زیادہ قیمت مانگتا ہے۔ مگر جب قیمت ایک دفعہ ردوبدل سے طے پاجاتی ہے تو پھر نہیں بڑھ سکتی اسلئے کہ وہ مقدار خواہ کافی ہو یا نہ ہو خرید و فروخت کے موقع پر جب مشتری کے حوالہ کر دیجاتی تھی تو تکمیل معاہدہ پر چار و ناچار قبول ہی کرنا پڑتی تھی۔" (۴-۲۴-۹)
ایک فقرہ مثل مذکورۂ بالا فقرہ کے استعمالِ خرید و فروخت کی نسبت رائج الوقت سکہ کا وجود ثابت کرتا ہے۔ ہم بیشمار مثالیں رشیوں کی ایسی رکھتے ہیں جو نذر کے طور پر سیکڑوں اشرفیاں قبول کرتے تھے (۵-۲۷-۲ وغیرہ) اور اسمیں تو کلام نہیں کہ ایک معین وزن کی اشرفیاں سکہ کی طرح استعمال کیجاتی تھیں اور انھیں کا ان فقروں میں مذکور ہے۔ پروفیسر ولسن اپنے اُس حاشیہ میں جو تذکرۂ بالا رچاؤں پر ہے (۵-۲۷-۲) یہ خیال ظاہر کرتے ہیں کہ ہمارا مطلب یہاں مسکوک سکوں سے ہے۔ پس اگر ہم ایرین کی نسبت اعتماد کر سکتے ہیں

تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہندوسکندر سے پہلے مسکوک سکے رکھتے تھے" مگر پھر بھی ہمکو ماننا پڑیگا کہ رگ ویدمیں مسکوک سکوں کی طرف کوئی مفصل اشارہ نہیں ہے ایک لفظ نشکہ (۱×۱۲۶-۲ وغیرہ) اکثر جگہ رگ ویدمیں مشکوک المعنی استعمال ہوا ہے بعض فقرات میں اس سے مراد روپیہ ہے بعض مقام میں اس سے سونے کا ایک زیور مقصود ہے جسکو گلے میں پہنا کرتے تھے۔ مگر یہ دونوں عبارتیں لزوماً بالعکس اور باہم ایک دوسرے کے منافی نہیں ہیں۔ کیونکہ ہندوستان میں اشرفیاں بھی اسیطرح استعمال کیجاتی تھیں جسطرح گلے کے زیوروں کے لئے روپئے ایک نامعلوم زمانہ سے عادۃً استعمال کئے جاتے ہیں۔

علاوہ اسکے بحری سفر کے متعلق بھی مفصل صراحتیں موجود ہیں۔ اگرچہ ان لفظوں کے استعمال سے صرف دریائی سفر کے معنے سمجھے جاتے ہیں نہ بحری سفر کے تاہم ایسے الفاظ بھی ضرور ملتے ہیں جنکی رو سے بحری سفر پر دلالت کیجاسکتی ہے۔ بھوجو کے جہاز کی تباہی اور اشون دیوتاؤں کے ذریعے اسکا نجات پانا متواتر محل پر اشارۃً مذکور ہوا ہے (۱×۱۱۶-۳ وغیرہ) اور پہلے منڈل کے پچیسویں منتر کی ساتویں رچا میں ورونا دیوتا کا ذکر اس عنوان سے آیا ہے کہ وہ ہوا پر پرندوں اور سمندر میں جہازوں کی راہ سے واقف تھا۔ چوتھے منڈل کے پچپنویں منتر کی چھٹی رچا میں شاعر اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے "وہ لوگ جو دولت حاصل کرنے کی خواہش رکھتے ہیں قبل اسکے کہ بحری سفر پر آمادہ ہوں سمندر سے دعا مانگیں" چھٹے منڈل کے منتر ۸۸ رچا ۲ میں بشسٹھ مُنی نے یوں کہا ہے:۔

"جب ورونا اور میں کشتی پر سوار ہوئے اور اسکو سمندر میں رواں کیا تو میں کشتی کے اندر جو پانی پر بہتی چلی جاتی تھی خوشی خوشی بیٹھا ہوا تھا اور وہ ایک عجیب انداز سے (موجوں پر) اٹھکھیلیاں کرتی جارہی تھی"۔ جس حال میں یہ اور دیگر مفصل اشارات دریائی سفر کے لئے موجود ہیں تو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ رگ وید میں دریائی سفر کی نسبت کوئی قطعی ممانعت نہیں ہے۔

باب ۳

غذا۔ لباس۔ اور سامانِ راحت

ظاہر ہے کہ جو اور گیہوں کھیت کی اصلی پیداوار اور کھانے کی خاص اشیا سمجھی جاتی ہیں۔ مگر رگ وید میں غلے کی نام کسیقدر غلط سلط ملتے ہیں۔ کیونکہ زمانۂ حال میں وہ اُس مفہوم کو ظاہر کرتے ہیں جس سے قدیم وقتوں میں مختلف معنے مستنبط ہوتے تھے جیسے یَو کا لفظ موجودہ سنسکرت میں فقط جو پر دلالت کرتا ہے۔ یہ وید میں بالعموم صرف اُن غلوں کی نسبت بولا جاتا تھا جو غذا کے طور پر کام میں آتے تھے اور گیہوں جو دونوں پر حاوی تھا۔ دھان کا لفظ جس سے اوّل مرتبہ بنگالہ میں چانول مراد لیجاتی ہے رگ وید میں بُھنے جو پر دال تھا جو غذا کی طرح استعمال ہوتا اور دیوتاؤں پر بھینٹ چڑھایا جاتا تھا مگر رگ وید میں وریہی (چانول) کی طرف کوئی خاص اشارہ نہیں پایا جاتا۔

ہم مختلف اقسام کی روٹیوں کا بیان بھی پاتے ہیں جنکو موجودہ طریقہ سے تیار کرتے اور دیوتاؤں پر پرشاد کی طرح چڑھاتے تھے۔ پکتی (پچ سے پکانا یا تیار کرنا) کا لفظ پکی ہوئی روٹیوں پر بولا جاتا تھا علاوہ ان کے اور بھی طرح طرح کے الفاظ مثلاً پروداسا۔ اپوپ اور کرم بھا بھی استعمال کئے جاتے تھے (۳×۵۲-۱ور۲، ۴×۲۴-۷ وغیرہ)

یہ امر بآسانی متصور ہوسکتا ہے کہ پنجاب کے قدیم ہندو حیوانی غذا بھی بافراط کام میں لاتے تھے ہم اکثر اشارات گائے بھینسوں اور بیلوں کی قربانی کرنے اور گوشت پکانے کی بابت بھی پاتے ہیں۔ (۱×۹۱-۱۲، ۲×۷-۵، ۵×۲۹-۷۸، ۶×۱۷-۱۱، ۶×۱۶-۴۷، ۶×۲۸-۴، ۱۰×۲۷-۲، ۱۰×۲۸-۳، وغیرہ)

دسویں منڈل کے منتر ۸۹ کی رچا ۱۴ میں اُس مسلخ کا ذکر ہے جہاں گائیں ذبح کیجاتی

تھیں اور نیز اسی منڈل کے منتر ۱۹۱ کی رچا ۱۴ میں ایک اشارہ گھوڑے بیل اور مینڈھوں کی قربانی کا بھی دیکھا جاتا ہے البتہ گھوڑوں کی قربانی کے اشارات نہایت قلیل نظر آتے ہیں جنسے واضح ہوتا ہے کہ اگرچہ اس دستور کو ہندوستان میں ابتدائی زمانہ کے آریوں نے جنکا موروثی گھر وسط ایشیا میں تھا رواج دیا تھا تاہم گھوڑے کا گوشت بشکل ایک کھانیکی چیز کے جلد معدوم الاستعمال ہو گیا تھا آخری زمانوں میں گھوڑے کا بلدان اسومیدھ کے وقت بڑی دھوم دھام کے ساتھ جبکہ کوئی طاقتور راجہ بعد اسکے کہ وہ اپنے ہمسایہ راجاؤں کو مغلوب کر کے ایسا خطاب اختیار کرے جو یورپ میں شاہی خطاب کے ہم پلہ سمجھا جاتا ہے کمتر موقعوں پر ہوا کرتا تھا اسمیں شبہ نہیں ہو سکتا کہ اس عظیم الشان شاہی رسم نے گھوڑے کی سادہ قربانی کو جسنے پرانے زمانہ میں عملی حیثیت اختیار کی تھی جس زمانہ میں گھوڑا ایک بالکل خوردنی شئے خیال کیا جاتا تھا بہت شاندار بنا دیا تھا۔

گھوڑے کی قربانی کا ایک نہایت فریدار ذکر بالکل ویسا ہی جیسا کہ وہ وید کے زمانوں میں مروج تھی رگ کے پہلے منڈل کے ۱۶۲ منتر میں دیکھا جاتا ہے اُسکا ترجمہ تو بہت طویل ہی مگر چند رچائیں اُسکی ضرور ہمارے ناظرین کی دلچسپی کا باعث ہوں گی۔

۲۔ لوگ اُس گھوڑے کے سامنے نذر تیار کر کے لاتے ہیں جو سنہرے ساز و سامان سے مزین ہوتا ہے وہ ابلق بکری ممیاتی ہے اور گھوڑے کی طرف بڑھتی جاتی ہے۔ وہ اندرا اور پوشن کے لئے ایک قابل قبول نذر ہو۔

۱۱۔ او گھوڑے! وہ عرق جو تیرے جسم سے جب تو سیخ پر کباب کیا جاتا ہے بہکر نکلتا ہے نہ تو اتفاق سے زمین پر گرتا ہے نہ گھاس پھونس میں ملتا ہے۔ سو دیوتا اس نذر کے مشتاق رہتے ہیں اُسکو اُن کے روبرو پیش کرنے کی اجازت دے۔

۱۲۔ وہ لوگ جو گھوڑے کا گوشت پکانے کے وقت ارد گرد کھڑے ہوتے ہیں اور اُسکی

دیکھ بھال رکھتے ہیں وہ جو یہ کہتے ہیں کہ اُسکی بو خوشگوار ہے اب اُسکو اُتار لو اور وہ جو ایک پارچۂ گوشت کی تمنا کرتے ہیں اجازت دے کہ اُن سب کے مقاصد میں ہمارے مقاصد سے زیادہ ترقی ہو۔

۱۳۔ وہ کفچہ جو اُبلتی ہوئی ہانڈی میں ڈالا جاتا ہے وہ ظرف جسمیں یخنی رکھی جاتی ہے وہ سرپوش جو اُسکو گرم رکھتے ہیں وہ بید جسکے ذریعہ سے گھوڑے کے جسم پر اول خط کھینچا جاتا ہے اور وہ چھری جس سے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کئے جاتے ہیں (یعنی لبنے لبنے نشان کئے ہوئے خطوط میں) یہ تمام آلات گھوڑے کے گوشت پکانے میں مدد دیتے ہیں۔

۱۸۔ چھری دیوتاؤں کے ایک دوست کی مانند گھوڑے کی چونتیس پسلیوں کے جدا جدا کرنے کو داخل ہوتی ہے اُن کو اسطرح تراش کہ اعضا علیحدہ علیحدہ نہ کٹ جائیں یا پرزے پرزے نہ ہو جائیں ایک بلند صدا اور احتیاط کے ساتھ سراسر جوڑوں پر سے کاٹ ڈال۔

۲۰۔ او گھوڑے ! دیوتاؤں کے پاس جا۔ کہیں ایک حریص و ناواقف ذابح تیرے جسم کو بے ضرورت قطع نہ کرے اور بے اتفاقی سے ہر عضو الگ الگ نہ کر دے "

کون باور کر سکتا ہے کہ رگ وید کے بیان کئے ہوئے گھوڑے کی یہ سادہ قربانی اعضا کا قطع کرنا اُس کے گوشت کے کباب پکانا پوجا اور خورش کے واسطے گھوڑے کے گوشت کا جوش دینا جیسے وقتوں میں اسومیدہ کی شاہی رسم کے موقع پر اختراع ہوئی ہے "مگر وہ کثرت عمل جسکو ہم اُسکی سادہ اور فطری حیثیت سے وید میں دیکھتے ہیں پر زور اور نہایت ہی ہولناک رسوم کے طور پر اخیر زمانہ میں ظاہر کیا گیا ہے اور بیشتر وید کا ایک صاف استعارہ قدرت کی عجیب و نادر ظہور شے سے پُران کے افسانوں میں یکساں اور مساوی نہج پر مہیب دکھایا گیا ہے "

اس کتاب میں وید کی وہ سچی وقعت اور اصلی کیفیت جتائی گئی ہے جسکا وہ

اب ہم ہندو رسوم وضوابط اور خود ہندو مذہب کا اُن کی بے لوث وفطری بنیادوں سے کھوج لگاتے ہیں۔

اُس درخت کا جوش دیا ہوا عرق جو سوما کے نام سے پکارا جاتا تھا صرف ایک نشّی شربت معلوم ہوتا ہے جسکا استعمال وید کے زمانوں میں کیا جاتا تھا۔ قدیم آریہ اس شربت کی بہت خوگر تھے اسلئے سوما نے ہندوستان وایران دونوں ملکوں میں (موخر الذکر ملک میں ہوما کے نام سے) ایک معبود کی مانند جلد پرستش کا درجہ پالیا تھا۔ ہم اُس معبود کے نام پر ایک پورا منڈل یا کتاب رگ وید میں موجود پاتے ہیں۔ ہندوستان کے آریہ اس جوشیلے اور نشّی عرق کے بہ نسبت اپنے امن پسند ایرانی بھائیوں کے زیادہ عادی معلوم ہوتے تھے اور ژند وستا میں اکثر اشارات اُن کے ہندی بھائیوں کی اس نفرت انگیز عادت کے متعلق دیکھے جاتے ہیں۔ بعض قدما خیال کرتے ہیں کہ اُن نا اتفاقیوں کی یہ ایک بڑی دلیل ہے جنھوں نے جنوبی آریہ لوگوں میں پھوٹ ڈالدی تھی اور جنھوں نے ایرانیوں کو ہندوؤں سے آخری جدائی کی طرف مجبور کیا تھا۔

وہ عمل جسکے ذریعہ سے سوم کا عرق تیار کیا جاتا تھا نویں منڈل کے منتر ۶۶-۱ اور اور دوسرے منتروں میں پورے طور پر بیان ہوا ہے۔ ہم چند رچائیں اُس منتر سے یہاں ترجمہ کرتے ہیں۔

۲ ؎۔ ہے سوما! تیری ردپتیوں نے یکے بعد دیگرے کیفیت کو بدلدیا اور اُس سے توفی ہ توانئی حاصل کی۔

ہیں اُسکو اُر ؎ ہے سوما! وہ پتیاں تجکو ایک بیل کی مانند ہر طرف سے ڈھانک لیتی ہیں اور تو

۱۲ ؎۔ وہ ہیں سرسبز او ترو تازہ رہتا ہے ۔

"ہُم ہے سوما۔ ! تو نچوڑا جاتا ہے تو اندر کے پاس چشمہ کی مانند بہتا ہے اور ہر جانب خوشی کو پھیلاتا ہے تو لازوال غذا دیتا ہے۔

۸ " تجکو سات عورتیں اپنی انگلیوں سے جنبش دیتی ہیں۔ اپنی آوازوں کو تیرے ساتھ ایک لے میں ملاتی ہیں۔ تو قربانی کرنے والوں کو اُنکے فرائض قربانی کے وقت یاد دلاتا ہے۔

۹ " تو ایک خوش آیند صدا کیساتھ پانی میں ملجاتا ہے اور وہ انگلیاں ایک پشمینے کی صافی کے اندر تجکو ہلاتی ہیں اور ادھر اُدھر حرکت دیکر تجکو چھانتی ہیں پھر تیرا فضلہ پھینکدیا جاتا ہے۔ اور اُس پشمینہ کی صافی سے ایک آواز پیدا ہوتی ہے۔

" ۱۱ ۔ وہ پشمینے کی صافی ایک ظرف پر رکھی جاتی ہے اور انگلیاں بار بار سوما کو ہلاتی ہیں جس سے ایک سیدھی دھار اُس ظرف میں گرتی ہے۔

" ۱۲ ۔ ہے سوما ! پھر تجھ میں دودھ ملایا جاتا ہے اور ایک دلکش آواز کے ساتھ پانی تیری طرف دوڑجاتا ہے۔"

اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ سوما کا دودھ ملا ہوا عرق اسی طرح پینے کے کام میں آتا تھا جسطرح ہم دیکھتے ہیں کہ سیندھی ہمارے زمانہ میں شربًا استعمال کیجاتی ہے۔ رگوید کے شعرا اُسکی کیفیت پر وجد کرتے اور سوما کی فرحت بخش تاثیر پر جھوما کرتے۔ آخری وقت میں اسکے بعض بیان پرانوں کے عجیب وغریب قصوں میں ظاہر کئے گئے ہیں چنانچہ ایک یا دو رچائیں ذیل میں اس امر کی صراحت کرینگی۔

" ہے سوما ! کوئی چیز ایسی روشن نہیں جیسا کہ تو ہے جب تو اُن کو بقا عطا کرنے کی غرض سے نکالا جاتا ہے اُسوقت تمام دیوتا تیرا ست کار کرتے اور تیری تعظیم بجالاتے ہیں۔"

(۹ - ۱۰۸ - ۳)

وہ لائقِ ثنا سوما قدیم زمانوں سے دیوتاؤں کی شراب خیال کیا گیا ہے اُسنے آسمان کے پوشیدہ مقامات سے دودھ حاصل کیا تھا وہ اندر کے لئے خلق ہوا تھا اور ستودہ گیا تھا (۹-۱۱۰-۸)

"اُس بادشاہت میں جہاں دائمی روشنی رہتی ہے اور جب [illegible]ت قائم ہے ہے سوما مجھکو اُس لازوال وغیرِ فانی ملک کی طرف لیجا ! تو اندر کے لئے رواں ہو" (۹-۱۱۳-۷)

ایسے ہی اور فقرے بھی بیشتر رگ وید کی نویں کتاب میں ملتے ہیں۔ بھلا وہ کون ایسا شخص ہو جو یہ قیاس کرسکتا ہے کہ پُران کے وہ عجیب و مافوق الخیال افسانے جنمیں سمندر کو بلونے اور امرت یا غیرِ فانی شراب کے ظہور کا ذکر ہے وید کے ان بیانوں سے جنسے سوما کی کیفیت ظاہر ہوتی ہے اخذ کئے جاسکتے ہیں؟ وید میں آسمان پانی کی مانند یا حباب آسا سمجھا گیا ہے اور اکثر اوقات سمندر کی روانی سے متزلزل رہتا ہے اسلئے یہ مضمون کہ سوما نے آسمان سے دودھ حاصل کیا پران میں قوتِ متخیلہ کے باعث یوں تعبیر کیا گیا ہے کہ بحرِ اعظم کے بلونے سے امرت پیدا ہوا!!

رگ وید کے اکثر فقروں سے یہ بھی مفہوم ہوتا ہے کہ اُس دور میں بیشتر فنون کمال کے درجہ پر پہنچ گئے تھے۔ کپڑہ بننے کا فن اسمیں شبہ نہیں کہ اچھی طرح معلوم ہوچکا تھا اور نوعمر اناث کی نرم و نازک انگلیاں اُسیطرح قدیم زمانوں میں جسطرح کہ موجودہ زمانہ میں دیکھا جاتا ہے تانے بانے کو ترکیب دیکر اور تاگوں کو توڑ جوڑ کر کپڑہ بن لیا کرتی تھیں (۲-۳-۶، ۳-۳۸-۴ وغیرہ) ایک عجیب فقرہ میں (۶-۹-۲) کوئی خاص رشی مذہبی رسوم کے اسرار کی بنا پر ناواقفیت کے سبب اپنی جہالت پر اظہارِ تاسف کرتا ہے کہ میں نہ تانا تانا جانتا ہوں نہ بانا بننے سے آگاہ

ہوں" ایک دوسری جگہ (۱۰ × ۲۶ - ۶) پارچہ بافی کے اُون کی سفیدی پوشن دیوتا کی طرف منسوب ہوئی ہے۔

اُس وقت میں ہر آریہ گاؤں غالباً اپنا اپنا حجام اُسیطرح رکھتا تھا جسطرح کہ اب ہم رکھتے ہیں ایک اور فقرہ میں آگ سے جنگلوں کی صفائیاں حلقِ ارض کے طور پر کسیقدر کنایتہً مذکور ہوئی ہیں (۱ × ۶۴ ۱ - ۲۴) نجاری کا فن بھی پہلے زمانہ میں معقول نہج پر جاری ہوچکا تھا چنانچہ ہم اکثر اشارات اُسمیں رتھ اور گاڑیوں کے بنانے کی بابت بھی دیکھتے ہیں (۳ × ۵۳ - ۱۹ ۴ × ۲ - ۱۲ ۴ × ۱۶ - ۲۰ وغیرہ) لوہے سونے اور دھاتوں کا استعمال بھی کافی طور سے قدما نے تحقیق کرلیا تھا پانچویں منڈل کے نویں منتر کی پانچویں رچا میں ہم ایک صراحت لوہار کے نام کی نسبت پاتے ہیں اور چھٹے منڈل کے تیسرے منتر کی چوتھی رچا میں ہمکو سنار کی پگھلی ہوئی دھات کے متعلق حال ملتا ہے۔

قطع نظر ان کے ویدک زمانوں میں سنہری زیوروں آہنی ظروف و آلاتِ حرب کے اُس بیان سے جسکا پتہ متواتر رگ وید میں ملتا ہے ایک عمدہ خیال ہم حاصل کرسکتے ہیں۔ اسیطرح کے اور بیشمار اشارات ہیں۔ مگر یہاں صرف ایک بیان کا انتخاب کیا جاتا ہے جسکی وساطت سے اُن ایام کی صنعت گری کی طرف ایک سنجیدہ خیال شخص جلد پہنچ جائیگا۔ ہمکو پہلے منڈل کے منتر ۱۴۰ رچا ۱۰ دوسرے منڈل کے منتر ۳۹ رچا ۴ چوتھے منڈل کے منتر ۵۳ - رچا ۲ - اور اور موقعوں پر زرہ بکتر کا ذکر بھی ملتا ہے جو جنگ کے وقت کام میں لائے جاتے تھے۔ ایسے ہی دوسرے منڈل کے منتر ۳۴ - رچا ۳ میں سنہری خوددوں کا حال ملتا ہے اور چوتھے منڈل کے منتر ۳۴ - رچا ۹ میں شانوں یا بازوں کی زرہ کا ذکر ہے۔ غالباً اس سے سپر مراد ہوگی۔ پانچویں منڈل کے منتر ۵۲ - رچا ۶ - اور اسی منڈل کے منتر

۵۷-رچا ۱۱ میں بجلی کو نیزہ (رشتی) سے تشبیہہ دی گئی ہے۔ اور اسی منڈل کے منتر ۵۷-رچا ۲ میں نیز تلوار یا جنگی تبر (واشی) اور کمانوں اور تیروں اور ترکشوں کا مذکور ہے چھٹے منڈل کے منتر ۲۷-رچا ۶ میں تین ہزار سو رماؤں کا تذکرہ ہے جو زرہ بکتر سے آراستہ تھے اسی منڈل کے منتر ۴۶-رچا ۱۲ میں پردار بانوں کا بیان ہے جنکی نوکیں خوب تیز اور برق کی مانند چمکتی ہوئی تھیں۔ اسی منڈل کے منتر ۴۔ رچا ۱۰ میں بارڈھدار تلواروں کا حوالہ دیا گیا ہے۔ اور اسی منتر کی رچا ۲۶ و ۲۹ سے ہمکو جنگی رتھ اور جنگی ڈھولوں کا حال تحقیق ہوا ہے غائت یہ کہ چھٹے منڈل کے پچھترھویں منتر میں ہم ہتھیاروں اور سامانِ جنگ کا ایک دل قوی کرنے والا ذکر پاتے ہیں جسکا ہم ناظرین کے ملاحظہ کے لئے آیندہ ترجمہ کرینگے۔

چوتھے منڈل کے منتر ۲-رچا ۸ میں ہم سنہری ساز و یراق سے سجے ہوئے گھوڑوں کی نسبت ایک صراحت معائنہ کرتے ہیں اور اسی منڈل کے منتر ۳-رچا ۴-پانچویں منڈل کے منتر ۱۹-رچا ۳- اور اکثر مقامات میں نشکا کی نسبت بھی ہم اشارات دیکھتے ہیں۔ نشکا ایک سنہری زیور کا نام ہے جسکو لوگ گلے میں پہنتے تھے۔ اور پانچویں منڈل کے منتر ۵۳-رچا ۴- میں مرُوتوں کے برق مثال زیوروں کو (انجی) کے زیوروں (سرک) کے ہاروں (رکما) کی سنہری ہیکلوں اور (کھادی) کے کنگنوں اور پازیبوں کے ساتھ تشبیہہ دی گئی ہے۔ پانچویں منڈل کے منتر ۵۴-رچا ۱۱ سے ہمکو پھر پازیب اور سر کے سنہری مکٹوں (سپراک ہیرن مییۃ) کی کیفیت دریافت ہوئی ہے۔

یہ امر بھی مرکوز خاطر رہے کہ اسلحہ و آلاتِ حرب کی صنعت میں بھی نہایت شائستہ طور سے ترقی کی گئی تھی۔ طرح طرح کے زیور بھی اختراع ہوئے تھے دودھ اور چھاچھ کے چرمی ظروف کی صراحتیں بھی پائی جاتی ہیں (۱۸-۴۸-۶) اکثر محل پر آہنی فصیلوں کا کنایتہً ذکر لکھا ہوا ہے

یہ ایک استعارہ ہے جو مضبوط قلعوں سے کیا گیا ہے (۷+۳-۷، ۷+۱۵-۱۴، ۷+۹۵-۱ وغیرہ) علاوہ ان کے چوتھے منڈل کے منتر ۳۰-رچا ۲۰-اور دوسری جگہوں میں بھی ایسی ہی صراحتیں موجود ہیں جن سے پایا جاتا ہے کہ بعض بعض قصبات سو سو پتھروں سے تعمیر ہوئے تھے۔

اِس میں شبہ نہیں ہوسکتا کہ مختلف پتھریلی اور پہاڑی زمینوں میں جہاں قدیم ہندوں نے اپنی نوآبادیاں قایم کی تھیں وہ پتھروں کا گڑھنا اور اُن کو سڈول بنانا اور فنِ عمارت کے لیے سہل وارزاں سامان مرتب کرنا جلد سیکھ گئے تھے۔ بکثرت اشارات سے ایسی محلسراؤں کا ہونا ظاہر ہے کہ جو ہزار ستونوں پر کھڑی ہوئی تھیں اس سے واضح ہوتا ہے کہ اُس زمانہ میں فنِ تعمیر ایک بلند درجہ تک پہنچ گیا تھا (۲+۴۱-۵، ۵+۶۲-۶ وغیرہ) مگر یہ بات بھی اُسی زمانہ میں مان لی گئی تھی کہ رگ وید میں کوئی مفصل اشارہ فنِ سنگتراشی کے متعلق معقول طور پر بیان نہیں ہوا ہے۔ متجسسینِ آثارِ قدیمہ ہندوستان کے ہر حصہ میں تراشیدہ پتھر کے کھوجوں کی بابت بدھ سنہ سے بہت پہلے کا حال تحقیق کرنے سے ناکام رہے ہیں۔ بخلاف اسکے یورپ کے بڑے بڑے عجائب خانے مصر، بابل، یونان اور روم کی قدیم سنگی یادگاروں سے بھرے پڑے ہیں مگر ہندوستان نے کوئی ایسی یادگار نہیں پیش کی جو بدھ دور کے قبل کی مدت بتاتی ہو۔

رگ وید کے اُس دور دراز زمانہ میں بہت سی قسم کے موجودہ پالتو جانور بھی ہندوستان میں پالے جاتے تھے۔ ہم متعدد مقامات میں لڑائی کے اُس گھوڑے کی بابت تقویت کن بیانات دیکھتے ہیں جسکی کیفیت وید میں مذکور ہے (۶+۴۶-۱۳، ۱۴ وغیرہ)

درحقیقت یہ لڑائی کے گھوڑے قدیم باشندوں کے مقابلہ میں ابتدائی آریہ لوگوں کے

نزدیک اُن کے جنگ کے موقع پر ایسے بیش قرار واعلیٰ درجہ کے قیمتی خیال کئے جاتے تھے جسکی سبب سے وہ گھوڑے کو دھیکر کے نام سے پکارتے تھے جلد قابلِ پرستش بنگیا تھا۔ اور چوتھے منڈل کے منتر ۳۸ میں ہم ایک پرجوش ذکر اُس عزت کا پاتے ہیں جو اس مخلوق کی دیوتا کے مانند کی جاتی تھی۔

چوتھے منڈل کے منتر ۴۔ رچا ۱ میں ہم اُس راجہ کی سواری کی ایک صراحت پر نظر ڈالتے ہیں جو اپنے منتریوں کے ساتھ ہاتھی پر سوار تھا۔ سوائے اسکے دوسرے پالو جانوروں میں ہم گائے بکری بھیڑ بھینس اور کتوں کا حال بھی بیان کر چکے ہیں۔ یہ گزشتہ زمانہ میں باربرداری کے طور پر کام آتے تھے۔

باب ۴

لڑائی جھگڑے

جیسا کہ اول بیان کیا گیا ہے ہندوں نے قدیم باشندگان پنجاب سے انڈس ور اُسکے باجگزار دریاؤں کے وہ سرسبز و شاداب قطعات چھین لئے تھے جو اُن کے کناروں پر واقع تھے مگر اُنھوں نے بھی اپنی پیدائشی حقوق بغیر ایک جان توڑ لڑائی کے نہیں دئے ہندوؤں کی قوت اور عمدہ عمدہ ساز و سامان سے عہدہ برآنہ ہو کر وہ ایک کھلے میدان میں ہزیمت اُٹھانے کے بعد قرب وجوار کے قلعوں اور جنگلوں میں ہر ہندو مسکن اور گانوں کے نزدیک چپ چاپ گھات لگائے بیٹھے رہا کرتے وہ اُن کو گزرگاہوں میں دق اور پریشان کرتے۔ وہ رہزنیاں کرتے اور اُن کو لوٹ لیتے ہر ایک موقع پر اُن کے

مویشی چرا لیجاتے اور اکثر ایک معقول قوت کے ساتھ اُن پر حملہ کرتے۔ وہ اسکاٹ لینڈ کی گیل قوم سے کافی طور پر تشبیہہ دئے جا سکتے ہیں جنکو سیکسن لوگوں نے فتح کرنے کے بعد اُن کی سیر حاصل اراضی سے نکالدیا تھا اور اُنھوں نے اُسی طرح ویران مقامات میں پناہ لی تھی جسطرح پنجاب کے قدیم متوطنین اُن کی جگہوں میں پناہ گزین ہوئے تھے۔

"وہ سرسبز میداں وہ دلچسپ وادی
نظر آتی تھی جن سے قدرت خدا کی
وہ سنسان جنگل وہ کا واک ٹیلے
وہ غلے کے کھیتے وہ میوے رسیلے
وہ کُہرہ کا گرنا وہ سردی کی شدت
وہ بجلی کا کڑکا وہ بارش کی کثرت
وہ لوہے وہ سیسے وغیرہ کی کانیں
عیاں ملک کی جنسے ہوتی تھیں شانیں
وہ دلدل کے قطعات و شفّاف چشمے
وہ خود رو نبات اور آباد قصبے
وہ فرحت فزا باغ اور بہتے دریا
وہ نزہت نما صاف شاداب صحرا
غرض حق تھے موروثی یہ گیل کے سب
کبھی ہمکو حاصل تھے یاں سارے منصب
یہاں تک کہ اِک اجنبی شخص آیا

ستم جسنے کیا کچھ نہیں ہم پہ ڈھایا
وہ رکھتا تھا اِک آہنی ہاتھ گویا
مظالم ہمیں جس سے پہنچے ہیں کیا کیا
زمیں چھین لی سر بسر جس نے ساری
ہمیں جو بزرگوں سے ارثاً تھی پہنچی
ہماری مصیبت کی حالت تو دیکھو
ہماری یہ جائے اقامت تو دیکھو!
جہاں ہے کرارے کے اوپر کرارا
نہیں پانوں رکھنے کا جس جا سہارا
جہاں ہیں چٹانوں کے اوپر چٹانیں
نشیب و فراز اُن کا کیونکر بکھانیں

....

شمالی یہ قلعہ جو ہے روح فرسا
مقید ہمیں اسمیں لاکر ہے رکھا
یہ کرتا ہے کیا تو خیال اپنے دلمیں
یہ سمجھا ہے کیا تو محال اپنے دلمیں؟
اسی قید میں کیا ہمیشہ رہیں گے
اسیطرح گھُٹ گھُٹ کر کیا ہم مرینگے؟
نہیں۔ بلکہ اکبار حملہ کریں گے

شکار ایسے قزاق کا چھین لیں گے
قسم ہے مجھے اپنی جانِ حزیں کی
قسم ہے خدائے زمان و زمیں کی!
کہ جب تم ہو میداں میں باہم اکٹھے
وہ سیکسن اُٹھاتا ہو غلے کے گٹھے
بھٹکتا ہوا اک گلہ بھی جب کہ ہر جا
وہ دریا کے موڑوں میں نشخوار[1] کرتا
وہیں گیل میدان و دریا کا وارث
ہے فی الاصل جو اس اراضی کا حارث[2]
قوی اور مضبوط ہاتھوں سے یکسر
چھڑا لے گا حصے کو اپنے معتبر" +

۱ جگالی۔
۲ کاشتکار۔
+ باستثنا اول شعر کے پانچ شعر تمہیداً ہیں۔ باقی شعر ایک انگریزی نظم کا ترجمہ ہیں جو فاضل مصنف نے اقتباساً اپنی کتاب میں درج کی ہے۔

مترجم

مگر صاف صاف یہ ہے کہ قدیم باشندگانِ ہند بدقسمتی سے کوئی ایسا شاعر نہیں رکھتے تھے جو اپنی افسوسناک حالت کی کہانی ہماری کانوں تک پہنچاتا ہم اس سالہا سال کی طولانی جنگ کا صرف وہی تذکرہ دیکھتے ہیں جسکو فاتحین نے ہماری نظروں کے سامنے پیش کیا ہو ہم اس کہنے کی بھی کوئی ضرورت نہیں خیال کرتے کہ فاتح قوم مفتوح قوم کو نفرت و حقارت کی نگاہ سے دیکھا کرتی ہے۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ یہی وہ بات ہے جسکا نشان کل فتحمند اقوام میں خواہ وہ حضرتِ مسیح سے سترہ سو برس پہلے انڈس کے کناروں پر بستی ہوں یا حضرتِ مسیح سے سترہ سو برس بعد مسی سی پی کے کناروں پر آباد ہوں ظاہر کر رہی ہیں! تاریخ خود بار بار اسکو بتاتی ہے اور پنجاب نے تو کھلم کھلا دکھا ہی دیا کہ اُسنے اپنی غیر آریہ قوموں کے ساتھ بالکل ویسا ہی سلوک کیا تھا جیسا کہ ممالکِ متحدہ امریکہ نے زمانہ حال میں اکثر طاقتور اور بہادر نسلوں کے ساتھ کیا تھا۔ جو وہاں کے قدیم قلعوں میں زندگی بسر کرتی اور سیر و شکار میں مشغول رہکر حکمرانی کا لطف اُٹھایا کرتی تھیں۔

ہم رگ وید میں اکثر اُن لڑائیوں کا بیان بھی پاتے ہیں جنہیں اُن کو قدیم باشندگانِ ہند سے لڑنا پڑا تھا چنانچہ ان بیانوں میں سے بعض فقروں کا ترجمہ جن سے بے انتہا خصومتوں اور عداوتوں کا ایک مناسب خیال ذہن نشین ہوگا یہاں پر کیا جاتا ہے یہ واقعات ایسے کثیر التعداد ہیں کہ ہمکو اُن کے انتخاب کرنے میں کمال دشواری واقع ہوئی ہے لیکن جہاں تک ہم سے ہوسکا ہم نے ایک فقرہ کا ترجمہ انتخاب کرکے درجِ ذیل کیا ہے۔

"اندر نے جس سے اکثر لوگ ظاہر و پوشیدہ مناجات و دعا کیا کرتے ہیں اور جو اپنے بادرفتار رفقا کے ہمراہ رہا کرتا ہے اپنے بجر (صاعقہ) دسیو اور سمیو فرقوں کو تباہ کر ڈالا

یہ زمین پر بود و باش رکھتے تھے پھر اُس نے اپنے سفید رنگ کے دوستوں (آریوں) کو کھیت تقسیم کردئے۔ وہ گرجنے والا سورج کو روشن کرتا اور مینھ برساتا ہے" (۱+۱۰۰-۱۸) "اندر نے اپنے ہتھیار (بجر) سے پورے زور کے ساتھ دسیوں کی بستیوں کو خاک میں ملا دیا اور اپنی مرضی سے اِدھر اُدھر گشت لگاتا پھرا۔ او بجر کے رکھنے والے! تو (ہمارے منتروں کا) قبول کرنیوالا ہو تو اپنا ہتھیار اسُر پر چھوڑ اور آریہ کی قوت و شہرت دوچند کر" (۱+۱۰۳-۳)

اسی سے بالکل ملے ہوئے دوسرے منتر میں ہم قدیم لٹیروں کی نسبت ایک عجیب و غریب اشارہ دیکھتے ہیں جو چار چھوٹے چھوٹے چشموں سیپھا انجسی کولیسی اور ویراپتنی کی کناروں پر رہتے تھے جنکے مواقع یا راستے اب معیّن نہیں کئے جاسکتے یہ قزاق اپنے ویران مقامات یا کمینگاہوں سے موقع پاکر نکلتے اور مہذب آریہ گانوں کو ستایا کرتے۔ ہم خیال کرتے ہیں کہ اکثر اوقات یہ قزاق اُسی طرح پریشان کیا کرتے تھے جسطرح اُن قدیم باشندوں کی اولاد یعنی ہمارے زمانہ کے بھیل تا انتی وسطِ ہند کے پُرامن گانوں کو پریشان کیا کرتے ہیں

اب ہم دو چار رچاؤں کا ترجمہ نیچے کرتے ہیں۔

"کویوہ دوسروں کے دولت کی ٹوہ لگاتا پھرتا ہے اور اُسکو مخصوص اپنے لئے قرار دیتا ہے وہ پانی میں رہا کرتا ہے اور اُسکو پلید کرتا ہے اُسکی دو جوروئیں چشمے میں نہاتی ہیں کیا اچھا ہو وہ سیپھا میں ڈوب مریں۔

"آیو ایک پوشیدہ مقام میں پانی کے اندر رہتا ہے وہ پانی کی کثرت سے تروتازہ رہتا ہے انجسی کولیسی اور ویراپتنی ندیاں اپنے اپنے پانیوں سے اُسکی حفاظت کرتی ہیں" (۱+۱۰۴-۳ و ۴)

ابھی ہم انتخابات کو اور طول دیتے ہیں۔

"اندر اپنے آریہ عبادت گزار کی لڑائیوں میں حفاظت کرتا ہے وہ جو بیشمار موقعوں پر اُسکی

حفاظت کرتا ہے وہی ساری لڑائیوں میں بھی اُسکی نگہبانی کرتا ہے وہ اُن لوگوں کو جو قربانی نہیں کرتے (آریوں) کی بھلائی کے لئے مغلوب کرتا ہے وہ اپنے کالے کلوٹے دشمن کی کھال کھینچتا ہے ہلاک کرتا ہے اور اُسکو خاکستر بنا دیتا ہے۔ وہ اُن سب کو جو ضرر پہنچاتے ہیں پیوند زمین کرتا ہے اور اُن کو بھی تہس نہس کر دیتا ہے جو ظالم و ستم پیشہ ہیں" (۱ + ۱۳۰ - ۸)

"او دشمنوں کے تباہ کرنے والے! غارتگروں کے سر ایک جگہ فراہم کرا اور اپنے چوڑے چکلے پاؤں سے پیس ڈال۔ تیرا پاؤں لمبا چوڑا پاؤں ہے!

"ہے اندر! ان غارتگر جماعتوں کی طاقت کو برباد کر دے! اُن کو نجس و ناپاک گڑھے یا بدبختی کے غار میں ڈال دے۔ وہ گڑھا بڑا ہی نجس و زشت گڑھا ہے!

"ہے اندر! تو نے ایسی ایسی پچاس جماعتوں کو تنہا تباہ کر ڈالا ہے۔ لوگ تیرے اس کام کو سراہتے ہیں مگر تیری جرأت کے مقابلہ میں اسکی کچھ بھی حقیقت نہیں ہے!

"ہے اندر! پشاچوں کو جو سرخی مائل رنگ کے ہیں اور ڈراؤنی آواز سے چنگھاڑتے ہیں برباد کر۔ پس ان تمام راکشسوں کو نیست و نابود کر دے" (۱ × ۱۳۳ - ۲ تا ۵)

"ہے اندر! شاعر تیری صفت و ثنا خریدار کھانے کے لئے آتا ہے۔ تو نے زمین کو داسوں کا بچھونا (مرگھٹ) بنایا۔ اندر تینوں اقلیموں کو اپنے بذل و نوال سے ممتاز پُر رونق اور مالا مال کرتا ہے اُس نے کویہ واچہ کو راجہ دریوتی کی خاطر سے ہلاک کر ڈالا۔

"ہے اندر! ابھی تک رشی اس قوت بھرے اور دیرینہ کام کی تعریف کرتے ہیں! تو نے بہت سے غارتگروں کو لڑائی کے وقت موت کا مزہ چکھایا ہے۔ تو نے گمراہوں کے قصبات و قریات جو دیوتاؤں کو نہیں پوجتے تھے بیخ و بن سے اُکھاڑ کر پھینک دئے ہیں تو نے گمراہوں کے ہتھیاروں کے منہ جو دیوتاؤں سے بے تکے تھے پھیر دئے

ہیں" (۱۰۴۱۲۷ - ۸۰۷)

"ہے اسونوں! اُن لوگوں کو تباہ کرو جو کتوں کی مانند غرّاتے ہیں اور بھونکتے ہوئے ہمارے تباہ کرنے کو چڑھتے آتے ہیں! ہلاک کرو اُن کو جو ہم سے لڑنے کی خواہش رکھتی ہیں! بے شک تمھیں اُن کے برباد کرنے کی تدبیر جانتے ہو۔ اُن لوگوں کو ہر ہر لفظ کے بدلے میں دولت حاصل کرنے دو جو تمھاری پرستش کرتے ہیں۔ او تم راست باز و صداقت شعار دیوتاؤ! ہماری دعائیں قبول کرو" (۲×۱۸۲-۴)

"وہ لائق ستائش اور بلند مرتبہ اندر آدمیوں (آریوں) پر شفیق ہے! اُس تباہ کرنیوالے اور طاقتور اندر نے بداندیش داس کا سر کاٹ کر پھینکدیا!

"وہ اندر جس نے ورترا کو قتل کیا اور جس نے قصبے کے قصبے اور گانوں کے گانوں تہ و بالا کر دئے وہ جو کالے داسوں کی فوجوں کو تباہ کرتا ہے اور زمین اور پانی کو منو کے واسطے مرتب و مہیا کرتا ہے وہ قربانی کرنے والے کی خواہشوں کو بھرا پُرا رکھے" (۲×۲۰-۶و۷)

ہم خوب واقف ہیں کہ کسطرح اسپین کے باشندے جو امرکیہ کے فاتح سمجھے جاتی ہیں ایک بڑی حد تک اپنے گھوڑوں کی کامیابیوں پر جن جانوروں کو اس سے پہلے امرکیہ کے قدیم لوگ نہیں جانتے تھے اور اسی واسطے ایک عجیب خوف کے ساتھ وہ اس واقعہ کو دیکھتے تھے ممنون نظر آتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ قدیم ہندو آریہ لوگوں کے جنگی گھوڑوں نے ہندوستان کے قدیمی باشندوں کے دل میں اُسی طرح کا خوف پیدا کر دیا تھا اور وہ اُس خوف سے ویسے ہی مخوف تھے جیسے امرکیہ کے رہنے والے مخوف تھے ذیل کے فقرے دوھیکریا جنگی گھوڑے کی نسبت جو مثل معبود کے پوجا جاتا تھا ایک منتر سے ترجمہ کئے جاتے ہیں یقین ہے کہ دلچسپی سے دیکھے جائینگے۔

"جس طرح لوگ ایک اُچکے کے پیچھے جو لباس اُٹھاکر لیجاتا ہے شور وغل کرتے ہیں بالکل اسی طرح دھیکر کو دیکھکر دشمن چیختے چلاتے ہیں۔ جیسے پرند بھوکے باز کو زمین پر اُترتا دیکھکر غوغا مچاتے ہیں ایسے ہی دشمن ددھیکر کے دیکھنے سے جس حال میں کہ وہ خوراک کی تلاش اور مویشی کے تاخت وتاراج کے لئے گھبرائے پھرتے ہیں شور وفریاد کرتے ہیں۔

"دشمن ددھیکر کو دیکھکر ڈرتے ہیں جو ایک بجلی کی مانند لال بھبوکا اور تباہ کرنے والا ہو وہ جب اُن لوگوں پر دولتیاں جھاڑتا ہے جو اُسکے اردگرد ہزاروں کی تعداد میں کھڑے ہوتے ہیں تو وہ زور میں بھرکر اور بھی بے قابو ہوجاتا ہے" (۴-۳۸-۵ و ۸)

رگ وید کے بیشتر فقروں سے مترشح ہوتا ہے کہ کُتسا ایک تنومند جنگ جو اور کالے لوگوں کا ایک قوی ہیکل تباہ کنندہ ہے۔ چوتھے منڈل کے منتر ۱۶ میں ہم اسکا بیان بایں عبارت دیکھتے ہیں کہ اندر نے کتسا کو مال وزر دیکر "دسیو کو جو مکار اور ناخداترس تھا" مروا ڈالا (رچا ۹) اسی لئے اُسنے اُسکو مدد دی تھی اور اُسکے گھر آیا تھا تاکہ دسیو کو قتل کراکے اپنا دل ٹھنڈا کرے (رچا ۱۰) اور اُس نے پچاس ہزار "سیاہ فام دشمنوں" کو لڑائی میں تباہ وغارت کردیا (رچا ۱۳) اسی منڈل کے منتر ۲۸ رچا ۴ میں ہمکو یہ بھی جتایا گیا ہے کہ اندر نے دسیو کو تمام نیکیوں اور بھلائیوں سے محروم کردیا اور کل آدمیوں کی نظر میں نفرت کی چیز قرار دیدیا۔ اسی منڈل کے منتر ۳۰ رچا ۱۵ میں بیان کیا گیا ہے کہ اندر نے ایک ہزار پانسو داسوں کو نیست ونابود کرڈالا۔

ایسے ہی اور بھی اشارات دسیو یا داسوں کی حلقہ بگوشی اور تباہی کے متعلق پانچویں منڈل کے منتر ۷ رچا ۳ و ۶ و ۱۰-۱۳ اور ۶و۲۵-۲ میں نظر سے گزرتے ہیں۔ علی ہذا ایک عجیب وغریب صراحت ایک غیرمعلوم ملک کے متعلق جو دسیو سے بھرا ہوا تھا

چھٹے منڈل کے منتر ۴ رچا ۲۰ میں ہم پاتے ہیں جسکا ترجمہ لایق تحریر ہے۔

"او تم دیوتاؤ! ہمنے سفر کیا اور اپنا راستہ بھلا دیا۔ پھر ہم ایک ایسی اقلیم میں پہنچے جہاں مویشی نہیں چرتیں وہ لمبی چوڑی اقلیم صرف وسیو کو ہی پناہ دیتی ہے۔ ہے برہسپتی! مویشیوں کی تلاش میں ہماری رہنمائی کر۔ ہے اندر! اپنے پرستش کنندوں کو وہ راہ دکھا جنھوں نے اپنا راستہ بھلا دیا ہے۔"

ہم بیان کر چکے ہیں کہ آریہ شاعر کافی طور سے قدیم وحشیوں کے نعرۂ فتح وجنگ کے باب میں غیر تملق آمیز پہلو لئے ہوئے ہیں یہ مہذب فاتحین کتر اس امر کا تصور کر سکتے تھے کہ یہ نعرہ فتح وجنگ اور مکروہ مکروہ آوازیں کسی ایک زبان کی کیفیت کا مفہوم ادا کر سکتی ہیں اور اسی واسطے بعض مقامات میں وحشی مثل بے زبان کے بیان کئے گئے ہیں (۵ ۔ ۲۹ ۔ ۱۰ وغیرہ)

اس سے قبل ہم کویو اور ایو دو قدیم ڈاکوؤں کا ذکر کر چکے ہیں مگر ہم ایک اور زور آور قدیم سرغنہ کی نسبت بھی بیشتر اشارات دیکھتے ہیں جسکو کرشنا کے نام سے پکارتے تھے شاید یہ نام اسکا سیاہ رنگ کے باعث پڑ گیا تھا۔ منجملہ اُن کے ایک کا ترجمہ یہاں کیا جاتا ہے۔

"وہ بادپا کرشنا انسومتی ندی کے کناروں پر مع دس ہزار گروہ کے رہتا ہے۔ اندر اپنی مخصوص دانشمندی سے اس کریہہ الصوت سردار سے خبردار ہو گیا۔

اندر نے کہا کہ میں بادپا کرشنا کو دیکھ چکا ہوں وہ اُس سورج کی مانند ہے جو ابر میں چھپا ہوتا ہے انسومتی کے قریب ایک پوشیدہ قلعہ میں رہتا ہے ہے مروتو! میں تم سے لڑائی میں شریک ہونے اور اُسکے برباد کرنے کی آرزو کرتا ہوں۔

پھر وہ بادپا کرشنا انسومتی کے کناروں پر بجلی کی طرح نمودار ہوا۔ اندر نے برہسپتی کو

اپنا معاون بنایا اور اُس ناخدا ترس فوج کو خاک میں ملا دیا" (۸ × ۹۶ - ۳ تا ۱۵)

قدیم باشندگانِ ملک صرف شور و شغب ہی کرنے کے عادی اور خاص زبان سے ہی بے بہرہ نہیں تھے بلکہ وہ دوسری جگہوں میں بمشکل ہی نوع آدم تصور کئے گئے ہیں چنانچہ ایک مقام پر ہم اسکا ذکر کر بھی آئے ہیں۔

"ہم چاروں طرف وسیو کے فرقوں سے گھرے ہوئے ہیں۔ وہ قربانیاں نہیں کرتے وہ کسی بات کو باور نہیں کرتے وہ اُن رسوم کے خلاف ہیں وہ نوع انسان میں داخل نہیں ہیں! او مدعیوں کے تباہ کرنے والے! اُن کو قتل کر اُن کی نسل کو مٹا دے" (۱۰ × ۲۲ - ۸)

دسویں منڈل کے منتر ۴۹ میں اندر مہاراج اشتہار دیتے ہیں کہ ہمنے وسیو کی نسل کو آریہ کے لقب سے محروم کر دیا (رچا ۳) اسی لئے ہمنے داس کی نسل نَوَ واستوا اور برہیدرتھا کا کھوج کھو دیا (رچا ۶) پس ہمنے قطع کر دیا داسوں (غلاموں) کو ٹکڑوں میں جو قضا و قدر نے اُنکو اسی واسطے پیدا کیا تھا" (رچا ۷)

یہی وہ قدیم رہنے والے تھے جنکے ساتھ ابتدائی زمانہ کے ہندوں کو ایک بے پایاں جنگ سے پالا پڑا تھا اور یہی وہ حصہ تھا جسکو اُنھوں نے اپنے غیر شایستہ ہمسایوں یعنی زمین ہند کے اصلی مالکوں کو بچا لے اُن کے مال و ملک سے بخشا تھا! یہ امر بکثرت پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ فاتح و مفتوح کے درمیان الفت و اُنس معدوم نہیں ہوا تھا۔ مدامی جنگ کا یہ سبب تھا کہ فاتحین اپنے نو مفتوحہ ملک میں خود اپنی حفاظت کرتے رفتہ رفتہ زراعت کے حدود و ثغور وسیع کرتے دیہات بسانے کی تدابیر کرتے لق و دق بیابانوں میں نو آبادیاں قایم کرتے تہذیب کی روشنی پھیلاتے اور اپنی شجاعت و بہادری کے

کارناموں کو ہر چہار سمت شہرت دیتے وہ مقہور و مخذول وحشیوں سے ایک خاص حقارت کے ساتھ نفرت و خوف کرتے جسطرح ہوسکتا اُن کی تعداد کو قتل و ہلاکت سے گھٹاتے اپنے سواروں کی جمعیت سے اُن کی جماعتوں کو منتشر کرتے اُن کو شور مچانے والے کتوں کے نام سے پکارتے ۔ بے زبان نسلوں سے تعبیر کرتے اور حیوان مطلق یا بہائم سیرت الفاظ سے یاد کرتے اور قریب قریب یقین کرتے کہ وہ قتل ہونے کو ہی پیدا ہوئے ہیں ۔ اور قضا و قدر نے اُن کو اسی لئے خلق کیا ہے اور برعکس اسکے وہ سرکش و متمرد وحشی بھی انتقام کی فکر میں رہتے ۔ ہندوؤں کی معقول قوت کے سامنے سے پسپا ہوکر وہ ہر گڈھا اور دریا کے موڑ پر تاک لگائے بیٹھے رہا کرتے ۔ وہ مسافروں پر چھاپہ مارتے اور راہ چلتوں کو لوٹ کھسوٹ لیتے ۔ گاؤں کو اُجاڑ ڈالتے مویشیوں کو مار ڈالتے یا چرا لیجاتے اور بعض دفعہ گروہ در گروہ جمع ہوکر ہندوؤں پر جا پڑتے وہ ایذا رسانی اور تمرد کے سبب جو خاصکر وحشیوں کا خاصہ تھا ایک ایک بالشت زمین پر جھگڑتے اور ہر ہر قدم پر فساد کرنیکے لئے آمادہ رہتے اور پھر پیچھے بھی ہٹ جاتے ۔ وہ فاتحین کی مذہبی رسوم میں حارج ہوتے اُن کے دیوتاؤں کی توہین و تضحیک کرتے اور اُن کے مال و اسباب کو خراب و غارت کرتے مگر باوجود اس مزاحمت و منازعت کے مہذب نسلوں کی آبادیاں ہر سمت اپنی وسعت کا دائرہ فراخ کرتی جاتیں ۔ تہذیب کا رقبہ بڑھتا جاتا ۔ جنگل اور غیر آباد مقامات زراعت و کاشت سے پُر ثمر نظر آتے ۔ اور دیہات و قصبات سے معمور ہوتے جاتے ۔ ابتدائی ہندوؤں کے شاہانہ بلاد و امصار اور راج پاٹ کل پنجاب میں جابجا رونق پاتے جاتے وحشی یا تو گھٹتے مرتے جاتے یا آریہ تہذیب کے ہمیشہ بڑھنے والے سلسلہ کے روبرو پہاڑوں اور ویرانوں میں مامن تلاش کرتے جہاں اُن کی اولاد اب تک آباد ہے ۔

قطع نظر اسکے یہ بھی قیاس کیا گیا ہے کہ کمزور و بزدل وحشیوں میں سے بعض نے مستاصل و جلا وطن ہونے کے ڈر سے گروہ اطاعت کو ترجیح دی ہوگی۔ ہم اسی قیاس کے موافق رگ وید میں اُن وسیوں کے بھی نشان پاتے ہیں جو آخر ایک بڑی طاقتور نسل کی سلطنت کے مالک بنگئے تھے اور جنھوں نے اُنکا مذہب اُن کی رسوم اور اُنکی زبان اختیار کرلی تھی اُنھوں نے کاشت کاری کا فن بھی سیکھ لیا تھا اور مہذب زندگی کے ہنر بھی حاصل کر لئے تھے۔ آریہ لوگوں کے گانوں میں بحیثیت غلاموں اور دسوں کے گھر بنالئے تھے اور اپنے آقاؤں (گورے رنگ والوں) کی ضرورتوں کو انصرام دیتے تھے۔ چنانچہ بشتر صراحتیں ایسے داسوں کی موجود ہیں جو آریوں کے مطیع و منقاد ہوگئے تھے غرضکہ ہندوستان کے ہی وہ قدیمی متوطنین تھے جنھوں نے پہلے ہی پہل ہندو مذہب قبول کیا تھا۔

اگرچہ جنگ وجدال اور لڑائی بھڑائی کی نسبت جو قدیم باشندگان ہند سے آریہ قوم کو پیش آیا کرتی تھیں ہمارے انتخاب کسیقدر حد سے زیادہ متجاوز ہوگئے ہیں مگر ہم یہاں اُس دلیر و جری فاتح سوداس کی لڑائیوں کے دو ایک فقروں کا اقتباس کئے بغیر ہرگز باز نہیں رہ سکتے۔

"۸۔ سرکش دشمنوں نے بربادی کا منصوبہ باندھا اور آدیتیا مذہی کا پشتہ توڑ ڈالا (تا سیلاب آجائے) مگر سوداس نے اپنی شجاعت سے زمین کو بھر دیا اور رگوہی چیہ مانہ کا بیٹا ایک فدیہ کی مانند سرنگوں ہوگیا۔

"۹۔ کیونکہ ندی کا پانی اپنے پرانے نالہ میں ہوکر بہتا تھا اور کوئی نیا راستہ اُس نے اختیار نہیں کیا تھا۔ اور سوداس کے گھوڑہ نے ادھر سے اُدھر تک ملک میں چکر لگایا۔ اندر نے

اُن بداندیش و دریدہ دہن آدمیوں کو مع اُن کی اولاد کے نیست و نابود کر دیا۔

"۱۱۔ سوداس نے دونوں ملکوں کے ۱۲۔ آدمیوں کو مار کر فخر حاصل کیا جسطرح نوجوان پجاری قربانی کے مکان میں گھاس کاٹتا ہے اُسطرح سوداس اپنے دشمن کو کاٹ ڈالتا ہے۔ بہادر اندر نے اُس کی اعانت کے لئے مرتوں کو روانہ کیا۔

"۱۴۔ چھیاسٹھ ہزار چھیاسٹھ سو چھیاسٹھ انو اور دروہیہ کے جنگجو سپاہی جو مویشی کی خواہش رکھتے تھے اور سوداس کو بدخواہی سے دیکھتے تھے سطح خاک کی برابر کر دئے گئے یہی وہ کام ہیں جنسے اندر کی بزرگی و عظمت کی شہرت ہوئی ہے۔

"۱۷۔ یہ اندر ہی ہے جس نے سوداس کو اُن کاموں کے لائق بنا دیا۔ اندر نے بکری کو شیر کی ہلاکت پر قادر کر دیا۔ اندر نے قربانی کی چوب کو ایک سوئی سے گرا دیا۔ اُس نے سوداس کو تمام دولت بخشدی" (۷ + ۱۸)

وہ کبیشر جو سوداس کے فخریہ کاموں کی مدح کرتا ہے وہ بھی اپنی خانی بیت کے لئے محروم نہیں رکھا جاتا کیونکہ بائیس یا تیئیس منتروں میں وہ شکریہ کے ساتھ اعتراف کرتا ہے کہ اُس بہادر فاتح و رحمدل راجہ نے دو سو گائیں دو رتھ اور چار گھوڑے مع سنہری ساز و یراق کے صلہ میں دئے!

ایک اخیر منتر میں ہم پر ظاہر ہوا ہے کہ کیونکر دس راجاؤں نے بمقابلہ سوداس کے برتاؤ کیا تھا اور سوداس کو اُن سب پر کسطرح فتحمندی نصیب ہوئی تھی۔ اس منتر میں ایک لڑائی کا واقعہ قابل ترجمہ ہے۔

"۲۔ جہاں آدمی اپنے اپنے نشانوں کو بلند کرتے ہیں اور جنگ کے وقت مقابلہ کو کھڑے ہوتے ہیں اُس وقت وہاں کوئی شے ہملوگی مد کو نظر نہیں آتی۔ جہاں آدمی آسمان

کی سمت سر اُٹھا اُٹھا کر دیکھتے ہیں اور کانپنے لگتے ہیں ایسے وقت میں ہے اندرا اور ورونا!
ہماری مدد کرو اور ہم سے (تسلی بخش الفاظ) کہو۔

"۳۔ ہے اندرا اور ورونا! زمین کے انتہائی کنارے مفقود معلوم ہوتے ہیں اور فلک
سے صدا صادر ہوتی ہے ا دشمن کی فوجیں قریب آرہی ہیں۔ ہے اندرا اور ورونا! جو ہمیشہ
دعاؤں کو سنتے ہو۔ اپنی حفاظت کے ساتھ ہمارے نزدیک آؤ۔

"۴۔ ہے اندرا اور ورونا! تمنے فی الفور بھید اکو جس نے ابھی حملہ تک نہیں کیا تھا
چھید ڈالا اور سوداس کو بچا لیا تمنے ترت سوؤں کی دعاؤں کو سن لیا اُن کے زاہدانہ
شوق نے لڑائی کے گھنٹوں میں اپنا پھل پالیا۔

"۵۔ ہے اندرا اور ورونا! دشمن ہتھیاروں کے ساتھ ہر طرف سے مجھپر حملہ کرتی ہیں
دشمن غارتگروں کے ہجوم میں مجھپر یورش کرتے ہیں۔ تم دونوں قسم کی دولت کے
مالک ہو الڑائی کے روز مجکو بچاؤ۔

"۶۔ دونوں فریقوں نے اندرا اور ورونا سے لڑائی کے وقت دولت کے واسطے دعا کی
مگر تمنے سوداس کی مع ترت سوں کے جنپر دس راجاؤں نے حملہ کیا تھا لڑائی کے وقت
حمایت کرنے میں کوتاہی نہیں کی۔

"۷۔ ہے اندرا اور ورونا! وہ دس راجہ جنھوں نے قربانی ادا نہیں کی گو باہم متفق تھے
لیکن سوداس کے پیس ڈالنے کے لئے بیشک ناقابل تھے" (۷+۸۳)

چھٹے منڈل کے ستائیسویں منتر میں لڑائی کی شام پر طبل جنگ کی طرف ایک
خطاب ہے اور شاعر اس جنگی آلہ سے زمین اور آسمان کو بذریعہ اپنی آواز کے پُر کرنے
منقولہ وغیر منقولہ اشیا میں تزلزل پیدا کرنے دشمن کے دلپر آہستہ آہستہ خوف بٹھانے

اور اُن کو دفع کرنے کی استدعا کرتا ہے۔ یہ خطاب اِن پیشین گوئی کرنے والے الفاظ میں ختم ہوجاتا ہے اور وہ طبل (دُندبھی) لڑائی کی شہرت دینے کوتاکہ آدمی آمادہ ہوجائیں زور سے صدا دیتا ہے۔ ہمارے سالار لشکر اپنے اپنے باد پا سمندوں پر سوار ہو چکے اور سب ایک جگہ جمع ہو گئے۔ ہے اندر! ہمارے جنگ آزماؤں کو اجازت دے کہ رتھوں پر سوار ہوکر فتح حاصل کریں۔

چھٹے منڈل کے ایک عجیب وغریب منتر کی پچھتر ویں رچا میں جنگ کی تیاریوں اور اسلحہ حرب کی نسبت کسی قدر تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اُس منتر کے چند انتخاب ہم یقین کرتے ہیں کہ ہمارے ناظرین کے خیال کو اُن ایام کے اسلحہ جنگ کے استعمال کیجانب ضرور توجہ دلائینگے۔

"۱۔ جب کہ لڑائی کا وقت نزدیک آتا ہے اور نبرد آزما زرہ بکتر پہن کر کوچ کرتا ہے اسوقت وہ ابر کی مانند نظر آتا ہے! بہادر سپاہی اسکی اجازت نہ دے کہ تیرا جسم چھد جائے تو فتحمند ہو۔ اپنی زرہ کو رخصت دے کہ وہ تیری حفاظت کرے۔

"۲۔ ہم مویشی کو کمان کے زور سے حاصل کرینگے۔ ہم کمان کے ذریعہ سے اُن کو جیت لیں گے۔ ہم خونخوار و مغرور دشمن کو کمان کی مدد سے مغلوب کرینگے! کاش وہ کمان دشمن کی تمام تمناؤں کو رد کر دے! ہم تمام اکناف و اطراف میں اپنی کمان کی وساطت سے فتوحات پھیلائینگے۔

"۳۔ کمان کا چلہ جب کھنچتا ہوا تیرانداز کے کان تک آجاتا ہے تو پھر لڑائی کی جانب رُخ کرتا ہے وہ اُس سے تسکین بخش الفاظ کان میں کہتا ہے اور آواز کے ساتھ ہی وہ کمان کو جھٹکا دیتا ہے جسطرح ایک معشوقہ بی بی اپنے شوہر کے ہاتھ کو جھٹکا دیتی ہو۔

جہاں کہیں کہ انکا استعمال تھا قریب قریب چار ہزار برس گزرے ہندوستان میں تحقیق ہو چکے تھے۔ طبل لڑائی میں آدمیوں کو اکٹھا کرتے علم اُن کو جنگی اژدحام کی جانب رہنمائی کرتے ان کے سوا جنگی گھوڑوں اور رتھوں کا رواج بھی پھیل گیا تھا۔ پالو ہاتھی بھی کام میں لائے جاتے تھے ہم ایسے راجاؤں کی نسبت بھی بعض جگہ اشارات دیکھتے ہیں جو اپنے وزرا و امرا اور منتریوں کے ساتھ سجے سجائے ہاتھیوں پر سوار نکلا کرتے تھے (۴ + ۴-۱) مگر یہ نہیں معلوم ہوتا کہ وید کے دور میں ہاتھی جنگ کے موقع پر اسی طرح باقاعدہ استعمال کیے جاتے تھے جسطرح وہ تیسری اور چوتھی صدیوں میں قبل حضرت مسیح کے جب یونانی ہندوستان میں آئے تھے استعمال کیے جاتے تھے۔

الحاصل وہ زمانہ جب وید کے بہادر سپاہی زندگی بسر کرتے اور لڑائی جھگڑوں میں مصروف رہتے ایک شور و شر کا زمانہ تھا۔ اُن کا مقصد اس سے صرف یہی نہیں تھا کہ قدیم باشندوں کے مقابلہ میں ایک دایمی جنگ قایم رکھی جائے بلکہ خود اُن میں ہندو بادشاہتیں تقسیم ہو گئی تھیں اور اکثر ایک طاقتور رئیس اپنی ہمسایہ ریاست کے الحاق پر مائل رہا کرتا۔ رشی ایسی قربانیوں میں مشغول رہتے جنکے اثر سے وہ شجاعت پیدا ہو جس سے دشمنوں پر غلبہ حاصل کیا جائے یا ایک ایسے فرزند کے لئے دعا کیا کرتے جو لڑائیوں میں فتوح حاصل کرے۔ اُس عہد میں ہر توانا و زورمند شخص ایک جنگجو سپاہی سمجھا جاتا اور ہر وقت اپنے گھر بار کی حفاظت و حمایت پر کمربستہ رہتا اور اپنی قوت بازو سے اپنے کھیتوں اور مویشیوں کی غور و پرداخت اور نگرانی و نگہداشت کرتا ہر ہندو نو آبادی یا قریہ جب تک کہ دیوتاؤں کی پوجا پاٹ اور صلح کے نوع بنوع کاموں کی درستی و آراستگی میں منہمک رہا کرتا اُسوقت تک ہوشیار و خبردار رہتا اسلئے کہ جنگ کے باعث اُسکی قومی ہستی علی الاتصال کمر بندی پر

منحصر تھی۔ ہندؤں کی ایک بڑی جماعت انڈس کی کناروں سے سرستی کے کناروں تک پھیلی ہوئی تھی جو مشتمل تھی جری و جنگ پسند گروہ پر جسنے خشکی پر اپنے قدم جمانے اور اپنی خودمختاری اور پے در پے قتل و قتال کی وجہ سے قومی وجود کی مدد کرنے اور مرنے مارنے کی جی میں ٹھان لی تھی۔

بیشک ایسے واقعات کی حالت پر زیادہ غور و فکر کرنا ایک افسوسناک امر ہے مگر ہمکو کوئی بتائے کہ وہ کون ملک ہے اور کس سرزمین پر آباد ہے جہاں قدیم زمانوں میں قوموں اور فرقوں کے درمیان آئے دن ایک مسلسل لڑائی اپنے فروغ و کمال یا اپنے سود و بہبود کو اصلی مرکز پر قایم رکھنے کی غرض سے وقوع میں نہ آیا کی ہو۔ علی ہذا زمانۂ حال کے اُن دو ہزار برس ہیں بھی جب سے کہ حضرت مسیح اور گوتم بدھ نے اپنے امن و صلح کے وعظ کہنا شروع کئے تھے کوئی ایسا ملک یا خطہ نہیں معلوم ہوتا جہاں ہم کسی ایسے فرقہ یا کسی ایسی قوم کو جاکر تلاش کریں جو اپنی امن پسندی کے ثمرات پیدا ہونے کی امید، برخلاف اپنے ہمسایوں کے بغیر ایک لگاتار مزاحمت و مخاصمت کے حاصل کر سکتی ہو۔ دنیا میں کیا کوئی ایسی تاریخ ہے جسکو ہم کھولکر پڑھیں اور جسمیں اس قسم کا پُر آشوب تماشا نہ دکھائی دے؟ فرض کیجے کہ اگر یورپ میں کوئی نسل ایسی گزری ہو جسکو کبھی کسی خوفناک جنگ سے پالا نہ پڑا ہو تو بے شبہ تاریخ میں ایسے دور کو ایک خوشی کا بھرا ہوا استثنائی دور خیال کرنا چاہئے۔ گزشتہ زمانہ تو درکنار رہا ہمارے ہی عہد میں غور کیجے کہ باستثنا چند ملکوں کے جنکا محل وقوع کسی طرح کا اُن کو آسیب نہیں پہنچا سکتا باقی تمام یورپ کی اقوام سر سے پانوں تک ہر وقت اسلحہ سے آراستہ رہا کرتی ہیں اور ایک ہفتہ کی میعاد میں گھر بار اور کام کاج چھوڑ چھاڑ لڑنے کو تیار ہو جاتی ہیں اور سرحد کی طرف کوچ بول دیتی ہیں۔ فی الحقیقت

انسانیت کے واسطے تہذیب نے بہت کچھ کیا مگر ابھی تک تہذیب نے تلوار کو غلاف میں نہیں کیا یا انسان کو اپنے ہمسایوں کے خلاف مرنے کے وقت تک بغیر کسی خونریزی کے اپنی پُرامن محنت کے نتائج حاصل کرنے کے لائق نہیں بنایا۔

باب ۵

معاشرتی اور خانگی زندگی۔ عورتوں کی حالت

قدیم باشندگانِ ہند سے پے درپے و متواتر معرکہ آرائیوں کا انجام یہ ہوا کہ آخرکار آریہ کل پنجاب پر انڈس سے سرستی تک اور کوہستان سے غالباً سمندر تک قابض ہوگئے تھے۔

جیسی توقع ہمکو ہوسکتی تھی ویسے ہی بیشتر اشارات ہم انڈس اور اُسکے پانچوں باجگزار دریاؤں کی نسبت موجود پاتے ہیں۔ دسویں منڈل کا پچھتروں منتر اسکی ایک قابلِ ذکر مثال ہے جسکا ترجمہ بغرض ملاحظہ ناظرین ذیل میں تحریر کرتے ہیں۔

"۱۔ او ندیو! بھاٹ عابد کے گھر میں تمھاری اعلےٰ جرأت کی تعریف کرتا ہے وہ تین طریقوں میں جاری ہیں۔ ہر ایک ایک طریق میں جاری ہے۔ تمام دوسری ندیوں میں انڈس کی جرأت بہت بڑھی ہوئی ہے۔

"۲۔ او انڈس! اسوقت تم اُن سرزمینوں کی طرف دوڑکر چلیں جو خوراک سے بھری پڑی تھیں اسوقت ورونا نے تمھارے واسطے راہ کھولدی تھی۔ تم خشکی پر ایک وسیع راستہ میں بہتی ہو تم تمام بہتی ندیوں سے زیادہ آب و تاب رکھتی ہو۔

"۳۔ انڈس کی پرشور آواز زمین سے آسمان تک جاتی ہے! وہ نہایت زور شور سے

بہتی ہے اور چمکدار صورت میں جاری ہے اُسکی زوردار آواز اُسی طرح سنی جاتی ہے جس طرح مینھ بادلوں سے زور کے ساتھ برستا ہوا سنائی دیتا ہے انڈس ایک سانڈ کی مانند ڈکراتی آتی ہے۔

"۴۔ جس طرح گائیں اپنے بچھڑوں کو دودھ پلاتی ہیں اُسی طرح او انڈس دوسری ندیاں اپنے اپنے پانیوں کے ساتھ آواز کرتی ہوئی تمھارے نزدیک آتی ہیں جیسطرح ایک راجہ اپنی فوجوں کے ہمراہ لڑائی کی طرف کوچ کرتا ہے اُسیطرح تم بھی مقابل کیجانب اپنے پہلو بہ پہلو دریائی نظام کے ساتھ کوچ کرتی ہو۔

"۵۔ او گنگا! اور جمنا اور سرستی اور شستدری (ستلج) اور پروشنی (راوی)! تم میری اس تعریف میں حصہ لو۔ اور اسکنی (چناب) سے وابستہ ندی؛ او وتستا (جہلم)! اور ارجیکیہ (بیاس)! سشوما (انڈس) اسے ہمکنار میرے الفاظ سنو۔

"۶۔ او انڈس! اول تو تو ترشٹاما سے ملکر اور پھر سسرتو اور رسا اور شویتی سے ملکر بہتی ہے۔ تم کرومو (دریائے کورم) اور گومتی (دریائے گومل) کوبھا (دریائے کابل) اور مہتنو سے وصل کرتی ہو تم ان ندیوں کے ساتھ باہم ملکر آگے بڑھتی ہو۔

"۷۔ وہ ممتنع القاومت اور اپرم پار انڈس کمال شفافی اور نہایت تابانی کے ساتھ بخطِ مستقیم بہتی ہے! وہ قہار ہے اور بڑے زور کے ساتھ تمام اطراف کو اپنے پانی سے لبریز کرتی ہے۔ تمام بہنے والی ندیوں میں مثل اُسکے کوئی نہیں بہتی! وہ ایک وحشی گھوڑی کی مانند تیز رو اور ایک ابلا کی طرح خوبصورت ہے!

"۸۔ انڈس ہمیشہ نوجوان اور خوبصورت رہتی ہے۔ وہ گھوڑوں اور رتھوں اور لباس سے بھری پُری ہے۔ وہ سیم و زر اور عمدہ حیثیت سے آراستہ ہے۔ وہ غلہ اور اُون اور پیال سے

مالامال ہے اور اپنے آپ کو خوشبودار پھولوں سے ڈھانکے ہوئے ہے۔
"۹- انڈس اپنے آرام دہ رتھ میں گھوڑوں کو جوتے ہوئے ہے اور اُسمیں ہمارے پاس خوراک لاتی ہے۔ اُس رتھ کی بڑائی سراہی گئی ہے جیسے زور آور کی سراہی جاتی ہے۔ وہ شہرت کے اعتبار سے یکتا بے مثل اور عدیم النظیر ہے۔
یہ رچا اپنی تاثیر اور اپنی خوبصورتی کے واسطے عجیب وغریب ہے اور اُس شاعر کی وسعتِ خیال کے لحاظ سے بھی عجیب وغریب ہے جیسا کہ پروفیسر میکس مولر کہتے ہیں تینوں بڑے دریائی نظاموں کو جو شمال مغرب سے بہکر سندھ میں گرتے ہیں جو شمال مشرق سے اُن کو ملاتے ہیں اور مع اپنی شاخوں کے گنگا جمنا کی دوری میں جاری ہیں ایک ہی وہلہ میں لے لیا ہے۔ "یہ بیان وید کے شاعروں کے اُس نہایت وسیع جغرافی افق کو ظاہر کرتا ہے جو شمال برفستانی پہاڑوں، مغرب میں انڈس اور کوہ سلیمان کے سلسلہ، جنوب میں انڈس یا سمندر، اور مشرق میں جمنا اور گنگا کی وادی سے محدود تھا۔ وید کے شعرا کو دنیا کے اُدھر کی کیفیت گو وہ کشادہ ہی تھی نامعلوم تھی۔"
بعض اوقات پنجاب کی ندیاں باہمدگر "سات ندیاں" کہی گئی ہیں اور ایک جگہ اس کی صراحت بھی موجود ہے (۷-۳۶-۶) کہ وہ ساتوں ندیاں انڈس کو بجائے اپنی ماں کے جانتی ہیں اور سرستی کو بطور ساتویں کے مانتی ہیں۔ انڈس اور اُس کی پانچوں شاخیں قدیم ہندوؤں کے ابتدائی گھر کو ابھی تک سیراب کرتی ہیں۔ مگر سرستی جو قدیم ندیوں میں نہایت ہی پاک مانی جاتی ہے اور نیز گزشتہ زمانہ میں ایک دیوی کی سمان پوجی جاتی تھی اب بہنا موقوف ہو گئی ہے۔ متجسسینِ آثار قدیمہ کہتے ہیں کہ وہ راجپوتانہ کے ریگستان میں کھپ گئی ہے۔ **ایک عجیب فقرہ** میں لکھا ہوا ہے کہ رشی بسوامتر نے راجہ سوداس کی بدولت جبکہ

راجہ مذکور کو بیاس اور ستلج کے سنگم پر عبور کرنے میں دشواری واقع ہوئی تھی اور یہ دیکھکر اُس مہرشی نے ندیوں کے گو نجدار سیلاب کا غصہ دھیما کرنے کو گویا ایک ہی بار پورا منتر کا منتر اُگل دیا تھا انعامات گراں بہا اور عطیات بیکراں سے تمتع حاصل کیا تھا ! ہم کسی جا بتا چکے ہیں کہ یہ سوداس ایک بڑا دلیر و فاتح پرش تھا اور اُس نے محاصرہ کرنے والے دس راجاؤں کو اپنا فرماں بردار بنا لیا تھا اور بے حد لڑائیاں لڑے بھڑے تھا جو بعض جوشیلے منتروں میں بیان کی گئی ہیں۔ یہ شہ زور و فتحمند نیز علم و مذہب کا بھی بہت بڑا سرپرست تھا اور بسوامتر کے خاندان کے مُنیوں کو فیاضی کے ساتھ مال و زر دینے میں کبھی کمی نہ کرتا تھا۔ اسیطر بشسٹھ کے خاندان کے لوگوں سے بھی بسلوک پیش آتا تھا آخر میں یہ ظاہر کر دینا بھی ضرور ہے کہ ان دونوں پیشوا خاندانوں کے درمیان اکثر رشک و حسد بھی رہا کرتا تھا جسکی بابت ہم آیندہ اشارہ کرینگے۔

جبکہ پنجاب کی ندیوں کی کیفیت تفصیلوار بیان ہو چکی تو اب فقط گنگا اور جمنا کے اشارات کا ذکر کرنا باقی رہگیا۔ گو ہم ابھی ایک منتر کا ترجمہ کر چکے ہیں جسمیں ان دونوں ندیوں کا نام لیا گیا ہے۔ رگ وید میں صرف ایک فقرہ اور بھی آیا ہوا ہے جہاں چھٹے منڈل کے منتر ۴۸ رچا ۳۱ میں گنگا جمنا کی جانب اشارہ پایا جاتا ہے جسمیں گنگا کے اونچے اونچے کنارے ایک تمثیل کا مبع خیال کئے گئے ہیں۔ وہ مویشی جو سراسر جمنا کے کناروں پر چراگاہوں میں چرا کرتی تھیں اُنکی طرف پانچویں منڈل کے منتر ۵۲ رچا ۱۷ میں اشارہ کیا گیا ہے۔

الغرض ہندوستان کے پانچ ندیوں کی سرزمین آریہ نسل کا پہلا گھر خیال کیجاتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ ان پانچوں ندیوں کے طول میں بودوباش رکھتے تھے رفتہ رفتہ پانچ فرقے یا قومیں بنگئے۔ پہلے منڈل کے منتر ۷ رچا ۹۔ اسی منڈل کو منتر ۱۷

رچا ۳ چھٹے منڈل کے منتر ۲۶ رچا ۷۔ اور اور مقامات میں "پانچ زمینوں" (پنچاکشتی) کی طرف اشارہ ہے۔ ایسے ہی دوسرے منڈل کے منتر ۲ رچا ۱۔ پانچویں منڈل کے منتر ۳۷ رچا ۱۰۔ اور اور دوسری جگہوں میں ہم "پانچ زراعتی فرقوں" (پنچاکرشتی) کا حال پڑھتے ہیں اور چھٹے منڈل کے منتر ۱۶ رچا ۴۔ اسی منڈل کے منتر ۹۱ رچا ۱۱۔ آٹھویں منڈل کے منتر ۳۲ رچا ۲۲ نویں منڈل کے منتر ۶۵ رچا ۲۳۔ اور اور موقعوں پر ہم "پانچ گروہ" (پنچاجنا) کا حوالہ پاتے ہیں۔

اِن "پانچ فرقوں" کے لوگ سیدھے سادے بہادر اور باہمت آریہ تھے۔ یہ انڈس اور اُسکی باجگزار ندیوں کے شاداب کناروں پر زراعت کرتے اور قرب و جوار کے علف زاروں میں اپنے مویشی چراتے پھرتے۔ یہ آریہ جو اسطرح زندگی بسر کرتے تھے اُس بڑی ہندو قوم کے جسکا پھیلاؤ ہمالیہ سے کیپ کامورن تک ہے اجداد و اسلاف تھے۔

اب ہم پنجاب کے مذکورۂ بالا پانچوں فرقوں کے معاشرتی اور خاص خاص قواعد اور اُن کی خانگی زندگی کے خوش اسلوب و دلچسپ مضمون کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ وہ پہلی چیز جو ہمکو یہاں تعجب میں ڈالتی ہے اُن پُر تکلف باتوں اور رکاوٹوں کی معدومیت ہے۔ درمیان ہر فرد بشر اور ہر درجہ کے لوگوں کے اُس فرق و امتیاز کی نسبت جنکی باعث موجودہ ہند و جماعت کے چہرہ پر بدنما خال و خط نظر آتے ہیں ہم ابھی کہہ آئے ہیں کہ وید کے زمانہ میں دھرماتما ہندو گائے کا گوشت کھانے میں کسی قسم کی کراہت یا قید کو پسند نہیں کرتے تھے اور وہ فخر کے ساتھ ایما کرتے تھے کہ اُن کے سوداگر سمندر میں سفر کرنے سے ہرگز تامل اور پس و پیش نہیں کرتے۔ ہم یہ بھی کہیں ظاہر کر آئے ہیں کہ رشیوں نے اپنا کوئی جداگانہ درجہ قرار نہیں دیا تھا اور نہ اپنی عمریں دنیا سے علیحدہ رہکر

نفس کشی اور ریاضت میں گزارتے تھے بلکہ برعکس اسکے رشی دنیا دار اور ظاہر میں ہمیں جیسے آدمی تھے۔ یہ لوگ بڑے بڑے گلوں کے مالک ہوتے کھیت جوتتے لڑائی کے زمانہ میں دشمنوں کے مقابل ہوکر جدال وقتال کرتے اور دیوتاؤں سے دولت و مویشی کے لئے دعائیں مانگتے۔ جنگ کے ہنگام پر فتح کی آرزو اور بیوی بچوں کے واسطے برکتیں طلب کرتے۔ ہر خاندان کا مربی حقیقت میں ایک ادنیٰ درجہ کا رشی تھا اور خاص اپنے گھر میں عاجزانہ طریقہ پر دیوتاؤں کی پرستش کیا کرتا تھا۔ خاندان کی عورتیں پوجا پاٹ میں شریک کیجاتیں اور مذہبی رسوم میں اُن سے مدد لیجاتی۔ البتہ عام و خاص میں بعض لوگ منتروں کے لکھنے کی وجہ سے اعلےٰ پایہ رکھتے تھے وہ بڑی بڑی قربانیاں ادا کرتے اور والیان ملک اور دولتمند اُن کو شاندار مواقع پر بلا بھیجا کرتے تھے اور بیش قیمت انعام دیتے مگر ان بڑے بڑے مصنفین یعنی رگ وید کے رشیوں نے اپنی کوئی خاص اور جداگانہ ذات نہیں مقرر کی تھی وہ محض دنیادار آدمی تھے سب لوگوں سے ملتے جلتے شادی بیاہ کرتے جائداد میں لوگوں سے حصہ بخرہ لیتے اُن کے ساتھ ملکر لڑائیاں لڑتے غرضکہ جیسے اور انسان تھے ویسے ہی وہ بھی انسان تھے۔

مثلاً ایک سپاہی پیشہ رشی (۵-۲۳-۲ میں) ایک نرینہ اولاد کے لئے دعا کرتا ہے جو لڑائی میں دشمنوں پر فتح پائے۔ اور ایک رشی (۶-۲۰-۱ میں) مال ومنال کے لئے کھیتوں کے لئے غلہ اور فرزند کے لئے جو اُسکے مخالفوں کو تباہ و ہلاک کرے نذر مانتا ہے۔ ایک تیسرا رشی (۹-۲۹-۸ میں) حشمت و جاہ کے لئے سیم و زر کے لئے گھوڑوں اور گایوں کے لئے عرضِ حاجت کرتا ہے۔ ایک چوتھا رشی اپنی جبلی سادگی سے اسطرح کہتا ہے کہ اُس کی مویشی اُسکی دولت اور اندر ہیں! (۲-۲۸-۸) تمام رگ وید میں شروع سے اخیر تک رشی عامۂ ناس کی

حیثیت سے دکھائی دیتے ہیں یہاں کسی شہادت کا سایہ بھی یہ ثابت نہیں کرتا کہ رشی یا پیشوایانِ دین محاربین و مزارعین کے سوا کوئی اپنی خاص "ذات" رکھتے تھے۔

بغیر کسی طرفداری کے انصاف کی آنکھ سے غور کیا جائے تو بخوبی طرح محقق ہو جائیگا کہ ذات کے طریقہ کا اُس زمانہ میں وجود تک بھی کہیں نظر نہیں آتا تھا۔ ذات کا طریقہ بہ نسبت اسکے کہ اُسکے بیشتر قطعی واقعات کا ثبوت دیا جائے بہت سی چھان بنان کے بعد نفی کو ثابت کرتا ہے منتروں کے ایک ایسے ضخیم مجموعہ میں جسکی تصنیف و تالیف میں چھ سو برس سے بھی زائد کی مدت صرف ہوئی ہو اور جو جمہور کی عادات و روش اور دستور و رواج سے بھرا ہوا ہو کاشت کاری علاوہ اور صنعت گری کے اشارات سے مملو ہو قدیم باشندگانِ ملک کے خلاف لڑائیوں کے حالات شادی بیاہ کی رسوم خانگی فرائض کے قواعد اور عورتوں کے رہنے سہنے کے طرز مذہبی آداب اور بسیط علمِ ہیئت سے پُر ہو جس حیثیت سے کہ اُسوقت میں یہ سب باتیں ظہور پا چکی تھیں ہم کوئی ایک فقرہ بھی ایسا نہیں دکھا سکتے کہ اُس عہد کے لوگ موروثی "ذاتوں" میں علیحدہ علیحدہ متفرق ہو گئے تھے۔ کیا اس امر کا خیال کرنا ممکن ہے کہ یہ عجیب و غریب طریقہ کوئی وجود رکھتا تھا؟ حالانکہ رگ وید کی دس ہزار رچاؤں میں برادری کے ذاتی اصول کی نسبت جھوٹ کو بھی ایسا کوئی اشارہ نہیں ملتا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ آخری زمانوں کی کوئی ایک مذہبی کتاب بھی ایسی دیکھنے میں آئی ہو اور وہ بھی رگ وید سے ضخامت میں دس حصہ کم ہو جو اس طریقہ پر سکوت کرتی ہو؟۔

صرف اُسی طریقہ میں جس طریقہ میں ایک منفی شئے کا ثبوت دیا جا سکتا ہے۔ ہم دھرم تک کا ثبوت پیش کر چکے جسکو اگر تعمق سے دیکھا جائے تو ایک کافی و وافی ثبوت کہا جا سکتا ہے علاوہ اسکے اور مختلف فقرے بھی رگ وید میں اسطرح پائے جاتے ہیں جن سے مترشح ہوتا ہے

کہ اُس دور میں ذات کے طریقہ کا کہیں پتہ تک بھی نہیں تھا۔ "برن" کا خاص لفظ جو اخیر زمانہ کی سنسکرت میں ذات کا پتہ دیتا ہے رگ وید میں آریہ اور غیر آریہ قوموں کے درمیان تمیز ظاہر کرنے کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ مگر آریہ جماعت کے کسی جداگانہ فرقہ کا نشان نہیں بتاتا (۳ × ۳۴ - ۹ وغیرہ) شتری کا خاص لفظ جو اخیر زمانہ کی سنسکرت میں لڑاکا فرقہ کی نسبت اطلاق کیا جاتا ہے وید میں سادگی کے ساتھ ایک ایسی صفت پر دلالت کرتا ہے جسکے معنے قوی ہیکل کے ہیں اور وہ دیوتاؤں کی نسبت کہا گیا ہے (۷ × ۶۴ - ۴، ۷ × ۸۹ - ۱ - وغیرہ) بپر کا لفظ جو اخیر زمانہ کی سنسکرت میں پیشوا گروہ سے علاقہ رکھتا ہے رگ وید میں محض بطور ایک صفت کے آیا ہے جس سے دانا یا رشی مراد لی گئی ہے اور دیوتاؤں پر بولا گیا ہے (۸ × ۱۱ - ۶ وغیرہ) اور برہمن کا شبد جو اخیر زمانہ کی سنسکرت میں وارد ہوا ہے مذہبی فرقہ سے وابستہ سمجھا گیا ہے الغرض ان سب کا بجز اسکے اور کوئی مقصود نہیں تھا جسکا ہمنے اوپر بیان کیا۔

ہم اس امر کی نسبت بہت خوشی کے ساتھ شہادتوں کو دو چند سہ چند کر کے بیان کرسکتے مگر ہمارے حدود ہمکو تجاوز کرنے سے باز رکھتے ہیں بلکہ ہم اُن شہادتوں میں سے کسی شہادت کے ایک جزو کو بھی بخوفِ طوالت بیان کرنا پسند نہیں کرتے اسی واسطے ہم اپنا روئے سخن دوسری جانب منعطف کرتے ہیں۔ اُس فریفتہ کرنے والی سادگی سے جو رگ وید کا خاصہ ہے ایک رشی خود بخود دردمندی سے یوں کہتا ہے۔

دیکھو میں منتروں کا مصنف ہوں میرا باپ طبیب تھا میری ماں اناج پیستی تھی ہم سب مختلف پیشوں سے تعلق رکھتے ہیں جسطرح گائیں ادھر اُدھر (مختلف اطراف میں) سبزہ زار پر (خوراک کے لئے) پھرتی ہیں اسیطرح ہم (مختلف پیشوں میں) ہے سوما!

تجکو دولت کے واسطے پوجتے ہیں تو اندر کے لئے رواں ہو" (۹۰-۱۱۲-۳) وہ مصرعہ بالا فقرات میں گویا ایک کرخت جوڑے کے توڑنے کا ارادہ کرتے ہیں جنہیں باپ ماں اور بیٹا طبیب غلہ پیسنے والی اور منتروں کا مصنف مذکور ہوئے ہیں۔

ذات کے طریقہ کے مدعی بعض اوقات نہایت عجیب وغریب نتائج کے ساتھ اُن جوڑوں کے توڑنے کی کوشش کرتے ہیں۔ رگ وید کے اور رشیوں کی مانند (جنکا ذکر پہلے بھی ہوچکا ہے کہ وہ ہمیشہ لڑنے والے بیٹوں کے لئے دعا کیا کرتے تھے) بسوامتر ایک سپاہی نش اور منتروں کے بنانے والے رشی تھے مگر اخیر زمانہ کے ہندو اسباب سے متنفر ہوئے اور انھوں نے ایک مافوق الخیال مزیدار کہانی پرانوں میں گڑھی کہ بسوامتر پہلے کسطرح ایک شتری تھے اور پھر کسطرح ایک برہمن بنگئے تاکہ اس معاملہ میں کسی قسم کی گفتگو باقی نہ رہے ہمارے نزدیک اس خصوص میں سعی کرنا ایک غیرضروری امر ہے اسلئے کہ بسوامتر نہ تو شتری تھے نہ برہمن۔ بلکہ وہ اُس زمانہ سے بہت پہلے تھے جب برہمن اور شتری عدم سے وجود میں آئے تھے۔

جیسا کہ ہم اس سے قبل ذکر کر آئے ہیں کہ اُسوقت ہر خاندان کا مربی خاص اپنے ہی خاندان کا پیشوا ہوتا تھا اور اُسکا گھر اُسکا معبد ایسے ہی رگ وید میں ہم نہ کسی بت کا ذکر پاتے ہیں نہ بت خانہ کا اور نہ کسی ایسی پرستشگاہ کا جہاں عام خلایق جمع ہوا کرتی ہے۔ وہاں ہر خاندان کے گھر میں پاک آگ روشن رہا کرتی تھی وہ پاکیزہ وسادہ منتر خوش آوازی سے پڑھے جاتے جو عموماً قومی ملکیت خیال کئے جاتے تھے اُسمیں ہم ایک خوبصورت مرقع ایسی عورتوں کا بھی دیکھتے ہیں جو قربانیوں کے وقت مدد دیا کرتی تھیں۔ وہ ضروری اشیا ترتیب دیتیں اُن کو کوٹ پیسکر تیار کرتیں سوما کو نچوڑ کر عرق نکالتیں اپنی نرم ونازک انگلیوں سے اُسکو ملاتیں

اور ایک پشمینہ کی صافی میں اسکو چھانتیں۔ بہت مقامات میں ہم ایسی بیبیوں کا بھی حال پاتے ہیں جو اپنے شوہروں کے شریک ہو کر قربانی کرتیں وہ قربانی کے وقت سُومی عرق پیش کرتیں اور اس عمل سے باہم بہشت میں جانیکی امید رکھتیں۔ (۱×۱۳۱-۳، ۵×۴۳-۱۵ وغیرہ) ایک پاک منتر سے چند رچائیں اسی مضمون کی نسبت درج کیجاتی ہیں جنکے مطالعہ سے یقین ہے کہ ناظرین مسرور ہوں گے۔

"۵۔ اوتم دیوتاؤ! وہ میاں بیوی جو باہم سُومی عرق تیار کرتے ہیں جو سوم کے عرق کو صاف کرتے ہیں اور اسمیں دودھ ملاتے ہیں۔

"۶۔ وہ اپنے کھانے کے واسطے غذا حاصل کریں اور متفق ہو کر قربانی کے قریب جائیں وہ کبھی غذا کی جستجو میں پریشان نہ پھریں۔

"۷۔ وہ دیوتاؤں سے نذروں کا وعدہ بے فائدہ نہیں کرتے نہ تمھاری تعریف سے باز رہتے ہیں وہ تم کو عمدہ عمدہ نذروں کے ساتھ پوجتے ہیں۔

"۸۔ وہ نوجوان اور بلوغت کی حد تک پہنچی ہوئی اولاد سے برکت پا چکے ہیں وہ سیم و زر حاصل کرتے ہیں اور وہ دونوں ایک پختہ عمر پاتے ہیں۔

"۹۔ دیوتا ایسے میاں بیوی کی پرستش کی خود طمع کرتے ہیں جو قربانیوں کے شایق ہیں اور دیوتاؤں کے لایق طعام پیش کرتے ہیں وہ اپنی نسل جاری رکھنے کے لئے ایک دوسرے سے ہم آغوش ہوتے ہیں اور وہ دیوتاؤں کو پوجتے ہیں"! (۸×۳۱)

ہمارے پاس اسوقت تک اُن تربیت یافتہ بیبیوں کا وہ دلکش مرقع بھی موجود ہے جو رشی بھی تھیں منتر بھی بناتی تھیں اور مثل مردوں کے بلدان بھی کرتی تھیں کیونکہ اُس زمانہ میں عورتوں کے خلاف کسی قسم کی تکلیف وہ قیود و پابندیاں نہیں پائی جاتی تھیں

نہ کوئی کوشش اُن کے قید و بند رکھنے کے لئے کیجاتی تھی نہ وہ غیر تعلیم یافتہ ہوتی تھیں یا جماعت میں اپنی جائز جگہوں سے محروم رکھی جاتی تھیں۔ ہمکو گھونگھٹ نکالنے والی عورتوں اور دُلہنوں کا بھی حال ملتا ہے مگر اُن عورتوں کا حال نہیں ملتا جو تنہائی کی حالت میں پڑی پڑی دن کاٹتی ہوں۔ بلکہ برخلاف اسکے ہم اُن کے کاروبار کے جائز موقعوں اور شادی و غمی کے شگفتہ خاطر اور باتمیز حلقوں میں ملاقات کرتے ہیں قربانی میں اُن کے ساتھ حصہ لیتے ہیں اور جماعت میں اُن کے اختیار کو اعلےٰ حیثیت سے معائنہ کرتے ہیں۔ ہم ایک سگھڑ خاتون و سوارہ کی اُس تصویر کو بھی پیشِ نظر رکھتے ہیں جو ہزار ہا سال ہوئے دست بدست ہم تک پہنچی ہے یہ ایک خدا پرست خاتون تھی منتر بناتی قربانی کرتی اور سرگرم دلسوزی سے اگنی دیوتا کو نیک نیتی کے ساتھ میاں بی بی کے باہمی تعلقات کو اُن کے حدود میں محفوظ اور اعتدال کی سیج پر قایم رکھنے کی غرض سے خلوت میں بلایا کرتی (۵×۲۸-۳) ہمکو دوسری خواتین کے نام بھی ملتے ہیں جنکو رگ وید کے زمانہ میں رشیوں کا سا درجہ حاصل تھا۔

ایسی سادہ روش اور بے لوث جماعت میں جیسی کہ وید کے دور میں تھی اس طرز کی زندگی کے تعلقات بمقابلہ ایسے مضبوط لوہے سے جکڑے ہوئے قواعد کے جو اخیر عصر میں قرار دئے گئے ہیں زیادہ تر ضرورت و حوائج پر موقوف و منحصر ہوا کرتے تھے اور اسی واسطے اُس دور میں کوئی ایسی قید نہیں تھی کہ ہر لڑکی چار و ناچار کتخدائی کے جال میں ضرور ہی پھانس دیجائے بلکہ برعکس اسکے ہم اُن ناکتخدا عورتوں کی نسبت ایسے اشارات بھی پاتے ہیں جو اپنے باپ کے گھروں میں رہا کرتیں اور بذاتِ خود نالشیں دائر کرتیں اور آبائی ملکیت و موروثی جائداد میں حصہ بٹاتیں (۲×۱۷-۷) علاوہ اسکے ہم اکثر صراحتیں مستعد و جفاکش مستورات کے متعلق ایسی دیکھتے ہیں جو امورِ خانہ داری کا انصرام کرتیں وہ سپیدۂ صبح کی مانند خواب سے

بیدار ہوتیں اور بہت تڑکے گھر کے ہر آدمی کو اُسکے کام دہندوں میں لگاتیں۔ (۱×۱۲۴-۴)
اُن عورتوں کا تذکرہ بھی ملتا ہے جو ہر قسم کی خانگی بھلائیوں سے آراستہ ہوتی تھیں جنکے واسطے ہندو عورتیں ابتدائی زمانہ سے آجتک مشہور چلی آتی ہیں۔ ہم اتفاق سے ایسی عورتوں کی بابت بھی اشارات دیکھتے ہیں جو اُن دوشیزہ عورتوں کی آوارگی کا سبب ہوا کرتیں جنکا کوئی والی وارث یا بھائی بند اُن کی اخلاقی حالتوں کا نگراں نہیں ہوتا تھا (۲×۲۹-۱)
اُن بیاہی عورتوں کا بیان بھی دیکھا جاتا ہے جو شوہر کے ساتھ بیوفائی کرتیں (۴×۵-۵، ۱۰×۳۴-۴) سوائے انکے ہمکو ایک تباہی زدہ جواری کی کیفیت بھی معلوم ہوئی ہے جسکی جورو دوسرے لوگوں کی ہوا و ہوس کا نشانہ قرار دی گئی تھی۔

یہ بات بھی تحقیق ہوئی ہے کہ لڑکیاں اپنے شوہروں کے انتخاب پر مجاز قرار دیجاتی تھیں۔ اُن کی رضامندی و نارضامندی اُن کی رائے پر موقوف تھی مگر اُنکا انتخاب ہمیشہ کامیاب انتخاب نہیں ہوتا تھا کیونکہ کوئی نہ کوئی عورت اُس شخص کی جانب سے جو اُس کا خواہاں ہوتا مال و زر کی طمع دلاکر مفتون و شیفتہ کیجاتی لیکن وہ عورت جو نیک خو و زیبا رو ہوتی وہ اپنے شوہر کو شل ایک محبوب کے مخصوص طور پر اژدحام عام میں منتخب کر لیا کرتی (۱۰×۲۷-۱۲) ہم جب قیاس کرتے ہیں تو ہم قریب آخری زمانہ کے سویمبر کو مذکورہ بالا رچاؤں میں بیشتر ہی سے عکس افگن دیکھتے ہیں۔

اِسمیں شبہ نہیں ہوسکتا کہ باپ اپنی دختر کے واسطے شوہروں کے انتخاب میں حتی الامکان دور اندیشی کو مدنظر رکھتا اور جیسے کہ موجودہ زمانہ میں باپ اپنی لڑکیوں کو بنا سنوار اور سنہرے زیور سے آراستہ و پیراستہ کر شوہر کے سر منڈھ دیتا ہے یہ رسم اُس دور میں کہیں نہیں دکھائی دیتی تھی (۹×۲۶-۲، ۱۰×۳۹-۱۴)

اُس سیدھے سادے عہد میں کتخدائی ایک ضروری بات خیال کیجاتی تھی اور وہ ایجاب وقبول جسکو دولہ دلہن ایک دوسرے سے کرتے اُس موقع کے مناسب حال عملمیں لایا جاتا تھا ہم ایک منتر سے جو رگ وید کے اخیر میں ہے بعض رچاؤں کا یہاں ترجمہ کرینگے جنکی مضمون سے ہم مذکورۂ بالا رسم کی ایک دلفریب صورت دیکھتے ہیں۔ منجملہ ذیل کی رچاؤں کے دو اول کی رچائیں ظاہر کرینگی کہ ابتدائی عمر کی شادی کا غیر فطری دستور اُس زمانہ میں نامعلوم تھا۔ اور اسلئے لڑکیوں کی شادی بعد پہنچنے حد بلوغ کے کیجاتی تھی۔

"۲۱۔ ہے وسووسو! (شادی کا دیوتا) اس جگہ سے اُٹھ کیونکہ اس لڑکی کی شادی ہو چکی ہے۔ ہم وسووسو کی تعریف اپنے منتروں اور ڈھوک دینے کے وقت کرتے ہیں پس کسی کنواری لڑکی کے پاس جا جو ہنوز اپنے باپ کے گھر میں ہے اور شادی کی عمر کی کچھ علامتیں نمایاں کر چکی ہے وہ تیرا حصہ ہوگی اُسکو پہچان لے۔

"۲۲۔ ہے وسووسو! اس جگہ سے اُٹھ ہم تجکو پوجتے ہیں تیرے سامنے سجدہ میں جھکتے ہیں ایک بے بیاہی لڑکی کے پاس جا جسکا بدن خوب اُبھرا ہوا ہے اُسکو ایک بی بی بنا اور ایک شوہر کے ساتھ پیوند کر۔

"۲۳۔ اجازت دے اُن راہوں کو جنپر ہمارے دوست ایک کنواری لڑکی کے بیاہ کی تلاش میں جاتے ہیں کہ وہ سہل اور خاروخاشاک سے پاک ہوں۔ اریمن اور بھگا ہم کو اچھی راہ دکھائیں۔ ہے دیوتاؤ! میاں بی بی اچھی طرح سکھ چین سے مل جُلکر رہیں۔

"۲۴۔ او کنواری لڑکی! اُس خوش جمال سورج نے تجکو عقود سے مضبوط باندھا تھا (بکارت کے) ہم تجکو اُن عقود سے خلاص کرتے ہیں۔ ہم تجکو تیرے شوہر کے ساتھ ایک ایسے مقام میں رکھتے ہیں جو راستی کا گھر اور سلامتی کا مسکن ہے۔

"۲۵۔ہم اُس کنیا کو اُس جگہ سے آزاد کرتے ہیں (اُسکے باپ کے گھر سے) مگر نہ دوسری جگہ سے (شوہر کے گھر سے) ہم اُسکو اُس دوسرے مسکن سے اچھی طرح متعلق کرتے ہیں۔ ہے اندر! وہ خوش نصیب ہو اور لایق بیٹوں کی ماں بنے۔

"۲۶۔اِس موقع پر پوشن بذریعہ اپنے ہاتھ کے تمکو اشارہ کرے۔ وہ دونوں اسون تمکو ایک رتھ کی طرف ایما کریں۔ اپنے شوہر کے گھر جاؤ اور اپنے گھر کی مالک بنو جز وکل کی مالک بنو اور اپنے اختیار سے اُس گھر میں سب پر حکم چلاؤ۔

"۲۷۔تیرے لڑکے بالے پیدا ہوں اور یہاں تجکو برکتیں نصیب ہوں اپنے گھر کے فرائض ہوشیاری سے انجام دے۔ اپنے شوہر کے بدن کے ساتھ اپنے بدن کو وصل کر اپنے گھر میں اپنے اختیار کی مشق بڑھاپے تک کر۔

"۴۰۔اول سوما تجکو قبول کرتا ہے پھر گندھرپ تجکو منظور کرتے ہیں۔ اگنی تیری تیسری مالک ہے فرزند آدم تیرا چوتھا خواہشمند ہے۔

"۴۱۔سوم نے یہ لڑکی گندھرپ کو دی گندھرپ نے اُسکو اگنی کے حوالہ کیا اگنی نے اُسکو مع دولت واولاد کے مجکو بخشا۔

"۴۲۔ او دولہ اور دلہن! تم آپس میں یہاں میل جول سے رہو اور جدا نہ ہو اقسام وانواع کی غذاؤں سے سیر ہو اپنے ہی گھر میں رہو بسو اور اپنے بیٹے بیٹیوں کے ساتھ ہنسی خوشی عمر بسر کرو۔

"۴۳۔(دولہ اور دلہن کہتے ہیں) پرجاپتی ہمکو اولاد عطا کرے۔ آریمن ہمکو بڑھاپے تک ایک جان دو قالب رکھے (دلہن کیجانب خطاب کرکے) او دلہن! اپنے شوہر کے گھر میں اشتیاق بھری علامتوں کے ساتھ داخل ہو۔ ہمارے خادموں اور خادماؤں کے

ساتھ بھلائی اور ہمارے مویشیوں کے ساتھ رعایت کر۔

"۴۴۔ تیری آنکھیں غصہ سے ٹھنڈی رہیں اپنے شوہر کی خوشی کو پیش نگاہ رکھ ہماری مویشیوں کے ساتھ سلوک کر تیری طبیعت شاد و شگفتہ رہے اور تیری خوبصورتی میں چمک دمک پیدا ہو۔ بہادر بیٹوں کی ماں اور دیوتاؤں سے عقیدتمند ہو۔ ہمارے خدام اور پرستاروں کو فائدہ پہنچا اور ہماری مویشی کی غور و پرداخت کر۔

"۴۵۔ ہے اندر! اس عورت کو تقدیر والی کر لائق بیٹوں کی ماں بنا اجازت دے کہ اسکے دس بیٹے پیدا ہوں تاکہ (خاندان میں) مع شوہر کے گیارہ مرد ہو جائیں۔

"۴۶۔ (دلہن کیطرف خطاب) تیری حکومت اور تیرا اختیار ساس سسر پر ہے اور دیور نند پر تو مثل ایک رانی کے حکمرانی کرے۔

"۴۷۔ (دولہ اور دلہن کہتے ہیں) تمام دیوتا ہمارے دلوں کو ایک رکھیں۔ ماترِ شون اور دھاتری اور گویائی کی دیوی ہمکو آپس میں ایک رکھیں۔ (۱۰×۸۵)

ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارا انتخاب کسیقدر مطول ہو گیا ہے مگر ہم توقع کرتے ہیں کہ ہمارے ناظرین اس سے منغص نہ ہونگے۔ یہ انتخاب اُس رسم کی مخصوص کیفیت کو فوراً ذہن میں تبادر کریگا جو ایسے موقع پر ادا کیجاتی تھی۔ اور اُس حالت کو دکھائیگا جس سے نئی بیاہی دلہن سسرال میں اور اپنے شوہر کے دل پر متصرف ہوتی ہے۔

ویدکے زمانہ میں کثیر الازدواجی راجاؤں اور امیروں میں رائج تھی جسطرح وہ پرانے زمانہ میں کل ملکوں اور تمام قوموں کے نزدیک جوازاً ایک معمولی بات سمجھی جاتی تھی چونکہ خانگی نااتفاقیاں ایسی مثالوں کی قدرتی سبب ہوا کرتی ہیں اسیواسطے رگ وید کے آخری حصہ میں ہم اس قسم کے منتر بھی معائنہ کرتے ہیں جنمیں بیویاں اپنی سوتوں کو

کوسا کاٹا کرتی تھیں (۱۰×۱۴۵، ۱۰×۱۵۹) مگر معلوم ہوتا ہے کہ یہ بلا وید کے زمانہ کے آخری عہد میں نازل ہوئی تھی کیونکہ ابتدائی دور میں اسکی نسبت شاذ ونادر ہی اشارات پائے جاتے ہیں۔

ہم کو ایسے منتروں کی طرف اشارہ کرنے کی بہت ہی کم حاجت نظر آتی ہے جنکا تعلق حمل وپیدائش سے ہے (۱۰×۱۸۳، ۱۰×۱۸۴، ۱۰×۱۶۲، ۵×۷۸-۷تا ۹) یہ منتر بھی وید کے آخری عہد سے علاقہ رکھتے ہیں جب کہ ضعیف الاعتقادی اور پیشوا قوم کا اثر عوام کے قلوب پر مستولی ہوتا جاتا تھا اور روز بروز اُس کیفیت کا تاثر بڑھتا اور پھیلتا جاتا تھا مگر ہمکو چاہئے کہ ہم دو ایک اُن عجیب رچاؤں کا تذکرہ اسموقع پر کریں جو قانونِ وراثت کا گویا اصول قرار دی گئی ہیں اور اسیواسطے اُن کا بیان کرنا ایک نرالی اور مفید بات معلوم ہوتی ہے ہم ذیل میں اُن کا ترجمہ درج کرتے ہیں۔

"۱۔ وہ باپ جو بیٹا نہیں رکھتا اپنے داماد کو صلبی بیٹوں کی طرح عزت عطا کرتا ہے اور چلا جاتا ہے (یعنی اپنی جائداد چھوڑ جاتا ہے) اپنی بیٹی کے بیٹے کے پاس (لاولد) باپ دختری اولاد پر بھروسہ کرتا ہے اور فارغ البال ہوکر زندگی بسر کرتا ہے۔

"۲۔ بیٹا اپنے باپ کی جائداد کا کوئی جزو بہن کو نہیں دیتا وہ ایک شوہر کی جورو ہونے کی غرض سے اسکو سپرد کر دیتا ہے۔ اگر باپ اور ماں کے بیٹا بیٹی دونوں پیدا ہوں تو اُن میں سے ایک (یعنی بیٹا) اپنے آپ کو باپ کے کاموں اور فرائض میں مشغول رکھتا ہے جبکہ دوسری (دختر) شادی کی عزت حاصل کرتی ہے" (۳×۳۱)

ہندوؤں کے قانونِ وراثت کا یہ پہلا مسئلہ ہے جو دختر کو محروم رکھکر پسر کو باپ کی جائداد اور مذہبی فرائض کا وارث قرار دیتا ہے اور صرف اولادِ ذکور کی عدم موجودگی میں نواسہ

جائداد پہنچنے کو جائز رکھتا ہے۔ ہم خیال کرتے ہیں کہ تبنیت کے باب میں بھی ہندو قانون کے چند وہ اصول تحریر کریں جنکو ناظرین ذیل کی سطور میں ملاحظہ کرینگے۔

"جیسے کہ ایک شخص جو مقروض نہیں ہے بہت کچھ دولت حاصل کرتا ہے ایسے ہی ہم بھی وہ دولت حاصل کرینگے جو پائدار ہے (یعنی ایک پسر) ہے اگنی! ہمکو اجازت دے کہ ہم دوسرے کے بیٹے کو بیٹا بنائیں۔ جاہل کے طریقوں کی پیروی نکرو۔

"دوسرے کا پیدا کیا ہوا بیٹا ہمکو خوشی کا باعث ہوسکتا ہے مگر وہ اپنے خاص اور اصلی بیٹے کی مانند کبھی قبول نہیں کیا جاسکتا اور آخر کار حقیقتہً وہ اپنی ہی جگہ لوٹ جاتا ہے پس بہتر ہے کہ ایک فرزند نو پیدا ہو جو ہمارے کھانے پینے کی خبر لے اور ہمارے دشمنوں کو برباد کرے۔"

(۷-۴-۷ و ۸)

چونکہ ہمنے اس باب میں شادی و وراثت کا حال بیان کیا ہے اسلئے ضرور ہوا کہ ہم خانگی و معاشرتی دستور اور تجہیز و تکفین کا بھی کچھ ذکر کریں۔ جم رگ وید میں دوزخ کا دیوتا نہیں قرار دیا گیا ہے جیسا کہ بالعموم خیال کیا جاتا ہے بلکہ وہ راست کردار و نیک افعال انسان کی بہشت کا دیوتا ہے وہ وہ دیوتا ہے جو نیک لوگوں کو مرنے کے بعد ایک فرحت بخش مقام میں اُسکے اعمال کی جزا دیتا ہے مگر اُسکے دونوں کتے پرہیز یا دور رہنے کی چیز ٹھہرائے گئے ہیں اگرچہ ذیل کی مندرجہ رچائیں ایک منتر سے ماخوذ ہیں تاہم اس کہنے کی حاجت نہیں کہ وہ ابتدائی زمانہ کا منتر ہے بلکہ وید کے بالکل آخری دور کا منتر ہے جبکہ مذہبی رسوم چند در چند پھیل گئی تھیں۔

"۷۔ او متوفی! ایسے مقام کیجانب قدم بڑھا جہاں تیرے باپ دادا گئے ہیں اُسی راہ سے آگے کی طرف چل جس راہ کو اُنھوں نے طے کیا تھا۔ وہ دونوں راجہ جم اور ورونا اولاد دینے

خوش ہیں۔ جا اُن کو دیکھ۔

"۸۔ اُس فرحناک بہشت میں جا اور اگلے بزرگوں سے ملاقات کر جم اور اپنے نیک اعمال کے ثمرات سے متمتع ہو۔ گناہ کو پس پشت چھوڑ اور اپنے گھر میں داخل ہو۔

"۹۔ او تم روحو! اس مقام کو ترک کرو۔ یہاں سے رخصت ہو۔ نقل مکان کر جاؤ کیونکہ متوفے لوگوں کے واسطے بزرگوں نے ایک جگہ تیار کر رکھی ہے وہ جگہ دن سے روشن پانی سے لبریز اور چمک سے منور ہے یہی جگہ جم نے مردہ کے لئے قرار دی ہے۔

"۱۰۔ او متوفے! یہ دونوں کتے چار چار آنکھیں رکھتے ہیں اور اُن کا رنگ عجیب و غریب ہے ان سے جلد گزر جا پھر اُس خوش سواد راستہ سے آگے قدم بڑھا جس سے وہ دانشمند بزرگ روانہ ہوئے ہیں۔ جو اپنا وقت جم کی صحبت میں خوشی و خرمی سے صرف کرتے ہیں۔"

(۱۰×۱۴)

مندرجہ بالا فقرے اُس آنے والی خوشی کا یقین ہمارے ذہن نشین کرتے ہیں جیسا کہ وید کے آخری دور میں اُن سے ظاہر ہوتی تھی۔

بعض فقرے ایسے بھی ملتے ہیں جن سے مترشح ہوتا ہے کہ اُس زمانہ میں بجائے احراق موتی کے اُن کے زمین میں گاڑنے کا دستور بھی رائج تھا۔

"۱۰۔ او متوفے! اُس وسیع زمین میں جا جو مثل ماں کے ہے وہ فراخ و پاکیزہ ہے اُسکا مس ایسا نرم ہو جیسا اُون یا عورت کا اندام۔ تم قربانیاں ادا کر چکے ہو۔ اجازت دے اُسکو کہ تجکو ناراستی سے بچالے۔

"۱۱۔ او زمین! اُسپر بلند ہو۔ اُسکو آزار نہ دے۔ اُسکو اچھی اچھی چیزیں دے اُسکو تشفی بخش جسطرح ایک ماں اپنے بچہ کو کپڑے کے دامن سے ڈھانک لیتی ہے اسی طرح متوفے کو

ڈھانک لے۔

"۱۲۔ اجازت دے اُس ریت کو جو ایک پُشتہ کی مانند اُسپر اُٹھی ہوئی ہے کہ ہلکی پھلکی رہے۔ اجازت دے خاک کے ہزاروں ذروں کو تیرے اوپر سکون سے رہیں اُن کو ایک مکھن جیسے بھرے گھر کے پاس اپنے قریب رہنے کی اجازت دے پلنے لئے اُن کو ایک امن ترتیب دینے کی اجازت دے۔" (۱۰ × ۱۸)

احراقِ موتے کا عمل بھی وید کے عصر میں جاری تھا جیسا کہ ذیل کے انتخاب سے ظاہر ہوگا۔

"او آگ! اس مردہ کو خاکستر نہ کر۔ اُسکو ایذا نہ پہنچا۔ اُسکی جلد یا اُسکے جسم کے پرزہ پرزہ نہ کر۔ او آگ! اُسکو ہمارے بزرگوں کے مقر کو بھیج کہ اُسکا بدن حرارت سے جل بھن جائے روانہ کر۔" (۱۰۔ ۱۶۔ ۱)

اب فقط اٹھارھویں منتر کی ایک اور قابلِ بیان رچا کی طرف اشارہ کرنا باقی رہگیا ہے جس سے صاف صاف بیوں کے عقدِ ثانی کا ثبوت ملتا ہے۔

"عورت اُٹھ بیٹھ۔ تو اُس شخص کے قریب پڑی ہوئی ہے جس نے عدم کی راہ لی اپنے شوہر سے جدا ہو کر دنیائے گزران کی طرف آ۔ اور اُس شخص کی جورو بن جو تیرا ہاتھ پکڑے اور تیرے ساتھ عقد کرنے پر رضامند ہو۔" (۱۰ × ۱۸۔ ۸)

یہ ترجمہ تیتتیریہ آرن یکا سے ساینہ کے دئے ہوئے فقرہ کے موافق کیا گیا ہے اور اسکی صحت میں کوئی شبہ عاید نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ڈیدھی شو کا لفظ جو اس فقرہ میں آیا ہوا ہے وہ سنسکرت میں صرف ایک ہی معنی پر استعمال کیا گیا ہے یعنی عورت کا دوسرا شوہر۔ ہم نہایت خوشی کے ساتھ اُن اقوال کا یہاں اقتباس کرتے ہیں جنکی رو سے ڈاکٹر راجندر لال

منتر نے ایک حاشیہ میں جو قدیم ہندوستان کی رسم تجہیز وتکفین پر لکھا گیا ہے فیصلہ کیا ہے۔ وہو ہذا۔

"وید کے زمانہ میں بیوگان کا عقدِ ثانی ایک قومی دستور تھا جسکا بیان نوع بنوع ثبوتوں اور بحثوں کے ذریعہ سے دیا جاسکتا ہے قدیم زمانوں سے سنسکرت زبان کا یہ واقعی ماجرا دیکھی تو ایک آدمی جسنے ایک بیوہ سے شادی کی ہو پنر پوروا ایک عورت جسنے دوسرا شوہر اختیار کیا ہو پانربھوا ایک عورت کا دوسرے شوہر سے بیٹا جیسے الفاظ رکھتا چلا آتا ہے۔ اور یہی الفاظ ازدواجِ ثانی کے انعقاد کو کافی ہوسکتے ہیں"

یہ ایک غمناک وحسرت خیز امر ہوگا کہ جب انجام میں ہم ایک اور فقرہ کی جانب اشارہ کرینگے جو نیز اسی منتر سے علاقہ رکھتا ہے اور جسکو خود رگ وید نے کامل طور پر بے ضرر ٹھیرایا ہے مگر معلوم ہوتا ہے اخیر وقتوں میں ستی یا بیوہ کا اپنے شوہر کے ساتھ چتا پر جلنے کی وحشیانہ رسم اختیار کرنے سے غالباً تبدیلی ونافہمی واقع ہوئی تھی۔ یا یہ کہ تحریف وتغلیط کے سبب سے ایسا ہوا تھا۔ تمام انسانی آئین وقوانین کی رو سے اس نہایت ہی ظالمانہ رسم کی منظوری رگ وید میں کہیں نہیں پائی جاتی ہے۔ اسمیں ایک کامل درجہ کا بے ضرر فقرہ موجود ہے (۱۰×۱۸۔۷) جو تجہیز وتکفین کے موقع پر عورتوں کی ہمراہی پر دلالت کرتا ہے اُسکا ترجمہ اسطرح کیا جاسکتا ہے۔

"عورتیں بیوگی کے دکھ درد نہ بھگتیں۔ وہ جو خوبی وبھلائی رکھتی ہیں اور شوہروں کی خواہشمند ہیں اپنے گھروں میں کاجل لگا اور مکھن لیکر داخل ہوں ایسی عورتوں کو اجازت ہے کہ بغیر آنسو بہائے اور بے کسی رنج وغم کے قیمتی زیور پہنکر اصلی گھر کی طرف قدم بڑھائیں"

مذکورۂ بالا بیان میں کوئی لفظ ایسا نظر نہیں آتا جس سے بیوؤں کے آگ میں جلنے پر استدلال کیا جائے۔ مگر ایک لفظ اگرِ کا اگنِ سے بدل دیا گیا ہے اور پھر بچن (متن) کا غلط ترجمہ کیا گیا ہو

اور وہ بنگالہ میں بیوہ کے جلنے کا مکروہ رواج ثابت کرنے کی غرض سے جائز رکھا گیا ہے۔ پروفیسر میکس مولر اپنا خیال اس مضمون کی نسبت اسطرح ظاہر کرتے ہیں "جو کچھ ایک بے اعتیاط پیشوا فرقہ کی جانب سے ظہور میں آیا شاید یہ اسکی ایک روشن مثال ہے۔ یہاں ہزاروں جانیں قربان ہو گئیں اور ایک متعصبانہ بغاوت ایک فقرہ کے استثنا پر جسکا غلط ترجمہ اور جسکا بیجا استعمال کیا گیا تھا دھمکی دی جس سے جو نتیجہ پیدا ہوا وہ ہوا" فی الواقع یہ ایک بجا شکایت ہی بلکہ اسی امر کی سزاوار ہے مگر بات اور ہی کچھ ہے۔ قرینہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یا تو متن میں تغیر عارض ہوا یا عہد جدید میں ترجمہ غلط کیا گیا۔ یا چند صدیوں کے گزرنے سے ایسا امر واقع ہوا۔

باب ۶

ویدکا مذہب

ہم خیال کرتے ہیں کہ قدیم ہندوں کی مہذبانہ و معاشرتانہ زندگی کا بیان بغیر اسکے کہ اُن کے مذہبی خیالات کا کچھ ذکر نہ کیا جائے پورا اور مکمل نہیں ہو سکتا لہذا ہم اپنے ناظرین کی آگاہی کے لئے اس موقع پر کسیقدر ذکر مذہب کا بھی کر دینا مناسب سمجھتے ہیں۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ رگ وید کا مذہب اچھی طرح شہرت پا گیا ہے۔ فطرت پرستی اپنی نہایت ہی موثر و دلکش شکلوں میں بڑی اعلیٰ و اکمل شان سے نظر آتی ہے۔ یہ آسمان جو ہمارے سروں پر ایک ہیبتناک جلال و جبروت سے جُھکا ہوا ہے۔ یہ موسم بہار کا عظیم الشان زرد زرد آفتاب جو ہمکو اور زمین کو تابانی و حرارت بخشتا ہے اور ہر قسم کی روئیدگی میں نمو کی قوت پیدا کرتا ہے۔ یہ فرحت خیز و روح پرور

ہوا جو کرۂ ارض کو اپنے احاطہ میں لئے ہوئے ہے۔ یہ شعلہ فشاں آگ جو ہمارے بطنوں میں عجیب کیفیت سے جلتی ہے اور ہمکو گرمی و روشنی دینے سے مسرور کرتی ہے۔ یہ تیز و تند آندھیاں جو اپنے طوفان خیز تلاطم انگیز اثر سے ہندوستان جیسے خطہ میں بڑے سے بڑے جری کو دہلا دیتی ہیں مگر باوجود اسکے اُن کالے کالے بادلوں کا مقدمہ سمجھی جاتی ہیں جنسے برسات کی خوش آیند موسم میں تمام ملک لبریز و سرسبز ہوجاتا ہے۔ یہ نورانی صبح جو کسی حسین اور شرمیلی دلہن کی مانند ہمکو خوابِ غفلت سے چونکا کر دنیا کے کام کاج میں مشغول کردیتی ہے۔ اور اپنی خوش نمائی اور چمک دمک سے ہمکو شادماں بناتی ہے یہی وہ سب دیوتا تھے جنپر قدیم زمانہ کے ہندو محض شیدا ہی نہیں تھے بلکہ اُن کی پرستش دل سے کرتے تھے۔ اکثر جب کوئی رشی کسی دیوتا کی عبادت یا دعا میں مصروف ہوتا اور عبودیت کے ذوق و شوق میں حمد و ثنا کے گیت گاتا تو اُسوقت محویت کے عالم میں اسدرجہ بیخودی اُسپر طاری ہوتی کہ بالکل اُسکو اسکی خبر نہیں رہتی تھی کہ ماسوا اسکے اور بھی کوئی دیوتا ہے۔ اُسکی حمد و ثنا کا گیت اسقدر عظمت و خلوص اور عقیدتمندی سے مملو ہوتا تھا کہ گویا فی الحقیقت یہی خدائے واحد اور آفرینندۂ عالم کی صفت اور اُسکی بندگی ہے یہی سبب ہے کہ بعض علما کو ویدکے مذہب کی نسبت قبل اسکے کہ بجائے وحدت پرستی کے کوئی اور نام تجویز کریں تامل لاحق ہوا ہے۔ حقیقت میں رشی اپنی ابتدائی قدرت پرستی کی سطح سے خود بخود بہت زیادہ صعود کرتے اور اسکا بھی اظہار کرتے کہ اگرچہ دیوتا مختلف التعداد ہیں مگر وہ سب کے سب ایک ہی علت العلل کے مظاہرِ متنوعہ اور ایک ہی سببِ اول کے انوارِ متکاثرہ ہیں۔ اسیطرح رفتہ رفتہ جب ہم رگ وید کے خاتمہ پر پہنچتے ہیں تو کثرت سی خدائے واحد کی حمد و ثنا کے گیت پاتے ہیں۔ اب یہاں پہنچکر قدرت پرستی و خدا پرستی کے بیچ میں جو حدِ فاصل حائل ہے ساقط ہوجاتی ہے اور رگ وید کے بڑے بڑے رشی قدرت کو

قدرت کے خدا تک جا پہنچتے ہیں۔

رگ وید کی خوشنمائی و دلفریبی کا یہی وہ نشان ہے جسکا مقابلہ دوسری قوموں کی مذہبی کتابوں کے ساتھ کیا گیا ہی۔ ہم رگ وید میں مذہب کا کوئی ایسا طریقہ نہیں پاتے خواہ وہ اچھے سے اچھا ہی کیوں نہ ہو جسکو مقید کہا جاسکے یا خیال و تہذیب کا کوئی مرحلہ ایسا ہم نہیں دیکھتے جسپر محدود ہونے کا اطلاق کر سکیں۔ بلکہ برخلاف اسکے ہم دلچسپی سے مشاہدہ کرتے ہیں کہ کیونکر انسان کی ضمیر ایک ایسی سہل راہ کے سفر پر آمادہ ہوتی ہے جو اُسکے وہم و گمان میں بھی کبھی نہیں گزری تھی۔ اُس کا سفر قریب قریب ایک لڑکے کا سا سفر ہوتا ہے مگر یہ سفر صبح کے برآمد ہونے والے آفتاب کی طلب صادق یا مہربان آسمان کی منزل سے شروع ہوکر اُس ارفع و اعلےٰ تصور تک جاکر منتہی ہوتا ہے جہاں یہ آفتاب نہ معبود ہے نہ یہ آسمان خالق متخیل ہوسکتا ہے بہرکیف محقق ہوا کہ وہ خالق برترین سب سے نرالا اور بیچون و بیچگوں ہے اور یہ تمام مخلوقات اُسی کی پیدا کی ہوئی اور اُسی کی شان گوناگوں کا ظہور و پرتو ہے۔ ہم کسی زبان کی کوئی ایسی کتاب نہیں دیکھتے جو ایک فلسفی خیال محقق کو ایسا نفع پہنچاتی ہو جس سے انسان کی ضمیر نے اس طریقہ سے ترقی کی ہو یا جس نے ایسی حالت کو ظاہر کیا ہو کہ کیونکر انسان کی ضمیر قدم بقدم چلکر ایک بلند مرتبہ تک متصاعد ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ مخلوق کے ادنےٰ خیال سے عروج کرتے کرتے خلاق عالم کے اعلےٰ تصور تک رسائی حاصل کرتی ہے۔

اس میں شبہ نہیں کہ آسمان فطرۃً پرستش کا اعلےٰ مقصد خیال کیا گیا تھا اور چونکہ آسمان مختلف اور نوع بنوع اشکال اختیار کرتا رہتا ہے اسیواسطے نام بھی اُسکے متعدد قرار دئے گئے تھے یہی وجہ تھی کہ اس تبدل صوری نے جُدے جُدے دیوتاؤں کا تصور مرکوز فی الذہن کردیا تھا غالباً سب سے پُرانا دیوتا دیو ہے (جسکے لفظی معنی درخشاں ہیں) یہ گویا یونانیوں کے زی اُس

رومیوں کے جوپیٹر سیکسن کے ٹیوا ور جرمن کے زیو سے مشابہ ہے۔ عموماً یہ نام اکثر آریہ نسلوں میں اُس معبود کا پتہ بتاتا ہے جسکو ان اقوام کے اسلاف اپنے اول مسکن وسطِ ایشیا میں پوجتے تھے۔

اگرچہ زی اُس اور جوپیٹر نے یونان وروم کے دیوتاؤں میں اپنے اقتدار کا سکہ بٹھالیا تھا مگر دیو نے ہندوستان میں آکر اپنے پہلے درجہ کو ہاتھ سے کھودیا اور آخر کار آسمان نے اپنی مخصوص خدمت کے باعث اُسکی جگہ غصب کرلی۔ کیونکہ ہندوستان میں دریاؤں کی طغیانی، زمین کی شادابی اور فصلوں کی فراوانی نہ اس آسمان پر موقوف ہے جو ہمارے سروں پر سایہ کیئے ہوئے ہے بلکہ وہ موقوف ہے اُس آسمان پر جو پانی برساتا ہے اِسی لئے اندر جس سے مراد پانی برسانے والا آسمان ہے وید کے دیوتاؤں میں اول درجہ کا دیوتا قرار پا گیا۔

ایک اور قدیم نام آسمان کا ورونا ہے جو یونانیوں کے یورینس سے ملتا جلتا ہے۔ یہ لفظ ڈھانک لینے کے مفہوم کو ظاہر کرتا ہے شاید یہ ورونا بغیر روشنی یعنی شب کا آسمان سمجھا جاتا تھا اسلئے کہ ہم ایک دوسرا نام دن کے آسمان یعنی متر کا بھی پاتے ہیں۔ یہ ژند وستا کا گویا متھر تھا۔ سنسکرت زبان کے شارحین فطرۃً ورونا کو شب کا اور متر کو دن کا آسمان ظاہر کرتے ہیں اور قدیم ایرانی متھر کے نام سے آفتاب کی پرستش کرتے تھے۔ گو صاف طور پر ورونا سے آسمان مراد نہیں لیا گیا تھا تاہم اُسکے مفہوم میں ایک ایسی اقلیم داخل تھی جہاں جاویدانی سرور و انبساط حاصل ہوتا رہتا ہے اب خواہ اسکو بہشت فرض کیجیے یا سورگ سمجھ لیجے

اِن حالات سے معلوم ہوا کہ یہ تصور جسکا ذکر ابھی ہوا اور ورونا کا نام دونوں ایک آسمانی دیوتا کی مثل آریہ قوموں کے اکابر کو اس سے پہلے کہ وہ جدا جدا ہوں اور یونان، فارس اور

ہندوستان کی جانب رُخ کریں دریافت ہو چکے تھے۔ فی الواقع جرمنی کے فاضل ڈاکٹر راتھ اور اور بہت سے نامور لوگوں کی یہ رائے بہت درست ہے کہ قبل اسکے کہ ہندو آریہ اور اہلِ ایران ایک دوسرے کو الوداع کہیں ورونا علی العموم اُن کے بزرگوں کے دیوتاؤں میں نہایت ہی بلند پایہ اور پاک دیوتا خیال کیا جاتا تھا اور اُن کے مذہب کی روحانی حالت کو دکھاتا تھا۔ اس تفرق و علیحدگی کے بعد جو ان دو فریقوں کے درمیان واقع ہوئی تھی اس راستی و صداقت کے دیوتا کا جیساکہ بیان کیا گیا ہے ایرانی زبان میں اہورامزد جسکے معنی معبود برتر کے ہیں ترجمہ کیا گیا تھا۔ اگرچہ ورونا نے ہندوستان میں اپنا منصبِ عالی جو اُسکو دیوتاؤں میں حاصل تھا نوجوان وزور آور پانی برسانے والے اندر کی بھینٹ چڑھا دیا تھا۔ اسپر بھی وہ اُس پاکیزگی و پارسائی سے بالکل معرا نہیں سمجھا جاتا تھا جس کی وجہ سے وہ اول ہی اول قیاس و تصور کے دائرہ میں در آیا تھا۔ پس رگ وید میں جسقدر غایت درجہ کی مخلصانہ منتر ورونا کی شان میں وارد ہوئے ہیں اُسقدر اندر کی شان میں وارد نہیں ہوئے بہرحال ان رایوں کی جو کچھ بھی قدر و وقعت ہو اُس سے تو بحث نہیں مگر اصل حقیقت یہ ہے کہ ورونا کی فایق تر پاکیزگی رگ وید کی رو سے مسترد نہیں ہو سکتی۔ ہم اُن رچاؤں میں سے جو ورونا کے باب میں آئی ہوئی ہیں چند رچائیں اس امر کی تصریح کے لئے یہاں درج کرتے ہیں تاکہ دونوں کی حقیقت ظاہر ہو جائے۔

"۱۔ ہے ورونا! وہ طائر جو اُڑتے پھرتے ہیں تیری قوت کو نہیں پہنچتے اور تیری توانائی و زور مندی سے لگا نہیں کھاتے۔ وہ پانی جو ہر وقت جاری رہتا ہے تجھسے آگے نہیں بڑھ سکتا اور وہ متحرک ہوا جو برابر چلتی ہوئی محسوس ہوتی ہے تیری سرعت سے کبھی سبقت نہیں لے جاتی۔

"۷۔ وہ لاثانی طاقت کا راجہ ورونا جو اسماء میں قایم ہے اور روشنی کی شعاعوں کو بلندی پر روکے ہوئے ہے وہ شعاعیں نیچے کی طرف اُترتی ہیں بلکہ اوپر سے نفوذ کرتی ہیں وہ ہماری ہستی کو قایم رکھیں۔

"۸۔ مہاراجہ ورونا نے آفتاب کی گردش کے لئے راہ کو کشادہ و فراخ کر دیا ہے اُس نے آفتاب کی راہ نامسلوک فاصلہ کے طے کرنیکو بنائی ہے۔ بہتر ہو کہ وہ ہمارے دشمنوں کو خوب زِچ کرے جو ہمارے دلوں کو چھیدتے ہیں۔

"۹۔ سیکڑوں اور ہزاروں دوائیں تجھسے علاقہ رکھتی ہیں۔ تیرا کرم نامتناہی اور تیرا احسان نامحدود ہے۔ ہمکو ناخداترسی کے کاموں سے بچا اُن گناہوں سے ہمکو رہا کر جنکا ارتکاب ہم سے ہو چکا ہے۔

"۱۰۔ بلندی پر چمکنے والے ستارے جو دور دور واقع ہیں اور رات ہوتے نظر آتے ہیں وہ دن کو کہاں غایب ہو جاتے ہیں؟ فی الواقع ورونا کے کام ممتنع النظر ہیں۔ چاند اُسی کے پرتو سے تابندگی کے ساتھ روشن ہے" (۱×۲۴)

"۳۔ ہے ورونا! میں گناہوں کی نسبت ایک متردد دل سے تیری جناب میں درخواست کرتا ہوں۔ میں پنڈتوں اور سجنوں کی خدمت میں دریافت کرنیکے لئے حاضر ہوا تھا تو اُنھوں نے مجھ سے کہا کہ ورونا تجھسے ناخوش ہے۔

"۴۔ ہے ورونا! مینے ایسا کیا گناہ کیا ہے کہ تو اپنے سیوک اپنے پرستندہ اور اپنے محب کے تباہ کرنے کی خواہش رکھتا ہے؟ اور تو بے حد قوت والے اُس سبب کو مجھپر ظاہر کرتا کہ میں فوراً تیرے قدموں پر جھک جاؤں اور تیرے حضور میں حاضر ہوں۔

"۵۔ ہے ورونا! ہمارے پرکھوں کے گناہوں سے ہمکو نجات دے۔ ہماری ذات سے

جوگناہ سرزد ہوئے ہیں اُن سے ہمکو رستگار کر۔ او شاندار ورونا! بششٹھ کو اُس بچھڑے کی مانند رہائی دے جسکو اُسکے پالہنگ سے رہا کرتے ہیں اور اُس چور کی مثل بہی کر جو مسروقہ جانور پہ مہانداری کرتا ہے۔

"۶۔ ہے ورونا! یہ گناہ ہماری مرضی سے سرزد نہیں ہوا سہو یا شراب غصہ یا قماربازی یا ایسی ہی کسی غفلت نے اُسکو پیدا کیا ہے اسیطرح ایک بڑا بھائی اپنے چھوٹے بھائی کو آوارگی کی جانب مائل کیا کرتا ہے گناہ تو ہمارے خوابوں میں پیدا کیا گیا ہے اور ہماری گھٹی میں پڑا ہوا ہے۔

"۷۔ گناہ سے چھٹکارہ پاکر میں ایک سیوک اور خدمت گزار کی طرح وفاداری کے ساتھ اُس ورونا کی جو ہماری مرادوں کو پوری کرتا اور ہماری آرزوؤں کو برلاتا اور ہماری نگہداشت کرتا ہے بندگی کرونگا۔ ہم نادان و جاہل ہیں کاش وہ آریہ دیوتا ہمکو علم و وقوف عطا کرے وہ عاقل و دانا دیوتا ہماری دعا قبول کرے اور ہمکو دولت و حشمت بخشے" (۸۶×۷)

"۱۔ اے مہاراج ورونا! میں اس مٹی کے بنے ہوئے گھر میں کبھی نہ جاؤں۔ او توبڑی قوت والے! رحم کر رحم کر۔

"۲۔ او سلاح پوش ورونا! میں مثل ایک بادل کے جسکو ہوا نے پراگندہ کر دیا ہو کانپتا ہوا آتا ہوں۔ او توبڑی قوت والے! رحم کر رحم کر۔

"۳۔ او غنی و پاک ورونا! میں ضعف و ناتوانی کی وجہ سے شامت اعمال میں مبتلا ہو گیا ہوں او توبڑی قوت والے! رحم کر رحم کر۔

"۴۔ آپ کے عبادت گزار پانی میں رہکر بھی پیاسے کے پیاسے ہی رہتے ہیں۔ او توبڑی قوت والے! رحم کر رحم کر۔

"۵۔ ہے ورونا! ہم توفانی ہیں خواہ ہم سے دیوتاؤں کے برخلاف کسی طریق سے گناہ عمل میں آیا ہو خواہ کسی خیال کے باعث تیرے کام میں غفلت ہوئی ہو۔ اوا ہمکو ان گناہوں کے عوض تباہ نہ کر" (۷×۸۹)

یہ اور اسی طرح کی اور رچائیں بتاتی ہیں کہ ورونا ہندوستان میں پاکیزگی کے خیال سے کبھی سرا نہیں رہا جو باعتبار اپنی حقیقت کے متخیلہ میں مرتسم ہونیکے بعد حیز بیان میں لایا گیا ہے مگر باوجود اسکے بھی نوجوان راجہ اندر نے جو ہندوستان کا ایک مخصوص دیوتا ہے اور جس سے دوسری آریہ اقوام ناآشنا ہیں مثل دیو کے ورونا کو خدمت سے معزول کردیا۔

اندر کے بڑے مشہور افسانوں میں سے ایک افسانہ جسکی آریہ دنیا میں غالباً سب سے زیادہ شہرت ہے پانی برسانے کے متعلق ہے۔ وہ کالے کالے بادل اور گھنگھور گھٹائیں جنکو انسان شوق و تعجب کی نگاہوں سے دیکھا کرتا ہے مگر خشک سالی کے موسم میں اُن کے دیکھنے سے مایوس ہوجاتا ہے ورترا کے قدیم نام سے پکاری جاتی ہیں۔

ورترا پانی کا موکل خیال کیا جاتا ہے اور اسکو زمین پر برسنے سے باز رکھتا ہے جب وہ پانی برسانے کی اجازت نہیں دیتا تو ناچار آسمان یا بارش کا دیوتا اُس عفریت کو اپنے رعد کے کوڑہ سے مارتا ہے پھر وہ بندا ورُکا ہوا پانی موسلا دھار برسنا شروع ہوتا ہے دریا فی الفور چڑھ جاتے ہیں اور انسان اور دیوتا قدرت کے چہرہ کو شگفتہ دیکھکر بشاش نظر آتے ہیں اکثر رگ وید کے منتر ایسے ہیں جنمیں اس لڑائی کا مذکور ہے۔ اسکے بعد آندھی اور طوفان کے دیوتا مروت اس چپقلش میں اندر دیوتا کی مدد کرتے ہیں اُسوقت زمین و آسمان شور و غل سے ہلنے لگتے ہیں ورترا دیر تک اس معرکہ میں قدم جمائے رہتا ہے آخر ہزیمت اُٹھا کر فنا ہوجاتا ہے۔ اب امساک باراں کا زمانہ ختم ہوتا ہے اور مینھ برسنے لگتا ہے۔

ہم یہ ظاہر کر چکے ہیں کہ اندر خاص ہندوستان ہی کے دیوتا کا نام ہے اور دوسری قومیں
اُس سے مطلق ناواقف ہیں۔ مگر مذکورہ بالا افسانہ اور ورترا کا نام مختلف پیرایوں اور متعدد آریہ اقوام
میں دیکھے جاتے ہیں۔ ورترا گھن یا ورترا کا قاتل ژند وستا میں ورترا گھن کے نام سے پوجا جاتا تھا۔ ہم
اسی کتاب میں نیز اہی کی بلا کا ایک تذکرہ بھی پاتے ہیں جسکا دوسرا نام وید میں ورترا ہے تھریتینا نامی ایک اہی کا قاتل
ہے بلکہ فرانس کے ایک جلیل القدر عالم برنوف کی تیز طبعی نے بھی اسکو قبول کیا ہے کہ یہ وہی
تھریتینا ہے جو فردوسی کے شاہنامہ کا فریدون ہے جسکا ترجمہ علم الارباب سے ہزاروں سال
کے بعد تاریخ میں کیا گیا ہے ا ہم خیال کرتے ہیں کہ شاید یہ بات زمانۂ حال کے ناظرین کو اس
سے زیادہ حالات جاننے کے لئے ضرور پریشان کریگی اور بہت کچھ خلش میں ڈالے رکھیگی
مگر ہم ان کی خلش دور کئے دیتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ علما ویدا ور ژند وستا کے اُس اہی کا
یونانی دیومالا میں پردار سانپ اِکس اور اِکیڈنا کے واقعات میں پتہ لگا چکے ہیں اور اسی اہی کا
ماجرا یونانی اِکیڈنا کے پسر اور تھروس کتے کے ذکر میں دریافت کر چکے ہیں وہ ہمارے پرانے
دوست ورترا پانی برسانے والے بادل سے آشنا تھے۔ مختصر یہ کہ ہرکیولز اور تھروس کا قاتل
گویا ژند وستا کے تھریتینا اور ہندوستان کے اندر کا جواب ہے!

ممکن تھا کہ ہم ایسے قصوں کو ذرا آسانی کے ساتھ وضاحت سے بیان کرتے مگر ہمارے
حدود ہمکو تجاوز کرنے کی اجازت نہیں دیتے اسواسطے ہم صرف ایک قصہ یہاں تفصیل سے
لکھتے ہیں۔ ہم اُس قصہ کا ذکر کرنا چاہتے ہیں جسمیں شب کی تاریکی کے بعد اندر کے سبب سے
روشنی کے نمودار ہونیکا بیان ہے اس روشنی کی شعاعیں اُن مویشیوں سے تشبیہ دی
گئی ہیں جنکو تاریکی کی قوتیں چرالے گئی ہیں اور جنکو اندر (آسمان) فضول تلاش کرتا ہے
دوسرا یعنی صبح صادق کو اُن کے تعاقب میں روانہ کرتا ہے اور سرما اُس بِلو یا قلعہ کو

ڈھونڈ نکالتی ہے جہاں پنیس یا تاریکی کی طاقتیں مویشی کو چھپا دیتی ہیں پنیس سرما کے بہلانے کی کوشش کرتے ہیں مگر بے فائدہ۔ سرما واپس جاتی ہے اور اندر مع فوج کے اس قلعہ کی طرف کوچ بول دیتا ہے آخر مویشیوں کو لے لیتا ہے تاریکی کافور ہو جاتی ہے اور دن نکل آتا ہے! یہ وید کا ایک مشہور قصہ ہے اور اسکی بابت متواتر بیان آئے ہوئے ہیں جن میں اندر کا مذکور ہے۔

پروفیسر میکس مولر نے اعتراف کیا ہے کہ ٹرائے کے محاصرہ کا قصہ سلیس ویدکی اس حیرت خیز حکایت کا گویا جواب ہے۔ اور کنایہ ہے "مشرق کی ان آفتابی طاقتوں کے روزانہ محاصرہ کا جو ہر شام کو مغرب میں دن کے خزانوں کو لوٹ لیتی ہیں" پروفیسر موصوف کے خیال کے موافق الیم۔ بیلو ہے جو رگ وید کا قلعہ یا غار سمجھا جاتا ہے۔ پارس گویا وید کا پنس ہے جو اغوا کرنی میں کوتاہی نہیں کرتے اور ہلینا وید کی سراہی جو ویدمیں اغوا و ترغیب کی روک تھام کرتی ہے مگر فرق اتنا ہے کہ ان کی صورتیں یونانی دیومالا میں بدل دی گئی ہیں۔

ٹرائے کے اصلی محاصرہ کے تاریخی ثبوت کی نسبت ضرور نہیں کہ اس خیال کی تکذیب ہی کیجائے کیونکہ قدیم تاریخ میں کوئی بات اس سے زیادہ عام نہیں ہے کہ تاریخی واقعات کے ساتھ خیالی موہوم اور اتفاقی حادثات ملا دئے جائیں۔ کوروپنچالہ لڑائی کا پہلتن ارجن ایک مصنوعی کہانی کا پہلتن ہے ورنہ حقیقتہً یہ نام پانی کے دیوتا اندر کا نام ہے اور یہ امر بھی ناممکن نہیں ہے کہ اس شاعر نے جسنے ٹرائے کے محاصرہ کا ایک تاریخی راگ الاپا جسکے ساتھ ایک آفتابی افسانہ مع اسکے ناموں اور واقعات کے ملا دیا ہو۔ اب ہم رگ وید سے ایک مختصر ترجمہ ان دونوں افسانوں کے متعلق اسمقام پر تحریر کرتے ہیں۔

"۱۔ ہم ان دلیرانہ کاموں کا گیت گاتے ہیں جو گرجنے والے اندر سے ظہور میں آئے تھے

اُس نے اہی (بادل) کو خاک میں ملا دیا اور پانی برسانے کا باعث ہوا۔ اور اُسنے ندیوں کے لئے لہریں لینے کو پہاڑوں کی راہیں کھول دیں۔

"۲۔ اندر نے پہاڑوں پر آرام کرنے والے اہی کو تحت الثریٰ میں گرا دیا۔ توشتری اُسکو واسطے دور تک خبر لینے والے بجر (صاعقہ) کو متعین کر چکا پانی دھار بنکر سمندر کی طرف رواں ہوا جسطرح گائیں شوق میں اپنے بچھڑوں کی طرف بھاگتی ہیں۔

"۳۔ مست و پرجوش سانڈ کی مانند اندر نے سوما کا عرق لاجرعہ نوش کر لیا اُس نے تین قربانیوں کے نذر کردہ سوما کے نشی عرق کو ایک ہی گھونٹ میں غٹ غٹ پی لیا پھر اُسنے بجر سنبھالا اور اُس سے اہیوں کے سب سے بڑے اہی کو مار ڈالا۔

"۴۔ جب آپ نے اہیوں کے سب سے بڑے اہی کو قتل کیا تو آپ نے اُن مکاروں کی ساری تدبیریں ملیامیٹ کر دیں۔ آپ نے آفتاب کو درخشاں صبح کو نورانی اور آسمان کو نیلگوں کر دیا اور مدعیوں میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑا۔

"۵۔ اندر نے اپنے مُہلک ہتھیار سے اسود اللون ورترا کو برباد کر دیا اور اُسکے اعضا کاٹ کاٹ کر پھینک دئے۔ اب وہی اہی تنہ درخت کی مانند جسکو کلہاڑی بیخ و بن سے کاٹ ڈالتی ہے سطح زمین پر چپ چاپ پڑا ہے۔

"۶۔ وہ مغرور ورترا گمان کرتا تھا کہ کوئی اُسکا ہمسر نہیں ہے اور اُس تباہ کنندہ او فتحمند دیوتا سے طالب جنگ ہوا۔ مگر ہلاکت سے نہ بچا اور اندر کا دشمن دریاؤں کو متلاطم کرتا ہوا زمین پر گر پڑا۔

"۷۔ جا بجا پانی خوشی کے مارے اُس گرے ہوئے جسم پر جسطرح دریا کے اُفتادہ کناروں سے بہتا ہے اُچھل رہا ہے۔ ورترا جب زندہ تھا تو اپنے زور و بل کے بوتہ پر پانی کو برسنے سے

روکتا تھا اب وہی اہی اوندھے منھ پانی کے نیچے بے حس و حرکت پڑا ہوا ہے۔

"۱۰۔ وہ مخذول و مقہور جسم پانی کے نیچے بے نام و نشاں اور دائمی تکلیف و درد میں چھپا ہوا پڑا ہے اور پانی ہے کہ اوپر سے بہہ رہا ہے۔ اندر کا عدو ایک لمبی غفلت کی نیند میں خاک پر پڑا ہے"۔

مذکورۃ الصدر منتر اُن منتروں میں کا ایک منتر ہے جنکا تعلق ورترا کے افسانہ سے ہے اب ہم ایک اور منتر کی طرف توجہ دلاتے ہیں جسکو سرما کی داستان سے علاقہ ہے۔

"۱۔ پنیس کہتے ہیں — ہے سرما! تو یہاں کیوں آئی ہے؟ یہ ایک دور دراز راستہ ہے وہ جو پیچھے کیطرف دیکھتا ہے اس رستہ سے نہیں آسکتا۔ ہمارے پاس کیا رکھا ہے جسکے لئے تو آئی ہے؟ تو نے کسقدر لمبا سفر کیا؟ تو نے کسطرح رسا کو عبور کیا؟۔

"۲۔ سرما جواب دیتی ہے — میں اندر کی بھیجی ہوئی آئی ہوں۔ ہے پنیس! میرے آنے کا یہ مقصد ہے کہ میں اُن کثیر التعداد مویشیوں کا پتہ چلاؤں جنکو تم نے چھپا رکھا ہے پانی نے میری مدد کی وہ میرے عبور کرنے سے خوف زدہ ہوا اور اسطرح میں نے رسا کو عبور کیا۔

"۳۔ پنیس — وہ کون اندر ہے جسکی تو بھیجی ہوئی ہے اور ایک لمبی راہ طے کر کے آئی ہے؟ وہ کسطرح (ایک دوسرے سے) ملتا ہے؟ اُسکو آنے دے۔ ہم اُسکو اپنا خاص دوست بنائیں گے۔ اُسکو ہماری گایوں کا مالک بننے دے۔

"۴۔ سرما — میں کسی کو ایسا نہیں دیکھتی جو اندر کو جسکی میں فرستادہ ہوں اور دور دراز راہ طے کر کے آئی ہوں مغلوب کر سکے۔ وہ وہ ہے جو ہر کہ و مہ کو فتح کر لیتا ہے عمیق سے عمیق دریا بھی اُسکی راہ نہیں روک سکتے۔ ہے پنس! تم یقیناً اندر کے ہاتھ سے مارے جاؤ گے اور نیچا دیکھو گے۔

"۵ پنس ـــ اوخوشرو سرما! تو آسمان کے انتہائی فاصلہ سے آئی ہے۔ ہم تجکو جیسی کہ تیری خواہش ہے بغیر لڑے بھڑے یہ گائیں دیدیں گے۔ وہ کون ہے جو بغیر لڑائی جھگڑا کئے مویشی دیدیا کرتا ہے؟ ہم اپنے پاس بہت سے تیز ہتھیار رکھتے ہیں۔

"پنس ـــ او خوبصورت سرما! تو یہاں اسلئے آئی ہے کہ تجکو اُس دیوتا نے ڈراکر بھیجا ہے۔ ہم تجکو مثل ایک بہن کے سمجھینگے۔

"۱۰۔ سرما۔ میں بھائی بہن کے الفاظ سے تمھارا مدعا نہیں سمجھی۔ اندرا اور انگیراس کے طاقتور بیٹے ہی کچھ خوب سمجھتے ہیں۔ اُنھوں نے مجکو مویشیوں کی دیکھ بھال کو جب تک وہ پیدا نہ ہوں بھیجا ہے میں اُنکے سایۂ حمایت اور ظلِ حفاظت میں یہاں آئی ہوں۔ او پنس! اب یہاں سے دور بھاگ جاؤ۔" (۱۰ × ۱۰۸)

اِن چند انتخابات سے جو ہمنے درج کئے ہویدا ہوا ہوگا کہ مذکورہ بالا منتر اندر کے زور و قوت کو کسقدر منکشف کرتا ہے اور وہ منتر جو ورونا کی نسبت آئے ہوئے ہیں خدا ترسی و حق کوشی کی کیفیت کا کہاں تک نشان بتاتے ہیں گویا ان دونوں دیوتاؤں کے حالات سے مستنبط ہوتا ہے کہ اندر ایک نوجوان، تیز مزاج، جاہ پسند اور جھلّی طبیعت کا دیوتا ہے۔ برعکس اسکے ورونا کہن سال، متین، انکسار پسند اور بردبار طبیعت کا دیوتا ہے۔ درحقیقت وید کے دیوتاؤں میں اندر نہایت ہی زور آور و قوی دیوتا ہے وہ سوما کے نشی عرق کا شایق ہے معرکہ آرائی سے خوش رہتا ہے۔ اپنے رفقا مروتوں کی رہنمائی کرتا ہے۔ امساک باراں کے مقابل ہوکر لڑنے پر تیار۔ آریہ کو سیاہ فام باشندگانِ ملک کے خلاف ہدایت کرنے والا خود اُن کے لئے اُنکے مضبوط دست راست سے اُن سیر حاصل اراضیوں کے جو سراسر پنجاب کے پانچوں دریاؤں کے درمیان واقع تھیں ٹکڑے ٹکڑے کرانے کو اُن کا مددگار۔ آسمان و زمین نے یہ حمایت

اُس کی طینت میں گویا ودیعت رکھی تھی کہ وہ دشمنوں کے واسطے مثل ایک ضارب یا ایک ڈنڈ
کے کام دے (۳۔۴۹۔۱) ایک روز یہ شیرخوار بچہ اپنی ماں ادتی کے پاس کھانیکے لئے گیا اور
اُسکی چھاتی میں سوما کی شراب کو دیکھا پہلے اس سے کہ وہ اپنی ماں کی چھاتی سے سیراب ہو سوما
کو پی چکا تھا (۳۔۴۸۔۲ و ۳) یہ بڑا شہ زور اور لڑاکا اکثر قربانی کے موقع پر سوما کے نشئی عرق
کی ترنگ اور اپنے گھر کے لالچ میں جہاں ایک حسین و مہ جبیں بیوی اُس کی راہ تکا کرتی ہے
مضطر و پریشان رہا کرتا ہے (۳۔۵۳۔۴ تا ۶)

ہم رگ وید کے مخصوص و اصل الاصول دیوتاؤں دیو ورونا مترا اور اندر کی نسبت ایک
لمبی چوڑی کتھا بکھان چکے مگر معلوم رہے کہ یہ کل دیوتا تیز روشنی کے دیوتاؤں کی مانند جیسا کہ
آسمان کی چمکیلی روشنی کے تمام دیوتاؤں کا خیال متخیلہ میں منعکس ہوتا ہے تصور کئے جاتے
ہیں۔ ایسا ہی ورونا کا خیال بھی بعض فقروں کے مضمون سے قیاس کیا جا سکتا ہے مگر
اب ہم بعض ایسے دیوتاؤں کا ذکر کرینگے جو زیادہ تحقیق کے ساتھ آفتابی شان رکھتے ہیں
چند اُنمیں کے عموماً ادتی والے یا ادتی کی اولاد سے موسوم ہوکر باہم مجتمع کر دئے گئے ہیں
اور یہ سلسلہ ہمکو اُس عجیب و غریب نام کی جانب لیجاتا ہے جو رگ وید کی دیو مالا میں واقع
ہوا ہے۔ لاثانی اندر جو اند سے مشتق ہے اور جسکے معنی مینہ برسنے کے ہیں۔ دیو جو متخرج ہے
دِو سے جسکے معنے تابندگی کے ہیں۔ ان کل ناموں کو ادتی کی اولاد کے ذیل میں سمجھنا چاہئے
مگر ادتی کا عجیب و غریب مفہوم ایک پیچ خیال میں پھنسا دیتا ہے۔ ادتی کا لفظ ایسی شے
کے مفہوم کو ظاہر کرتا ہے جو لا انتہا ہے، لاتحتے اور لازوال ہو۔ واقع میں جیسا کہ کہا گیا ہے یہ
نام انسان نے سب سے اول اُس بے پایاں و غیر متناہی شے کے اظہار کی غرض سے وضع
کیا تھا جو سحاب و سما دونوں سے متجاوز اور بالاتر ہے۔ جو ماجرا واقعیت کے ساتھ ایک ایسا

وجود کا از روئے قیاس کے اسطرح ذہن میں خیال پیدا کرتا ہو وہ ابتدائی ہندؤں کی زراعت و تصور کی نسبت ترقی و شایستگی کا اچھا خاصا ثبوت پیش کرتا ہے غور سے دیکھا جائے تو یہ لفظ دوسری قدیم آریہ قوموں میں اپنا نظیر نہیں رکھتا اور شاید ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسی وقت یہ لفظ ہندوستان میں پھیل گیا تھا جسوقت ہندو آریہ لوگوں کا تسلط اس ملک میں ہوا ہے۔ جرمنی کے ایک تبحر عالم ڈاکٹر راتھ کے قول کے مطابق اس سے مراد وہ لازوال غیر ممکن الانفساخ اور اصل الاصول مادہ ہے جسکو آسمانی ضیا تصور کرنا چاہئے۔

رگ وید میں ادتی کی اولاد یعنی اس سماوی روشنی کی اولاد کے متعلق کہ وہ کیا شے ہے بہت کچھ خلط بحث معلوم ہوتا ہے دوسرے منڈل کے منتر ۲۷ میں اریمن۔ بھگ۔ دکشا اور انوسا کے نام بھی ورونا اور مِتر کے سوا جنکا ذکر ہم اول کر آئے ہیں پائے جاتے ہیں۔ نویں منڈل کے منتر ۱۱۴ - اور دسویں منڈل کے منتر ۷۲ میں ادتی کی اولاد تعداد میں سات گنائی گئی ہیں مگر ان کے نام نہیں بتائے گئے۔ ہم قبل اسکے بیان کر چکے ہیں کہ اندر کو ادتی کا پتر کہا جاتا ہے۔ سوتری یعنی سورج کو بھی اکثر ادتی کی اولاد کی مثل تسلیم کیا ہے اسیطرح پوشن اور وشنو کو بھی قیاس کرنا چاہئے جو سورج کے مختلف الکیفیت نام ہیں۔ اب ہم ادتیاؤں سے قطع نظر کرتے ہیں اور ان چند ناموں کی جانب توجہ مبذول کرتے ہیں جنکی جہت سے سورج بوجہ اپنی صورِ مختلفہ کے پوجا جاتا ہے۔

سوریہ اور سوتری رگ وید میں عام طور پر سورج کے نام آئے ہوئے ہیں۔ مقدم الذکر یونانی ہے لی اوس۔ لاطینی سول۔ ٹیوٹن ٹر۔ اور ایرانی خرشید کا جواب ہی۔ شارحین سوتری اور سوریہ کے مابین یہ فرق بیان کرتے ہیں کہ سوتری سے طالع یا غیر طالع آفتاب کا مفہوم ظاہر ہوتا ہے اور سوریہ سے دن کے روشن آفتاب کا مطلب منکشف ہوتا ہے۔ ایک مقام پر سورج کی سنہری کرنیں

بازوؤں سے تشبیہہ دی گئی ہیں جتنے کہ ہندو دیومالا میں ایک کہانی بھی دیکھی جاتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ سوتری نے ایک قربانی کے وقت اپنا بازو تلف کر دیا تھا اور اسکی بجائے سنہرا بازو لگا دیا گیا تھا۔ علے ہذالقیاس ایسی ہی ایک کہانی کسی قدر بہ تبدیل صورت جرمن دیومالا میں بھی نظر آتی ہے جہاں سورج دیوتا ٹر نے اپنا ہاتھ شیر کے منھ میں دیدیا تھا اور اُس کو ضائع کر دیا تھا۔

اس موقع پر ہم اُن منتروں میں سے آفتاب یا سورج کی نسبت صرف اُسی منتر کا انتخاب پیش کرینگے جو رگ وید کے تمام منتروں میں سب سے زیادہ مشہور و معروف ہے جسکو گایتری یا متاخرین برہمنوں کے صبح کی سندھیا کا منتر کہتے ہیں۔ مگر یاد رکھنا چاہئے کہ رگ وید برہمنوں سے مطلق ناواقف ہے کیونکہ اُسوقت تک ذات کا پرچار ہی نہیں ہوا تھا اور اعلےٰ سے لے ادنیٰ منتر ابتدائی ہندوؤں کی قومی ملکیت خیال کئے جاتے تھے جنکی سکونت انڈس کے کناروں پر تھی ہم وہ اصلی منتر اور ڈاکٹر ولسن کا ترجمہ درج ذیل کرتے ہیں۔

"تت سوتیر ورینم بھرگو دیوسیہ دھی مہی دھیو یونہ پرچودیات"

"ہم اُس خدانما سوتری کی عکس افگن ضیا کا تصور کرتے ہیں جو ہماری پاکیزہ رسموں پر اثر ڈالتا ہے" (۳+۶۲-۱۰)

پوشن وہ سورج ہے جسکو گڈریے ہری بھری چراگاہوں میں اِدھر اُدھر چلنے پھرنے کے وقت دیکھا کرتے تھے۔ وہ گویا ایک رتھ میں بیٹھا ہوا ہے جسکو بکرے کھینچ رہے ہیں وہ اپنی دوران سفر میں آدمیوں اور مویشیوں کی چل پھر اور جلاوطنی کے وقت راہنمائی اور گلوں کی حفاظت کرتا ہے اسی واسطے یہ منتر پوشن کے متعلق اُس سادگی کو نمایاں کرتا ہے جو ایک سچی چوپانی کہی جاتی ہے۔ اس سے پہلے ایسے ہی منتروں میں سے چند انتخاب دیئے جا چکے ہیں۔

اخیر زمانہ میں ہندو مذہب میں وشنو دیوتا نے ایک اعلےٰ معبود کی مانند ایسی عام قبولیت حاصل کی ہے کہ اگر اُن کو وید کی رو سے محض ایک سورج دیوتا کے طور پر ماننے کو کہا جائے تو اسمیں شبہ نہیں کہ حال کے کٹر ہندوؤں میں ایک قدرتی ناپسندیدگی محسوس ہوگی۔ مگر رگ وید میں وہ ایسے ہی بتائے گئے ہیں اور وید کے دیوتاؤں کی منڈلی میں وہ بالکل ادنے درجہ کے معبود قرار دئے گئے ہیں یہاں تک کہ اندر، ورونا سوتری یا اگنی سے بھی انکا استھان نیچے مقرر ہوا ہے۔ ستپا تھا براہمنہ کے ایام تک یہ بات کہ مہاراج وشنو نے معمولی درجہ کے دیوتاؤں میں کوئی بلندی حاصل کی ہو پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی بلکہ پرانوں کے عہد تک بھی یہ اقتدار اُن کو میسر نہیں ہوا تھا مگر سنسکرت میں مدت دراز کے بعد وشنو جی اعلےٰ معبود فرض کر لئے گئے اور وید میں اس عنوان سے بیان ہوا ہے کہ وشنو نے تین قدم میں تمام پرتھوی کو جیت لیا تھا۔ اس سے یہ استعارہ ہے کہ پہلے آفتاب طلوع ہوا پھر سمت الراس پر آیا اور پھر غروب ہو گیا پرانوں میں اس استعارہ نے ایک انوکھی شان پیدا کی ہے۔

یہ امر ظاہر ہے کہ کل قدیم اقوام میں آگ ایک پرستش کی شے مانی گئی تھی اور ہندوستان میں قربانی کی آگ نے ایک نہایت ہی دلسوزی کے ساتھ موثر درجہ پایا تھا۔ چونکہ کوئی قربانی بغیر آگ کے ادا نہیں ہو سکتی اسلئے اگنی یا آگ دیوتاؤں کی داعی پکاری جاتی ہے وہ یوشتھا یا "نہایت ہی کمسن" کے نام سے دیوتاؤں میں موسوم تھی۔ کیونکہ وہ قربانی کے ہر موقع پر از سر نو ارنی یا قربانی کی لکڑی کی رگڑ سے جلائی جاتی تھی۔ اسیواسطے پرنتھا یعنی رگڑ سے پیدا کی ہوئی اسکا نام قرار پایا۔

رگ وید کے دیوتاؤں میں آگ نے ایسا بڑا وقار بہم پہنچایا تھا کہ جب قدیم شارح

یاسکہ نے اس امر کی کوشش کی کہ ویدکے دیوتاؤں کی تعداد گھٹا کر تین تک مقرر کی جائے
تو شارح مذکور نے آگ یا اگنی کا نام زمین کے دیوتاؤں اور اندر یا وایو کا فضا کے دیوتاؤں
اور سورج کا آسمان کے دیوتاؤں میں شمار کیا۔

لیکن رگ وید میں اگنی فقط دنیاوی ہی آگ نہیں مانی گئی ہے بلکہ وہ برق و آفتاب
کی آگ بھی تسلیم کی گئی ہے اور اس کا مقر نادیدہ بہشت ہے۔ بھر یگو منیوں نے اس کو
عالم علوی میں نمایاں کیا۔ ماتر سون نے اسکو عالم سفلی میں ظاہر کیا اور اتھرون اور انگیراس
اول قربانی کرنے والوں نے اسکو اس دنیا میں آدمیوں کی حفاظت کا منصب دیا۔

وایو یا ہوا نے وید کے شعرا کی سبھا سے البتہ کم درجہ کا اقتدار پایا ہے اور یہی وجہ
ہے کہ اس دیوتا کے متعلق معدودے چند منتر وارد ہوئے ہیں بلکہ بہ نسبت اسکے مروت
یا برق کے دیوتا جیسا کہ ہم اس سے پہلے ذکر کر آئے ہیں زیادہ تر خلوت وجلوت میں
پوجے جاتے تھے۔ غالباً اسکا باعث یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان سے خطرہ کا احتمال اکثر رہا
کرتا ہے اور وہ کشیدہ خاطر بادلوں کے خلاف حصول باراں کے زمانہ میں اندر کے شریک
وسہیم خیال کئے جاتے ہیں جس وقت وہ اپنے رتھ کو جسمیں ہرن جتے ہوئے ہیں چلاتے
ہیں اسوقت زمین تہ و بالا ہونے لگتی ہے اور انسان ان کے ہتھیاروں کی چمک سے
ششدر رہ جاتے ہیں یا ان کے زیوروں کی تابندگی کو دیکھکر جیسے بجلی کہتے ہیں متحیر
ہو جاتے ہیں مگر اسمیں بھی شک نہیں کہ وہ سب پر یکساں طور سے مہربان وشفیق ہیں
اور اپنی ماں پرسنی (بادل) کے تھن سے بکثرت دھاروں میں انسان کی بہبودی کے
لئے دودھ حاصل کرتے ہیں۔ رودر ایک تند خو درشت مزاج دیوتا مروتوں کے باپ
ہیں یہ ایسے بلند آواز و شدید الصوت ہیں جیسا کہ ان کے نام سے مترشح ہوتا ہے

اور یہ آگ کی ایک شبیہہ ہیں جسطرح یاسکہ اور سائنہ شرح کرنے والوں نے توضیح کی ہے
بیشک اسمیں کلام نہیں ہوسکتا کہ ڈاکٹر راتھ کی تحقیق کے مطابق جو انھوں نے اپنے نتیجہ
بیان میں ظاہر کی ہے اس بلند آواز آگ یعنی برق وباراں کے ان پیرومرشد کے اصلی
معنی رعد اور گرج کے مستنبط ہوتے ہیں اگرچہ رودر خوفناک ومہیب سہی مگر وہ بداندیش
وبدخواہ دیوتا نہیں وہ کریم النفس ونیک خواہ ہر طرح کے معالجات وتدابیر سے ماہر ہیں
وشنو کی مانند رودر بھی رگ وید میں دوسرے درجہ کے دیوتا شمار ہوتے ہیں اور صرف
چند منتر اُن کی نسبت آئے ہوئے ہیں۔ لیکن واضح رہے کہ وشنو دیوتا کی طرح رودر
دیوتا نے بھی اخیر زمانہ میں بزرگی کا رتبہ حاصل کیا ہے اور پران کے مذہب کے موافق وہ
ہندو تثلیث کے ایک اقنوم تسلیم کئے گئے ہیں یعنی وہ بھی خدا کے ایک جزو لاینفک مانے
جاتے ہیں بعض اپنشدوں میں ہم کالی کرالی وغیرہ کے نام بھی لکھے ہوئے دیکھتے ہیں۔
یہ شعلہ کے مختلف الاقسام ناموں کے طور پر استعمال ہوئے ہیں علاوہ ان کے سپید یجس
سن ہتیا میں رودر دیوتا کی بہن امبکا کا ذکر بھی ملتا ہے لیکن جب رودر نے پرانوں میں
یکتائی کی نہایت ممتاز شان اختیار کی تو یہ تمام نام اُن کی اہلیہ کے متعدد ناموں کی حیثیت
سے تعبیر کئے گئے! ہم اتنا اور اضافہ کرتے ہیں کہ ان دیویوں میں سے کسی کا نام یہاں
تک کہ پُران کے وشنو کی اہلیہ لاکشمی کا نام بھی اسقدر نہیں لیا گیا ہے جسقدر کہ رگ وید
میں یہ نام لیا گیا ہے۔

نیز ایک اور دیوتا ہیں جنھوں نے پرانوں میں اپنی ماہیت تبدیل کر دی ہے (یہ زیادہ
تر برائی کے لئے مشہور ہیں) اِن کا نام جم ہے اور یہ متوفے لوگوں کے دیوتا ہیں جو پرانوں
میں سورج کے پتر پکارے گئے ہیں اور اسکے چند وجوہ ہیں (جنکو پروفیسر میکس مولر نے

اپنی معمولی فصاحت سے بیان کیا ہے) بہرحال رگ وید میں جم کا وہ اصلی تصور اُس سورج کا سا ہے جو منازل طے کررہا ہے اور پھر غروب اور آنکھوں کے روبرو سے اوجھل ہوجاتا ہے جسطرح ٹھیک انسان کی حیات کا خاتمہ ہوجاتا ہے اسی بنا پر ایک سادہ مزاج نسل کے تخیل نے اُس آنے والی دنیا کی نسبت فوراً آسانی کے ساتھ ایک مافوق الطاقة مدد کے ذریعہ سے ترعیب پائی جہاں وہ دنیا سے کنارہ کش دیوتا اس عالم کی گئی ہوئی روحوں پر سرداری کرتا ہے۔

رگ وید کے مضمون کی رو سے جم اور اُسکی بہن جمی کا دیوسوت یعنی آسمان باپ ہے اور سرنیو یعنی صبح صادق ماں ہے۔

ہمکو کوئی بتائے کہ آسمان اور صبح کی اولاد اور کون ہوسکتی ہے ؟ مگر یہی سورج اور دن۔اس رائے سے مخالفت کرنا کہ جم اور جمی دن اور رات ہیں جیساکہ پروفیسر میکس مولر نے بیان کیا ہے ذرا دشوار ہے۔رگ وید میں ایک دقیق فقرہ اور آیا ہوا ہے جسمیں جم دیوتا کی عاشق مزاج بہن اپنے بھائی سے مثل شوہر کے ہمکنار ہونے کی تمنا رکھتی تھی مگر بھائی نے اس ہمکناری کو ناجائز اور برا سمجھکر احتراز کیا (۱۰ × ۱۰) اس خیال کی تہ تک پہنچنا کچھ مشکل نہیں۔ظاہر ہے کہ دن اور رات اگرچہ دواماً ایک دوسرے کا پیچھا کرتے رہتے ہیں لیکن دونوں میں کبھی اتصال واقع نہیں ہوتا۔

لیکن جم کا ابتدائی یا اصلی تصور جو کچھ ہوسکتا ہو وہ ہو تاہم اسمیں شبہ نہیں کہ خود رگ وید نے اُسکو ایسا ہی مانا ہے اور وہ اُن لوگوں کا راجہ سمجھا گیا ہے جو اس جہان سے سفر کرکے دوسری دنیا کو چلے گئے ہیں۔ان کی وہ صفت جسکو وید کے ایک دور دراز عہد میں دکھایا ہے پرانوں کی صفت سے گو دانشت کرتی ہے مگر یہ مقابلہ

یہیں ختم ہوجاتا ہے۔ رگ وید میں وہ اُس مسرت ناک عالم کا نیک خصال راجہ ہے جہاں پاکباز وخوش صفات لوگ رہتے ہیں اور زندگی کے بعد طرح طرح کے حظوظ وسرور سے لطف اُٹھاتے ہیں وہ عمدہ وپاکیزہ لباس پہنے اور اُس عالی منزلت مقام میں جو موتی کی مانند مجلی ہے جم کے پہلو میں جیسے بیٹھے رہا کرتے ہیں وہ اُس پُررونق اور ہمیشہ آباد رہنے والی اقلیم میں نہایت ہی آرام وآسایش اور عیش وعشرت کے ساتھ حظِ وافر اُٹھاتے ہیں۔ اور عالمِ سفلی میں پتری یا باپ کے نام سے پوجے جاتے ہیں۔ اب غور فرمائے کہ یہ حالت اُس حالت سے کسقدر متناقض واقع ہوئی ہے جو پرانوں میں جم مہاراج کی ایک قہار وجبار سزادہندہ کی مانند جسطرح کوئی مجسٹریٹ کرسی پر بیٹھا کسی جرم میں تجویز کر رہا ہو۔ دکھائی گئی ہے۔

اُس آنیوالی فرحناکی کو جس سے انسان مرنے کے بعد دوچار ہوگا ذیل کے انتخاب میں گویا مجسم کرکے نمایاں کیا ہے۔ ہم آنے والی دنیا کی نسبت یہاں صرف انھیں اشارات کا ذکر کرتے ہیں جو مقدس وید کے ابتدائی حصوں میں مختصر وکمتر طور پر آئے ہوئے ہیں اور جنمیں حیاتِ مستقبلہ کا کوئی ذکر محض اُس ایک ذکر کے نہیں آیا ہے جسکا اقتباس مستثنیٰ بالا ایسے منتروں کے ذیل میں کیا جاتا ہے جسکا ذکر سب سے اخیر میں آیا ہے۔

"۱۔ نذر اور بھینٹ کے ساتھ ویوسوت کے پتر جم کی پوجا کرو۔ تمام نفس اُسکے پاس جاتے ہیں وہ خوشی کی بھری اقلیم میں انسان کے نیک افعال قبول کرتا ہے وہ اکثر لوگوں کے واسطے راہ کو صاف کرتا ہے۔

"۲۔ جم نے ہمارے لئے اول راستہ ظاہر کیا وہ راستہ پھر نہیں ہٹے گا۔ تمام زندہ مخلوقات اپنے اپنے افعال واعمال کے مطابق اُس راستہ کو طے کریں گی جس سے

ہمارے بوڑھے بڑے گئے ہیں"۔ (۱۰×۱۴)

ہم نیز سوما کے باب میں ایک فقرہ کا اقتباس او ر پیش کرتے ہیں جو آنے والی دنیا کی نسبت ایک کامل اشارہ پر مشتمل ہے۔ سوما جسکی ماہیت کافی طور پر متحقق ہوچکی ہے شراب کی سی کیفیت رکھتا ہے اور ایک پودہ کا عرق ہے۔ اُسکا استعمال قربانی کے وقت کیا جاتا تھا اور اُسکو آگ پر چھڑکتے تھے اسی وجہ سے سوما نے ایک معبود کی مانند منصب پایا ہے چنانچہ نویں منڈل کے کل منتر اُسی کے نام پر ہیں۔

"۷۔ او بہنے والے سوما! مجکو اُس غیر فانی ولازوال مسکن کی جانب لیجا جہاں ہمیشہ روشنی رہتی ہے اور جو بہشت میں واقع ہے۔ رواں ہو سوما! اندر کے لئے رواں ہو۔

"۸۔ مجکو وہاں لیجا جہاں کا راجہ جم ہے۔ وہاں جہاں بہشت کے دروازے ہیں اور جہاں دریائے ذخار بہتے ہیں مجکو وہاں لیجا اور مجکو غیر فانی بنا۔ رواں ہو سوما! اندر کے لئے رواں ہو۔

"۹۔ مجکو وہاں لیجا جہاں تیسری بہشت ہے۔ وہاں لیجا جہاں عالم بالا پر روشنی کی تیسری اقلیم ہے اور جہاں ایک شخص اپنی مرضی سے اِدھر اُدھر چل پھر سکتا ہے۔ مجکو وہاں لیجا او ر مجکو غیر فانی بنا۔ رواں ہو سوما! اندر کے لئے رواں ہو۔

"۱۰۔ مجکو وہاں لیجا جہاں ہر خواہش آسودگی حاصل کرتی ہے۔ جہاں پردھانا کا استھان ہے وہاں جہاں غذا ہے اور قناعت ہے۔ مجکو وہاں لیجا اور مجکو غیر فانی بنا۔ رواں ہو سوما! اندر کے لئے رواں ہو۔

"۱۱۔ مجکو وہاں لیجا جہاں غایت درجہ کی بہجت و راحت ہے۔ جہاں متردد دل کی ہر آرزو بر آتی ہے۔ مجکو وہاں لیجا اور مجکو غیر فانی بنا۔ رواں ہو سوما! اندر کے لئے رواں ہو"۔

(۹ × ۱۱۳)

ہم ویوسوت یعنی آسمان کے توام بیٹا بیٹی جم اور جمی کا اوپر بیان کر چکے جو سرنیو یعنی صبح سے پیدا ہوئے تھے۔ اب یہاں یہ بات بھی قابلِ اظہار ہے کہ انھیں ماں باپ سے اور بھی توام اولاد وجود میں آئی تھی اور وہ دونوں اسون ہیں۔ البتہ ان سے کسی قدر یہ شبہ واقع ہوتا ہے کہ آیا وہ اپنے قدیم مفہوم کے اعتبار پر مثل جم اور جمی کے دن اور رات تھے یا صبح و شام۔

اسونوں کا اصلی تصور جیسا کچھ کہ ہو سکتا ہے ہو۔ مگر رگ وید کی رو سے وہ بیماروں کے شفا دینے والے اور مجروحوں کے معالج معلوم ہوتے ہیں۔ اور لوگوں پر بیشتر عنایت و توجہ مبذول کرتے ہیں۔ ان دونوں اسونوں کے شفقت و مہربانی کے کاموں کی طول طویل فہرستیں متعدد منتروں میں دی گئی ہیں اور ان کی چارہ سازیوں کا بکرّات و مرات اعادہ کیا گیا ہے یہ اپنے تین پہیوں کے رتھ میں سوار ہر روز گشت لگایا کرتے ہیں اور آدمیوں کو مصیبت کے وقت مدد دیتے رہتے ہیں۔

برہسپتی یا برہنسپتی منتروں کا خداوند اور رب النوع تسلیم کیا گیا ہے۔ رگ وید میں برہن کے معنی سکتا کے ہیں بایں وجہ اس دیوتا کا تصور زیادہ تر اسی طرح مرآۃ خیال میں منعکس ہوتا ہے جس طرح اگنی اور سوما کا۔ غرضکہ شعلہ اور قربانی کی آگ میں جیسی طاقت قرار دی گئی ہے ایسی ہی دعا و مناجات میں بھی قرار دی گئی ہے اور دعا کی اس طاقت کو ویدکے دیوتا برہسپتی کی صورت میں مجسم دکھایا گیا ہے۔

وہ رگ وید میں دوسرے درجہ کا دیوتا سمجھا جاتا ہے مگر اپنے ساتھ ایک بڑا مستقبل زمانہ رکھتا ہے کیونکہ صدہا سال کی مدت میں اپنشدوں کے غور و فکر کرنے والوں نے ایک ہستی

مطلق کا خیال کیا اور اُسکو وید کا تجویز کیا ہوا نام برہما دیا۔ جب بدھ مذہب نے عالم میں قبولیت کا درجہ پایا تو اس مذہب کے لوگوں نے خود بخود برہما کو خوش خصال و بردبار دیکھکر اپنے زمرہ دیوتوں میں براجمان کیا اور جب پران کے ہندو مذہب نے بدھ مذہب کو کارسازی کر کے یہاں سے نکالدیا تو اُسوقت پُران پر غور کرنے والوں نے برہما کو جہان کے خالق برتر کا خطاب دیا الغرض اسطرح جب ہم نہایت بعید زمانہ کے مرقومات پر نظر ڈالتے ہیں اور اُن میں پُرانوں کے پُر شوکت دیومالا کی سادہ بناؤں کا کھوج لگاتے ہیں جو ہزاروں برس تک رایوں اور خیالات پر حکومت کرتی چلی آئی ہیں اور جن سے ہمارے ملک کے کروڑوں مرد و زن ہدایت پایا کئے ہیں تو اُسوقت ہم حقیقت نفس الامری سے مطلع ہوتے ہیں یہی وہ شکل ہے جو مشابہ ہے ہمارے ہندوستان کے اُن دریاؤں میں سے کسی ایک بڑے لنبے چوڑے دریا کی رفتار کے جو اپنے دہانہ سے ٹھیک اپنے منبع تک برابر پھیلتا چلا گیا ہو جہاں وہ ایک تنگ مگر شفاف چشمہ کی مانند غیر متناہی پہاڑوں سے نکلتا ہے۔ یہی حال بعینہ اُن خیالات کا ہے کہ وہ بمرور زمانہ اُسی طرح وقوف حاصل کرتے ہیں جسطرح کہ دریا وسیع و فراخ ہوتی جاتے ہیں اور اپنی رہگزر میں تازہ اور نئے نئے ذخائر حاصل کرتے جاتے ہیں یہاں تک کہ کلیتہً وہ اپنی ابتدائی و اصلی صفت گم کر دیتے ہیں اگرچہ وہی اصلی نام ان کا ابھی تک باقی رہتا ہے۔ ہم برہما بشن اور رودر کی صفت کو جو مقدس وید میں وعا آفتاب اور رعد سے تعبیر کی گئی ہے پُران کی اُس صفت سے جسکو خالق برتر محافظ اور محو کنندہ کے پیرایہ میں ظاہر کیا ہے اسقدر زیادہ نہیں تمیز کر سکتے جسقدر کہ ہم گنگا کے صاف و شیریں آب رواں کو تمیز کر سکتے ہیں جسکا نکاس ہردوار کے قریب سے ہوا ہے اور سمندر کی طرح وسیع و کشادہ ہوتی چلی گئی ہے جہاں وہ خلیج بنگالہ سے جا کر ملگئی ہے۔

یہ ہیں رگ وید کے وہ سربرآوردہ دیوتا جنکا ہمنے ابھی ذکر کیا۔ دیویوں میں سے صرف دو دیویاں ایسی ہیں جنہیں یکتائی کی صفت نظر آتی ہے اول اُشس یعنی صبح صادق اور دوسری سرستی جو اسی نام کے دریا کی دیوی ہے اور بعد ازاں بیان و گویائی کی دیوی قرار دی گئی ہے۔

اب یہ بیان کرتا ہے کہ رگ وید میں کوئی چیز صبح صادق کے تصور سے زیادہ دلکش و خوشنما نہیں معلوم ہوتی۔ سچ یہ ہے کہ وید میں اُن منتروں سے بڑھکر اور شاعرانہ منتر نظر نہیں آتے جو اُسکی جانب منسوب کئے گئے ہیں بلکہ کسی قدیم قوم کی ریختہ نظم میں کوئی شے ان سے زائد دلفریب نہیں ہے جیسے یہ ہیں ہم چند انتخاب یہاں پیش کرتے ہیں۔

"۲۰۔ ہماری تعریف کی مشتاق اور لازوال اُشس! وہ کون ہے جو تجکو فانی جانتا ہے؟ او توانا ذات! تو کس پر لطف و احسان مبذول نہیں کرتی؟

۲۱۔ وسیع الحد و کثیر اللون، شدید الضیا اُشس! ہم تیرا مقر نہیں جانتے کہ قریب ہے یا بعید۔

۲۲۔ آکاش کی پتری! ان نذروں کو قبول کر اور ہمیشہ ہماری عافیت قایم رکھ۔" (۱۔۳۰)

"۷۔ مبارک اُشس قبل طلوع آفتاب دور ہی سے اپنے رتھوں پر ساز لگاتی ہے! وہ اپنے رتھ میں بیٹھی ہوئی ہمپر نور برساتی اور روشنی پھیلاتی چلی آتی ہے۔" (۱۔۴۸)

"۷۔ وہ کس سفید پیراہن پہنے آسمان کی بیٹی تمام روئے زمین کے خزانہ کی مختار ہمارے اوپر جلوہ گر ہوتی ہے وہ تاریکی کو دور کرنے والی ہے! مبارک اُشس! آج ہمپر اس جگہ جلوہ گر ہو۔

"۸۔ اُن صبحوں کی راہ پر چلنے والی جو گزر گئیں۔ ایسی بیشمار صبحوں کے راستہ پر چلنے والی جو آنے کو ہیں وہ نور افشاں اُشس تاریکی کو مٹا دیتی ہے۔ تمام موجودات کو خواب غفلت سے بیدار کرتی ہے جو مردہ کی مانند پڑے ہوتے ہیں۔

"۱۰۔ کتنی طلائی نور کی بھری صبحیں طلوع ہو چکیں؟ اب کتنی طلائی نور کی بھری صبحیں طلوع کرینگی؟ یہ موجودہ صبح چھپا کرتی ہے انکا جو گزر گئیں۔ وہ آنے والی صبحیں چھپا کرینگی اس نورانی شمس کا۔

"۱۱۔ وہ فانی لوگ جو سابق ہیں شمس کو گزرا ہوا دیکھ چکے ہیں فنا ہو گئے اب ہم ہیں کہ اسکو دیکھ رہے ہیں اور اسیطرح وہ لوگ بھی جو ہمارے بعد آنے والے ہیں شمس کو دیکھیں گے"

(۱×۱۱۳)

"۴۔ اہنا اٹھلاتی ہوئی ہر گھر کی طرف بڑھتی جاتی ہے وہ ہمیشہ روشنی کو پھیلاتی ہوئی آتی ہے اور ہمکو برکت دیتی ہے اور ہماری نذریں قبول کرتی ہے۔

"۱۱۔ جس طرح ایک دلہن کو اسکی ماں بنا سنوار کر آراستہ کرتی ہے اسی طرح تو نظر میں جلوہ افگن ہوتی ہے۔ مبارک شمس اگیہ بنیٹہ والی سیاہی کو دور کرنے میں اور صبح نہیں بلکہ تو ہی اسکو تتر بتر کردیگی" (۱×۱۲۳)

یہ صبح صادق نئے نئے ناموں سے مشہور تھی اور ان میں کے اکثر نام اور وہ حکایات جو ان سے علاقہ رکھتی ہیں ہندو اپنے اصلی وطن سے ساتھ لائے تھے۔ اسلئے ہم ان ناموں کی لسانی مساوات کو بھی جابجا دیکھتے ہیں اور نیز ان حکایتوں کا بار بار ذکر یونانی دیومالا میں پاتے ہیں۔ یونانیوں کی شمس ایوس ہے۔ لاطینیوں کی اورورا۔ ارجنی (سفید ذات والی) یونانی ارجی نورس ہے۔ برسیہ بریسیز ہے۔ دہنا ڈیفنی ہے۔ سرما یونانی ہلینا کے ساتھ لسانی مساوات رکھتی ہے اور سرینیو جم اور اسونوں کی ماں یونانی ایری نس ہے اور اہنا مشہور دیوی اتھینا ہے۔

ہم ابھی سرینیو کے افسانہ کی طرف جو اپنے شوہر دیوسوت کے پاس سے بھاگ گئی تھی اور پھر توام اسونوں کو جنا تھا اشارہ کر چکے ہیں۔ ایسا ہی ایک افسانہ ہم یونانیوں کے یہاں

بھی مشاہدہ کرتے ہیں جنکا یقین تھا کہ ایری نس ٹویمیٹر میں بھی ایسی ہی بھاگ جانے کی عادت
تھی اور اُس نے بھی اسی طریقہ سے ایرین اور ڈیسپائن کو جنا تھا۔ دیکھ لیجے دونوں صورتوں
مین خیال وہی کا وہی ہے یہی صبح ہے کہ جسوقت دن برآمد ہوتا ہے تو وہ غایب ہو
جاتی ہے اسی خیال کو ایک اور یونانی داستان مین ذرا خوبصورتی سے ترقی دیکر ظاہر
کیا ہے جسکی حقیقت کا پتہ بھی ہم رگ وید میں لگا چکے ہیں۔ بہت سے فقروں (مثلاً ۱۔ ۱۱۵۔
۲) میں ایسے اشارات بھی ہم پاتے ہیں جنمیں آفتاب اسیطرح صبح کا پیچھا کرتا ہے جس
طرح کوئی شخص کسی عورت کا پیچھا کرتا ہے۔ ایسے ہی یونانی اپالو بھی یونانی ڈیفنی کا پیچھا کرتا ہے
یہاں تک کہ وہ کایا پلٹ ہوجاتی ہے یعنی صبح غایب ہوجاتی ہے!

سرستی جیساکہ اُسکے مفہوم سے واضح ہے اسی نام کے دریا کی دیبی ہے یہ دریا اسواسطے
پاک رکھا گیا ہے کہ مذہبی رسوم اُسکے کناروں پر ادا کی جاتی تھیں اور پوتر منتروں کا پاٹ کیا جاتا
تھا خیالات کی ایک فطری وضاحت کی وجہ سے وہ منتروں کی دیوی تصور کیگئی ہے۔ یا
بہ تبدیلِ الفاظ کلام کی دیوی مانی گئی ہے اور اسی صفت کی بنا پر وہ ابتک پوجی جاتی ہے۔
صرف یہی وید کی وہ دیوی ہے جسکی پرستش علے الاتصال ہندوستان میں زمانۂ حال تک
جاری ہے اور اُسکے ساتھ والیاں درگا کالی لکشمی اور اور اخیر وقتوں کی مخلوقات میں
شمار ہوتی ہیں۔

رگ وید کی یہی وہ پرستش تھی اور یہی وہ دیوتا اور دیویاں تھیں جنکو ہمارے اسلاف
اور بوڑھے بڑے چار ہزار برس ہوئے کہ انڈس کے کناروں پر پوجا کرتے تھے۔ قدرت
کے دیوتاؤں کا تصور اور وہ بے ریا اور جوانمردانہ سرگرمی جس سے وہ پوجے جاتے تھے
ایک جری و فاتح قوم کی قوت و بے لوثی کو ثابت کرتا اور ایک گروہ کی ترقی و اندیشہ مندی کو

جس نے ابھی چند روز گزرے کہ تہذیب میں معقول حدتک پیشقدمی کی تھی منکشف کرتا ہے
پھر وید کے دیوتاؤں کا واقعی تصور ایک برتر اور اعلےٰ درجہ کی اخلاقی حالت کو اُن لوگوں
میں جو ایسے معبودوں کا الیقین رکھتے تھے ظاہر کرتا ہے۔ ایم بارتھ نے درست کہا ہے
کہ وید کے دیوتا اس سے بھی زیادہ قریب ہیں کہ ہاتھ سے اُن کی طرف اشارہ کیا جائے
وہ مالک ومختار ہیں اور انسان سے فرض کا ایفا چاہتے ہیں اسکو لازم ہے کہ اُن کی
جانب سے صاف اور اُن سے باوفا رہے کیونکہ وہ فریب نہیں دیسکتے نہیں نہیں
وہ خوب جانتا ہے کہ وہ فریب نہیں دیتے اور اسلئے وہ اپنی محبت کی خواہش کا ایک
حق رکھتے ہیں اور ایک دوست کی مانند ایک بھائی کی مثل اور ایک باپ کی طرح اعتماد
کرتے ہیں۔ بھلا لوگوں کے خراب ہونے کی کسطرح اجازت دی جاسکتی ہے جبکہ دیوتا
نیک نفس ہیں بھلا بیداد کے ارتکاب کی کیونکر اجازت دیجاسکتی ہے درحالیکہ وہ منصف
مزاج ہیں اور بھلا فریبی بننے کی کیسے اجازت دیجاسکتی ہے حالانکہ وہ کبھی فریب نہیں
دیتے۔ فی الواقع منتروں کا یہ عجیب وغریب کرشمہ ہے کہ وہ ایک ایسے علم الہی کا اظہار
کرتے ہیں جسمیں کسی قسم کا عیب کسی طرح کی کھوٹ اور کسی نہج کی کسر نہیں اور نہ جسمیں کسی
نوع کے ادنےٰ سے ادنےٰ نقصان رساں اعمال پائے جاتے ہیں اسیواسطے
ہمکو قبول کرنا چاہئے کہ یہ منتر ایسے اخلاق کا ثبوت دیتے ہیں جو کامل درجہ کی عالی منزلتی
وبلند پایگی پر مبنی ہیں اور اسی لئے جہد کرنا چاہئے کہ ادتی اور اُسکی اولاد ادتیاؤں کے
سامنے بغیر احتمال کسی سرزنش کے وید کے مُنغنی دوسرے دیوتاؤں کا بجزان المضاعف
نذروں کے جنکو ایسے دیوتاؤں کے سامنے پیش کیا جاتا ہے دباؤ محسوس نکریں۔
رگ وید میں ایسے مندروں کا جنکی تعمیر فانی ہاتھوں سے ہوئی ہو کہیں ذکر نہیں ہے

اور نہ ایسی پرستشگاہوں کا کسی جگہ سراغ چلتا ہے جو خاص دیوتاؤں کے نام پر بنائی گئی ہوں بلکہ اُس زمانہ میں ہر گھر کا مالک اور ہر خاندان کا مربی خاص اپنے گھر میں قربانی کی آگ روشن رکھتا سوما کا نشئی عرق اُسپر چھڑکتا اور دیوتاؤں سے بذریعہ منتروں کے جو اُسوقت میں قوم کی عام ملکیت سمجھے جاتے تھے خاندان کی سرسبزی و خوش حالی فصلوں کی افراط اور مویشی جیسی دولت کی بڑھوتری کے لئے دعائیں مانگا کرتا۔ بیماری سے نجات پانے اور سیاہ فام لوگوں پر حصول فتح کے لئے منتیں مانا کرتا۔ اُس عہد میں پیشوایان دین کی کوئی جدا ذات یا اُن کا کوئی الگ تھوک نہیں تھا۔ اور نہ جنگل میں گوشہ نشینی اختیار کرنے کا کوئی دستور مروج تھا وہ ریاضات و مجاہدات سے اپنے آپ کو گھلا ڈالتے تھے کہ سوز و گداز پیدا ہو اور اُس سے مذہب پر غور و خوض کرنے کا موقع ملے اور جن منتروں کو وہ بناتے اُنھیں سے مترنم رہتے۔ مختصر یہ کہ پُرانے زمانہ کے رشی وہ اصلی اور سچے رشی تھے جیسا کہ ہم اُن کو رگ وید میں دیکھتے ہیں نہ اُن مصنوعی حکایتوں اور ساختہ قصوں کے رشی جنکو ہم پُرانوں میں پاتے ہیں وہ دنیا دار آدمی تھے زمین کی پیداوار اور مویشی سے بے فکر تھے معقول معقول جائدادیں رکھتے تھے اور بڑے بڑے گھرانوں سے گھرے رہا کرتے تھے وہ وہ لوگ تھے جو خطرہ کے وقت ہل کو نیزہ سے بدل لیا کرتے تھے اور کالے لوگوں کے خلاف تہذیب کے واسطے اُن برکتوں کی حمایت کرتے جنکو اُنھوں نے اپنے دیوتاؤں سے دعا مانگ کر حاصل کیا تھا اور جنکی وہ بڑی ہوشیاری و دیانت داری سے حفاظت کیا کرتے تھے۔

اگرچہ اس زمانہ میں ہر صاحب خانہ اپنا آپ پیشوا تھا مگر وہ خود ہی سپاہی بھی تھا اور خود ہی کاشتکار بھی تھا۔ تاہم اس امر کا ثبوت بھی ہم پاتے ہیں کہ راجہ اور امرا ایسے لوگوں

کے ذریعہ سے جو منتروں کی نغمہ سرائی میں اُستادِ کامل سمجھے جاتے تھے ایک بڑے اہتمام
اور بہت دھوم دھام کے ساتھ مذہبی رسوم بجا لاتے اور اوہر اسیم بھی یہی پارسا لوگ ادا کرتے
اور خاص طور پر ایسے ہی مقصد کی غرض سے مقرر کئے جاتے اور بیش قرار انعام پاتے لیکن
جب ہم رگ وید کے اخیر منتروں کے قریب پہنچتے ہیں تو ہم ایسے پیشواؤں کی ایک جماعت معائنہ
کرتے ہیں جنہوں نے مذہبی خدمات کو معاش کا ذریعہ قرار دیا تھا۔ یہ لوگ فقط حصول زر کو
جو راجاؤں اور امیروں کے یہاں سے بطور انعام کے ملتا غرت افزائی کا سبب خیال
کرتے ہم ایسے مخصوص خاندانوں کا ذکر بھی دیکھتے ہیں جو خاص مذہبی رسوم کے پورا کرنے میں
کامل العصر تھے اور منتروں کے لکھنے میں ید طولےٰ رکھتے تھے رگ وید کے اکثر منتر دس
منڈلوں میں منقسم ہیں اور اُن رشیوں کی جانب سے ترتیب دئے گئے ہیں جنہوں
نے اُن کو لکھا تھا۔ اول و آخر کے منڈل اُن منتروں پر شامل ہیں جنکو رشیوں کی ایک
بڑی تعداد نے تصنیف کیا تھا مگر باقی کے آٹھ منڈل خاص ایک رشی سے علاقہ رکھتے ہیں
یا اُن کا تعلق کسی خاص خاندان یا گروہ سے ہے اسطرح پر کہ دوسرا منڈل بھرگو کے خاندان
کا لکھا ہوا ہے یعنی گرت سمد اور اُسکی اولاد کا تیسرا منڈل بسوامتر کا چوتھا وامدیو کا پانچواں
اتری کا چھٹا بھاردواج کا ساتواں بششٹھ کا آٹھواں کنوا کا اور نواں انگیراس کا۔ یہ نام
موجودہ زمانہ کے ہندوؤں میں بوساطت اُن بیشمار افسانوں کے مانوس و مالوف نظر آتے
ہیں جو پرانوں کے زمانہ سے اُن کا احاطہ کئے ہوئے ہیں اور اسوقت تک حال کے ہندو
اپنی نسل کا پتہ لگانے کی نسبت ان قدیم و بزرگ خاندانوں سے محبت رکھتے ہیں۔

اب اس زمانہ کے حضرات اور دوسرے واجب القدر خاندانوں سے ہماری یہ بڑی تمنا
اور خواہش ہے کہ آریہ دنیا اسکی ذمہ دار ہے کہ وہ آریہ نسل کی تصانیف کی نہایت حفاظت

کرے۔ اُن کو یاد رکھنا چاہئیے کہ یہ منتر بغیر تاخیر و تعویق کے ایک صدی سے دوسری صدی تک متواتر و متوالی دست بدست چلے آرہے ہیں اور پیشوا خاندانوں کے نوعمر لوگ اپنی زندگی کا ابتدائی حصہ اُن کے پاکیزہ و شستہ مضامین از بریاد کرنے میں صرف کرتے رہتے ہیں جنکو وہ اپنے ابیض الراس اکابر کے لب و دہان سے ادا ہوتا ہوا سنتے تھے یہی سبب ہے کہ رگ وید کا ایک گراں بہا خزانہ محض حافظہ کی بدولت محفوظ چلا آیا ہے۔

جس طرح تہذیب کی ترقی کے ساتھ ساتھ مذہبی رسوم اُن پیشواؤں کیجانب سے جنھوں نے اپنے کاموں کو پیشہ ٹھیرالیا تھا اور جو روز بروز گویا اُن کے اجارہ میں آتے جاتے تھے تنوع نمایاں کرتی جاتی تھیں اُسیطرح پہلے زمانہ کا سادہ صاف مذہب تغیر و انحطاط قبول کرتا جاتا تھا۔ پیشوایانِ دین نہایت دلیری سے قدرت کے دقیق ترین اسرار کیساتھ دست و گریباں ہوتے رہتے تھے۔ وہ تحقیق عالم اور آنے والی دنیا کے متعلق غور و فکر کرتے اور جب تک قدرت کے دیوتاؤں کی پرستش جاری رہی وہ رفتہ رفتہ اعلےٰ معبود کے تصور تک پہنچا کئے۔ چنانچہ ہم وید کے آخری حصوں میں اس امر کا کافی ثبوت مشاہدہ کرتے ہیں اور ہم ابھی ابھی مستقبلہ دنیا کی نسبت بعض رچاؤں کا اقتباس کرچکے ہیں اب ہم یہاں پر آفرینشِ عالم اور اُس خالق اکبر کی بابت جسکے تصور تک رسائی ہوئی تھی کچھ اضافہ کرتے ہیں۔

"۱۔ اُس عقل کل مربی نے صاف صاف مشاہدہ کیا اور اچھی طرح سوچ سمجھکر آسمان و زمین کو اُن کی رقیق و سیال شکل میں پیدا کیا۔ پھر ایک نے دوسرے سے مس کیا جب اُن کی حدیں دور دور تک پھیل گئیں اُسوقت آسمان و زمین جدا جدا اور متفرق ہوگئے۔

"۲۔ وہ خالق کل (وسوکرمن) اکبر و اعظم ہے۔ وہی سب کو پیدا کرتا اور سب کی پرورش کرتا ہے۔ وہ سب سے بالا اور سب سے یکتا ہے اور سب کو دیکھتا ہے وہ ساتوں رشیوں

کے مقام سے بھی بلند تر ہے پس عقلا بات کہتے ہیں اور ذی شعور اپنی خواہشوں کا نتیجہ حاصل کر لیتے ہیں۔

"۳۔ وہ جسنے ہمکو زندگی بخشی وہ جو پیدا کرنے والا ہے وہ جو اس عالم میں تمام مقامات سے باہر ہے وہ واحد ہے اگرچہ وہ کثیر التعداد دیوتاؤں کے ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے دوسری موجودات اُسکی معرفت کی تمنا کرتی ہیں۔

"۷۔ تم اُسکا ادراک نہیں کر سکتے۔ اُسی نے یہ سب کچھ خلق کیا ہے وہ فہم و عقل کی رسائی سے اونچا ہے۔ تم اُسکی کُنہہ کے سمجھنے سے قاصر ہو وہ لوگ جو اٹکلیں لڑایا کرتے ہیں دھندلی لے اُن کی چشم بصیرت میں غفلت کا سرمہ لگا دیا ہے وہ اپنا قوتِ لایموت اپنی زندگی کی قوت کے واسطے بہم پہنچاتے ہیں اور منتروں کو تلفظ کے ذریعہ سے ادا کرتے ہیں اور اِدھر اُدھر چلتے پھرتے ہیں" (۱۰×۸۲)

خدا کی حقیقت جو ادراک و ذکا سے نہایت ہی ابعد ہے اس سے زیادہ جیسی کہ اس منتر میں بیان کی گئی ہے جسکو تین ہزار برس کا طول طویل عرصہ منقضی ہوا اور کسی عنوان سے حیطۂ بیان میں نہیں آسکتی۔

"۱۔ اُس وقت میں جو کچھ ہے۔ نہیں تھا۔ اور جو کچھ ہے وہ بھی نہیں تھا۔ نہ یہ زمین تھی نہ یہ دور تک پھیلا ہوا آسمان تھا۔ پھر وہاں کیا تھا جو ڈھانکے ہوئے تھا؟ کون جگہ کس مقصد کے لئے مقرر کی گئی تھی؟ کیا وہ پاک صاف اور عمیق پانی موجود تھا؟

"۲۔ اُس وقت موت تھی نہ حیاتِ ابدی۔ دن رات میں کوئی مابہ الامتیاز نہیں تھا۔ اُس وقت صرف ذاتِ بحت تھی جو ہوا کی مدد کے بغیر دم لیتی تھی خود اپنی تقویت کرتی تھی۔ وہی وہ تھی اور کچھ نہ تھا۔

"۳۔ اول تاریکی تاریکی میں چھپی ہوئی تھی۔ تمام عالم بغیر حد بندی کے تھا تمام عالم مائی شکل کا تھا جو ایک نیستی کی حالت میں تھا اُس شے سے پوشیدہ تھا جو وجود نہیں رکھتی تھی اور غور و فکر سے پیدا کیا گیا تھا۔

"۴۔ خاطر پر خواہش طاری ہوئی بس یہی سبب خلقت کی پیدائش کا تھا۔ عقلمند فکر کرتے ہیں اور اپنی عقل کے زور سے پیدائش کو اُس سے قرار دیتے ہیں جو نہیں ہے۔

"۵۔ ذکور پیدا کرنے والے تخم سے وجود میں آئے تھے اور قوتیں بھی مخلوق ہوئی تھیں۔ ان کی قوتیں زیر و بالا دونوں جانب منتشر ہوئیں ایک خود ہی سہارا دینے والا اصول نیچے کی سمت تھا اور ایک قوتِ نامیہ اوپر کی طرف تھی۔

"۶۔ حقیقت میں (وہ کون ایسا ہے) جو جانتا ہے؟ کون بیان کریگا؟ یہ سب کچھ کہاں سے پیدا ہوا تھا؟ دیوتا آفرنیش کے بعد پیدا ہوئے تھے۔ کون جانتا ہے کہ وہ کسطرح بنائے گئے تھے؟۔

"۷۔ یہ سب کہاں سے پیدا ہوئے تھے وہ کہاں سے آئے تھے آیا کسی ایک نے اُن کو پیدا کیا تھا یا نہیں پیدا کیا تھا۔ محض اُسی کو جانا ہے جو بہت ہی بلند مقام میں خداوندی طرح رہتا ہے۔ اگر وہ نہیں جانتا ہے (تو اور کوئی بھی نہیں جانتا ہے)"

پس یہی وہ کوشش تھی جو اس زمین کی آریہ قوم کے ذہن میں پیدائش کے راز سربستہ کی نسبت پیدا ہوئی تھی اور یہی وہ دلیرانہ واعلےٰ تصورات ہیں گو وہ کسیقدر غیر معین ہی ہیں جو ہمارے اسلاف کی ضمیر پر تین ہزار برس سے بھی کچھ زائد مدت گزری اس عظیم الشان جہان کی ابتدائی کیفیت کے متعلق طاری ہوئے تھے۔ ہم اسجگہ اور ایک منتر کا اقتباس درج کرتے ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ اخیر زمانہ کے رشیوں نے کیونکر قدرت کو دیوتاؤں کے

تقدم سے روشنی حاصل کر کے ایک خدائے یگانہ کی جانب بلند پروازی کی تھی۔

صفحہ (۱۰۳) سطر ۲

۱۔ شروع شروع میں سنہرے رحم کی صورت پر (ہرن گربھ) موجود تھا [illegible] کا خداوند تھا اُسنے اس زمین کو اور اس آسمان کو اُن کی مناسب جگہوں میں استوار کیا۔ نذر اور بھینٹ سے ہم کسکی پوجا کرینگے ؟

[illegible] ؟

۳۔ اُس کی جو اپنی قوت کے ذریعہ سے جاندار مخلوقات کا یکتا بادشاہ ہے جو دیکھتا ہے اور حرکت کرتا ہے اُس کی جو تمام دوپایوں اور چوپایوں کا خداوند ہے۔ نذر اور بھینٹ سے ہم کسکی عبادت کرینگے ؟

۴۔ اُس کی جسکی قوت نے یہ برفیلے پہاڑ بنائے ہیں اور جس کی مخلوقات یہ زمین اور سمندر ہیں اُس کی جسکے بازوؤں کی وسعت کے یہ مقام ہیں۔ نذر اور بھینٹ سے ہم کس کی بندگی کرینگے ؟

۵۔ اُسکی جس نے اپنے اپنے مقام پر اس زمین اور اس آسمان کو نصب کیا ہے۔ اُسکی جسنے بہشتیں اور سب سے اعلےٰ درجہ کی بہشت کو قایم کیا ہے اُسکی جس نے فلک کو استوار کیا ہے۔ نذر اور بھینٹ سے ہم کس کی اطاعت کرینگے ؟

۶۔ اُسکی جسکی مدد سے آفتاب طلوع ہوتا ہے اور اپنی لمعانی حاصل کرتا ہے۔ اُس کی جسکے ذریعہ سے یہ نیلا آسمان اور یہ چوڑی چکلی زمین بطور قادر مطلق کے متصرف ہیں۔ نذر اور بھینٹ سے ہم کسکی فرماں برداری کرینگے ؟

اب ہم اُس قول کی قوت پر نظر ڈالتے ہیں جسکا مفہوم یہ ہے کہ رگ وید کا مذہب ایک ترقی یافتہ مذہب ہے یعنی وہ قدرت سے قدرت کے خدا تک رسائی حاصل کرتا ہے کیونکہ ہم اس عجیب وغریب اور نادر الوجود کتاب میں انسانی خیال کے اُس تمام وکمال سفر کو گویا برائے العین

مشاہدہ کرتے ہیں کہ وہ شفق آلود صبحِ صادق کی منزل سے بے ریا طفلانہ تعجب کی مانند شروع ہوکر پیدایش کے اسرار اور اُس خالق برتر کی دقیق و پُرکُنہہ رفعت تک لگاتار چلا جاتا ہے۔

لیکن بدقسمتی سے یہ ترقی بھی قبایح و ذمایم سے خالی نہیں کیونکہ جب پیشوا جماعت نے قوت و اقتدار اور علم و فضل میں تفوق حاصل کیا اور دنیاوی اثر اور حقیقی فراست میں اکمل و افضل ہوگئے اُسوقت آبائی دیوتاؤں کی پرستش قریب قریب بالکل اُن کے ہاتھ میں آگئی جسکی وجہ سے عوام الناس نے اپنے دیرینہ و ذاتی افتخار کو ضائع کردیا اور رہا سہا نہ اثر میں ڈوب گئے اسی واسطے رگ وید کے آخری حصوں میں ہم ایک طرف تو اُس بلند خیال اور پیشواؤں کے دلیرانہ قیاسات کو دیکھتے ہیں اور دوسری طرف عام لوگوں کی ضعیف الاعتقادی کی بڑھنے والی حالت کا معائنہ کرتے ہیں جنھیں کہیں سانپ کے کاٹے کے بیشمار منتروں کا مذکور ہے کہیں بیماریوں اور بدشگونیوں کے لیئے ہر قسم کے افسوں مرقوم ہیں یہ سب باتیں وید کے آخری دور سے تعلق رکھتی ہیں اور صریح ضعیف الاعتقادی پر دال ہیں اور نیز اُس بڑی سے بڑی اطاعت کو دکھا رہی ہیں جو پیشوا جماعت کی نسبت عمل میں لائی جاتی تھی۔ بہرحال رگ وید کے خاتمہ پر ہم اُن اول درجہ کے تمام اصولوں کو پاتے ہیں جن سے ہندو مذہب کا جاہ و جلال ظاہر ہوتا ہے اور اُن ادنےٰ درجہ کی باتوں کو بھی پاتے ہیں جو ہندو مذہب کے شرم کا باعث ہیں فلسفہ کے ابتدائی اصول اور علم و ہنر کے بیشمار فروع بھی اسی عہد میں شروع ہوتے جاتے تھے اور قوم کی اطاعت و انقیاد کی بنیاد بھی پیشوا جماعت کی نسبت اسی دور میں پڑتی جاتی تھی!۔

باب ۵

ویدکے رشی

ہم گزشتہ باب میں بعض پارسا خداپرست اور ذی کمال خاندانوں کا ذکر کر چکے ہیں جو اپنے علم وعمل کی وجہ سے ویدکے دور میں قربانیاں ادا کرنے کا منصب رکھتے اور ہدیتہً اپنے بنائے ہوئے منتر عطا کرتے جنکے صلہ میں راجہ اور امرا محظوظ ہوکر اُن کی عزت وقدر کرتے اور عمدہ عمدہ بیش قرار انعام عنایت کرتے تھے یہی وجوہ تھے کہ ان خاندانوں کو افضلیت واولیت کا درجہ حاصل ہوا تھا اور یہی اسباب تھے کہ ایک نسل سے دوسری نسل تک ویدکے منتر ہاتھوں ہاتھ تفویض ہوتے چلے آئے تھے جسکی آریہ دنیا اسوقت تک ممنون احسان ہے۔ حال کے ہندو ان قدیم خاندانوں سے اپنے نسب کا سلسلہ ملانے میں مباہات کرتے ہیں اور موجودہ زمانہ کی ہندو جماعت میں اُن کے نام خاندانی نام قرار پاگئے ہیں ہمارے خیال میں اسموقع پر اُن قدیم رشیوں کا ذکر کردینا جنکو ہندو مذہب کی راہ کا صاف کرنے والا کہا جائے تو بجا ہے ناظرین کی واقفیت کے لئے بے محل نہ ہوگا۔

ویدکے رشیوں یا یوں کہئے کہ رشیوں کے خاندانوں میں بسوامتر اور بششٹھ کے خاندان سب سے زیادہ باوقعت و پُرعظمت نظر آتے ہیں۔ فاضل وحق گو ڈاکٹر میور نے اپنی اُس موٹی کتاب میں جو سنسکرت کی قدیم زبان پر لکھی ہے ان رشیوں کے متعلق بہت سی حکایتیں فراہم کی ہیں۔ یہ حکایتیں اخیر زمانہ کے سنسکرت علم ادب سے جمع کرکے لکھی گئی ہیں مگر کوئی فرد بشر اس زمانہ میں ایسا معلوم نہیں ہوتا جس نے سنسکرت کی کتابوں میں اس قسم کے بیشمار قصے جوان واجب العزت ناموں سے علاقہ رکھتے ہیں اپنے

لڑکپن سے نہ پڑھے یا نہ سنے ہوں۔

بسوامتر اور بششٹھ کے گھرانوں کا عزووقار بطاقتور و فتحمند راجہ سوداس کیجانب سے موزوں و مناسب طریقہ پر کیاجاتا تھا تیسرے منڈل کے منتر بسوامتر کی طرف نسبت کئے گئے ہیں اور ۵۳ ویں منتر میں ہم ذیل کا فقرہ مندرج پاتے ہیں۔

"وہ عظیم القدر دیوتا پیدا ہوا۔ پھر دیوتا نے رشی کو اختیار دیا پھر آدمیوں کے نگراں نے پانی کی دھار کو روک دیا جب بسوامتر نے سوداس کے واسطے یگ کیا اسوقت اندر نے کاسیکاؤں کے ذریعہ سے تسکین حاصل کی" پھر ساتویں منڈل کے منتر بششٹھ کے بنائے ہوئے ہیں اور ۳۳ ویں منتر میں ہم یہ فقرہ دیکھتے ہیں۔

بششٹھ کے خاندان والے سفید جامہ پہنے بالوں کی جٹائیں سیدھی جانب لٹکائے پاک رسوم پر شیفتہ مجکو مسرور کرتے ہیں میں قربانی کی گھاس کے چاروں طرف لوگوں کو اٹھکر بلاتا ہوں۔ کاش بششٹھ میرے در سے علیحدہ نہ ہوئے" اور پر سدھ ۵۳ ویں منتر میں یہ مشہور فقرہ پایا جاتا ہے۔

"ہے اندرا اور ورونا اتمنے ایسی حالت میں سوداس کی اعانت کی تھی جبکہ ہر چہار طرف سے دس راجاؤں نے لڑائی میں اسکو محصور کر لیا تھا جہاں سویت کپڑے پہنے بالوں کی چوٹی باندھے ترت سو خلوص و احترام کے ساتھ دعاؤں میں مشغول تھے"

اِن دونوں خاندانوں میں بالطبع اَن بن بھی رہا کرتی تھی اور سخت سخت الفاظ کا باہم مبادلہ ہوا کرتا تھا۔ تیسرے منڈل کے ۵۳ ویں منتر کی مندرجہ ذیل رچائیں بششٹھ کے اہل خاندان کے خلاف نوک جھوک پر مشتمل بیان کی گئی ہیں۔

"۲۱۔ اندر معقول کمک کے ساتھ آج ہمارے پاس آ ہمپر عاطفت کر۔ وہ جو ہم سے نفرت

رکھتا ہے مقہور و مغضوب ہو اور جس سے ہم نفرت کرتے ہیں اُسکے انفاسِ حیات منقطع ہو جائیں۔

"۲۲۔ جس طرح تبر سے درخت کو نقصان پہنچتا ہے جسطرح سیمل کا پھول ٹوٹ جاتا ہے جسطرح کھولتی ہوئی دیگ اوپر کو کف پھینکتی ہے اسی طرح ہے اندر دشمن کا بھی حال ہو"

"۲۳۔ اُس تباہ کنندہ کی قوت محسوس نہیں ہوتی۔ انسان اُس رشی کو اسطرح دُر دُر کرتے ہیں گویا کہ وہ ایک جانور ہے عقلمند بے وقوف کی تضحیک کا خیال نہیں کرتے وہ گھوڑے کے آگے گدھے کو نہیں ہانکتے۔

"۲۴۔ بھارت کے لڑکوں نے آنکھ پھیر لینے کی تعلیم پائی ہے نہ میل ملاپ کرنے کی (بشنشٹھ والوں کے ساتھ) وہ اُن کے خلاف گھوڑہ کو اُسی طرح کاوہ دیتے ہیں جسطرح دشمن کے مقابلہ میں وہ جنگ کے وقت کمان کو سنبھالتے ہیں"

اسی منتر میں اور دو رچائیں بھی ایسی موجود ہیں جو انھیں خاندانوں کے درمیان ایسے ہی برتاؤ کی جانب اشارہ کرتی ہیں۔ گو اُن میں کسی قسم کا ظاہری سب وشتم نہیں ہوتا تھا مگر اظہارِ رشک وحسد کا کوئی دقیقہ بھی اُٹھہ نہیں رہتا تھا۔

"۱۵۔ جمدگنی کی دی ہوئی سورج کی بیٹی اپنے آپ کو ہر جگہہ دکھاتی پھرتی ہے اور سیاہی کو دور کرتی ہوئی ایک بڑی آواز ظاہر کرتی ہے اور دیوتاؤں کے واسطے لازوال خورا لے جاتی ہے۔

"۱۶۔ وہ جو ہر جا اپنے آپ کو جلوہ گر کرتی پھرتی ہے کاش بتعجیل پانچوں فرقوں کے آدمیوں کے لئے بکثرت غذا مہیا کرے وہ سورج کی دختر زندگی پر متصرف ہے اور جمدگنی کی طرف سے مجکو دی گئی ہے"

ساتویں منڈل کے منترہ ۱۰ کی رچامیں جو ذیل سے واضح ہوگی یہ خیال کیا گیا ہے کہ بششٹھ نے بھی انھیں طعن وتشنیع کو اُکٹ مارا تھا

"۱۳۔ سوما نہ تو اُس شریر کو برکت دیتا ہے نہ اُس حکمراں کو جو اپنی طاقت بُری طرح کام میں لاتا ہے وہ زشت خصلت اور شیطان سیرت کو ہلاک کرتا ہے وہ بے وفا اور کاذب کو قتل کر ڈالتا ہے یہ دونوں اندر کی ہتکڑیوں سے جکڑے ہوئے رہیں۔

"۱۴۔ اگر میں جھوٹے دیوتاؤں کی پوجا کرتا یا بے وجہ دیوتاؤں کو پکارتا (تو میں گنہگار تھا) پھر کیوں تو مجھسے ہے جاتویدس ناراض ہے؟ کاش یاؤگو خود فراموش تیرے غیظ وغضب کا ہدف ہو۔

"۱۵۔ میں فوراً موت کے جنگل میں گرفتار ہو جاؤں اگر میں یاتو دھنہ ہوں یا اگر میں کسی انسان کی زندگی کو ضرر پہنچاؤں تو زمین پھٹ جائے اور میں سما جاؤں لیکن مجکو جس نے جھوٹ موٹ یاتو دھنہ کہا ہو تو اُسکو اپنے دس دوستوں میں بدنصیب ہو۔

"۱۶۔ وہ جو مجکو یاتو دھنہ کے نام سے موسوم کرتا ہے درحالیکہ میں ایسا نہیں ہوں یا جو یہ کہتا ہے کہ میں ایک ظاہری اور کھلم کھلا مجسم شیطان ہوں تو اندر اُسکو اپنے عظیم الشان حربہ سے سزا دے۔ وہ تمام مخلوقات سے فروتر غار ذلت میں جا پڑے"

مختصر یہ کہ ان دونوں غصہ ناک وتندمزاج پیشواؤں کے دور تک پہنچے ہوئے حقد وعناد ممکن الوقوع اور جبلی خیال کئے جاتے ہیں تاہم بلحاظ علم وفضل وزہد وپارسائی کے یہ امر چنداں معیوب نہیں مگر رگ وید سے قطع نظر کرکے جب ہم اخیر زمانہ کے سنسکرت علم ادب کی طرف رجوع کرتے ہیں تو وہ جمیع حادثات وواقعات جو ثبوت پہنچتی ہیں مافوق الادراک اور ہولناک افسانوں کے بادلوں میں غائب ہو جاتے ہیں۔

اِن اخیر زمانوں کے قصص میں شروع ہی سے یہ مان لیا گیا ہے کہ وششٹھ مُن برہمن تھے اور بسوامتر شتری حالانکہ رگ وید ایسی مفروضہ باتوں کو وجوب کے دائرہ سے خارج بتاتا ہے وہ ذات کی قید سے نہ کسی برہمن کو جانتا ہے نہ کسی شتری کو مانتا ہے بلکہ برعکس اسکے بسوامتر اُن بعض عمدہ منتروں کے مقبولِ عام مصنف ہیں جنکو اخیر زمانہ کے برہمن سر آنکھوں پر رکھتے ہیں یہ ہی گایتری کے بھی مصنف ہیں جو برہمنوں کے عندیہ میں مول منتر سمجھی جاتی ہے۔ یا حال کے ہندوں کی اُس خلوصانہ دعا کے بانی ہین جسکو وہ فجر کے سہانے وقت منھ ہی منھ میں پڑھا کرتے ہیں۔

اسی فرضی خیال کی وجہ سے کہ بسوامتر پیدایشی شتری تھے مہابھارت، ہری بنس، وشنو پران اور اور دوسری تصانیف میں مذکورہ بالا رشی کا ایک مصنوعی قصہ ہیں مکرر اور بار بار ذکر کیا گیا ہے جس سے برہمن مت کا سبب معلوم ہوتا ہے وہ قصہ اس طرح ہے کہ ایک شتری کی لڑکی ستیہ وتی رچیکا نام برہمن سے بیاہی گئی رچیکا نے ایک تھال اپنی اہلیہ کے لئے تیار کیا جس سے اسکو ایک ایسے لڑکے کے پیدا ہونے کا یقین دلایا جسکی ذات میں برہمن کے سے صفات ہوں۔ اسی طرح ایک تھال اپنی خوشدامن (ایک شتری کی اہلیہ) کے واسطے بنایا جس سے اسکو بھی ایک لڑکے کا یقین دلایا جسمیں شتری کے سے فضائل ہوں۔ ان دونوں استریوں نے اپنے اپنے تھال ایک دوسرے سے بدل لئے اور اس طرح اُس شترانی کے حمل رہا اور بسوامتر برہمن کے سے صفات لیکر پیدا ہوئے اودھر برہمن کی اہلیہ ستیہ وتی کے جمدگنی نے جنم لیا جنکے تندخو اور آتش مزاج بیٹے پرسرام تھے گو وہ ایک برہمن کی حیثیت سے مانے جاتے ہیں مگر ایک مشہور اور سفاک سپاہی تھے یہی وہ لڑکوں کی سی کہانیاں ہیں جنکو اخیر زمانہ کے مصنفوں نے اُسوقت کی رفع

کرنے کی غرض سے جسکو انھوں نے خود اسبات کے ثبوت کے لئے کہ وید کے رشی خاص ذاتوں سے علاقہ رکھتے تھے دل سے تراشا ہے۔

لیکن وید کے بیان کے مطابق بششٹھ اور بسوامتر کے فیمابین رشک وحسد کا راہ پانا بھی انھیں وحشیانہ کہانیوں سے مفہوم ہوتا ہے ایسی ہی ایک داستان رامائن اور مہابھارت میں بھی لکھی ہوئی ہے کہ بسوامتر ایک راجہ کا لڑکا شکار کھیلنے گیا اور اتفاقاً بششٹھ من کے آشرم کی طرف جانکلا بششٹھ نے نہایت اخلاق اور آدرمان سے مدارات کی اور فریداً کھانے کھلائے عمدہ عمدہ شراب پلائی بیش بہا جواہرات قیمتی چیزیں پیشکش کیں۔ یہ سب اشیا اس بزرگ رشی نے اپنی ایک اعجوبہ کرامت بھری گائے سے حاصل کی تھیں راج کمار اس نادر گو گائے کو دیکھکر لوٹ ہوگیا اور اسکی رگ طمع نے حرکت کی یہانتک کہ منی مہاراج سے گائی کی خواستگاری کی بھلا منی ایسی بے مثل چیز کو کیونکر دیدیتے جب ادہر سے اصرار ہوا تو منی نے صاف انکار کردیا اور کہا کہ ایسی انوکھی گائے کا دینا کسی طرح منظور نہیں آخر شہزادہ کا کچھ قابو نہ چلا تو محرومی کی خجالت نے بجبر لینے پر مجبور کیا لیکن اس شتری راجکمار کی طاقت بمقابلہ ایک برہمن کی طاقت کے غالب نہ آسکی اسوقت عاجز ہوکر بسوامتر نے ہزارہا سال تک نفس کشی کی (۱) حتٰے کہ وہ برہمن کے درجہ پر فائز المرام ہوئے۔

اسی طرح ہرشچندر کے مشہور قصہ میں بسوامتر ایک غارت گر برہمن کی صورت میں دکھائے گئے ہیں انھوں نے راجہ مذکور کو نہ صرف اسکے کل راج دینے پر ہی مجبور کیا بلکہ اسکی رانی کے بیچڈالنے اور اسکے لڑکے اور خود اسکو بھی غلاموں کی طرح اس سنگدل برہمن کی اجرت ادا کرنے پر مجبور کیا ۔ اگر اس قسم کی کہانیاں باینوجہ گڑھی گئی ہیں کہ ان کے سبب سے برہمنوں کی قدر بڑہائی جائے اور ایک مناسب اور واجبی فرض کی تعلیم دیجائی تو مضایقہ

نہیں مگر اس سے وہ اپنے مقصد میں ناکام رہتے ہیں اور بجائے اسکے اُن کی عزت
و وقعت ہو طرح طرح کے خیالات دل میں راہ پاتے ہیں آخر الامر بنصیب ہرشچندر
صلہ کا مستوجب قرار پایا اور بسوامتر نے راج گدی پر اُسکے بیٹے کو بٹھا کر تلک دھارن
کیا اور ہرشچندر سورگ کو روانہ ہوا۔ اس واقعہ سے بشسٹھ مُن سخت ناراض ہوئے اور بد
دعا (سراپ) دی اور بسوامتر کو داکا پارس بنا دیا ایسے ہی بسوامتر نے بھی بشسٹھ مُن کو
ایک پرندکی شکل سے متشکل کر دیا! ان دونوں پرندوں نے ایک ہولناک جنگ شروع
کی جس نے کل جہان میں تہلکہ ڈالدیا۔ آخر برہماجی نے بیچ بچاو کرایا اور مہا پرش مُنیوں کو
اُن کی اصلی صورتوں پر بدلدیا اور باہم دونوں میں مصالحت کرا دی۔

تری سنکو کی حکایت سے ہمکو دریافت ہوتا ہے کہ اس شہزادہ نے مع جسم کے سورگ
میں جانے کی آرزو ظاہر کی تھی بشسٹھ من نے اس امر کو غیر ممکن بتایا اور جب راجہ نے خشمناک
الفاظ اپنی زبان سے کہے اُسوقت اُسکو چنڈال بنا دیا اب اس موقع پر تندمزاج بسوامتر
بھی آگئے اور مذکورہ بالا امر کو اُنھوں نے بالکل ممکن بیان کیا اور عظیم الشان یگ شروع
کیا اور بشسٹھ من کی عدم شرکت کے باعث غیظ و غضب میں بھرے ہوئے آگے بڑھے
تری سنکو نے آسمان کی راہ لی مگر اندر دیوتا نے اُسکو اندر داخل ہونیسے روکا اور اُسکو سر کے
بل زمیں پر گرا دیا۔ اسپر زود رنج بسوامتر نے ایک اور عالم بالا کے پیدا کرنے کی دھمکی دی
اور کہا کہ جس ہیئت کے اس عالمِ بالا پر اندر ستارے اور دیوتا ہیں بعینہ اُس عالمِ بالا پہ
بھی ہوں گے یہ سنکر اندر نے اُسکو اندر آنے کی اجازت دی اور اسطرح تری سنکو سورگ
میں داخل ہوا اور آفتاب کی رہگزر سے بھی دور ایک ستارہ کی مانند چمکنے لگا مگر کسیقدر
بے چینی کے باعث ابتک اُسکا سر نیچے کی جانب ہے۔

سنہ سیپا کے قصہ میں بھی ہمکو پہلے منڈل کے بعض منتروں سے جو اُسکی طرف نسبت رکھتے ہیں معلوم ہوا ہے کہ وہ رچیکا کا پسر تھا (اس رشتہ سے وہ بسوامتر کا بھانجہ ہوتا تھا) کسی وجہ سے باپ نے ایک قربانی پر چڑھانے کو اُسے فروخت کرڈالا بکنے کے بعد وہ مینخ سے باندھ دیا گیا اور قریب تھا کہ قربانی کیا جائے کہ اسی عرصہ میں اُس نے اُن منتروں کو جنکی نسبت اوپر اشارہ ہوا ہے بار بار جپنا شروع کیا۔ یہ منتر اُسکے ماموں بسوامتر نے اُسکو سکھائے تھے اُن منتروں کے پڑھتے ہی فوراً اُس نے رہائی پائی۔ ہم اخیر باب میں سنہ سیپا کے قصہ کی طرف اشارہ کرینگے اور انسان کی قربانی کے متعلق بعض اُن خیالی باتوں کی بابت بھی جنکی بنا پر یہ عمارت اُٹھائی گئی ہے ایک امتحانی نظر ڈالیں گے۔

کلماشپاداکی داستان میں ہمکو بتایا گیا ہے کہ بسوامتر نے متذکرہ صدر راجہ کے ہاتھ سے بششٹھ مُن کے سو بیٹوں کو قتل کرا دیا تھا۔ ایسے ہی اور مختلف داستانوں میں بھی جو قریب قریب ہندو لڑکے لڑکیوں کی خاندانی کہانیاں ہوگئی ہیں۔ یہ دونوں باکمال منی تاریخ کے صفحات پر آپس میں ایک دوسرے کی توہین و تحقیر میں مصروف دکھائی دیتے ہیں اور ہمیشہ باہم عداوت و دشمنی پر تلے نظر آتے ہیں۔ راجاؤں کی سبھا میں بھی یہ دونوں پیشوا حریف ہی معلوم ہوتے ہیں حالانکہ دونوں مہاتماؤں کی بتیس تیس چالیس چالیس پشتیں گزر چکی تھیں مگر وہ دیرینہ خصومت جوں کی توں باقی تھی۔ غرضکہ شروع زمانہ کی معتبر تصنیف کا کوئی حاشیہ خواہ وہ ایک شاہی خاندان کا ہو یا ایک بہادر نیم رشی کا ایسا نہیں جسمیں باہم بششٹھ مُن اور بسوامتر کی دائمی دشمنی کا ذکر ہم لکھا ہوا نہ پاتے ہوں۔ اسیطرح بشنو پران بششٹھ مُن کو اکشواکو کے بیٹے نیمی کا پروہت ظاہر کرتا ہے اور سگرا کا پروہت بھی کہتا ہے جو اکشواکو سے ۳۷ ویں پشت میں ہوا ہے۔ رامائن بششٹھ کو راجہ رام چندر جی کا پروہت کہتی ہے جو اکشواکو سے ۶۱ ویں پشت میں

ہوئے ہیں ا بہرحال یہی وہ تصرف ہے جبکو اخیر زمانہ کے ندرت پسند داستان نگاروں
نے رگ وید کے سادہ و شستہ مادوں سے ترتیب دیکر اپنی داستانوں کو زیب وزینت
بخشی ہے اور یہی وہ طریقہ ہے جسمیں اُنھوں نے انبار کے انبار اور طومار کے طومار داستانوں
کے جمع کئے ہیں اور غیر مفہوم قصوں کو تودہ تودہ واقعات کے سلسلہ میں منسلک کر کے
جو قدیم نظمیں بے لوث فطری اور بشریت کے پیرایہ میں بیان ہوئے ہیں ظاہر و منکشف کیا ہے
نہیں صرف وید کے ہی رشی نہیں بلکہ ہر دیوتا اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ تقریباً رگ وید کی ہر تشبیہہ اور
ہر استعارہ نے ایک قدرتی عجیب شے اور خارق عادات کی نسبت اخیر زمانہ کے خیال پرست
ہندؤں کے ہاتھ سے ایسا ہی کچھ انعام پایا ہے۔

مگر جب تک صدہا وحشیانہ حکایتیں بسوامتر کے برہمن ہونے کے باب میں اخیر ایام
تک ایجاد ہوا کیں اُسوقت تک اُس مقبولہ واقعہ کے انکار کا تصور بھی کسی دماغ میں نہیں
گزرا تھا۔ ہر افسانہ ہر عالمانہ تحریر ہر متبرک واقعہ ہر بڑی سی بڑی کتھا مہابھارت سے متوک
بلکہ خود پرانوں تک سب اسکو مانتے ہیں کہ بسوامتر ایک شتری بھی تھے اور برہمن بھی تھے
مہابھارت کے انوساسن پرب (دفعہ ۳) میں راجہ جدھشٹر بھیشم جی سے پوچھتے ہیں کہ
بسوامتر کیونکر صرف ایک برہمن ہی خیال کئے جاتے ہیں حالانکہ وہ بانی تھے "اُس نامور اور
بُدھ وان کوسیکا خاندان کے جسمیں برہمن اور سیکڑوں برہمن رشی شامل سمجھے جاتی ہیں"
پرانوں کے عہد میں اس سوال کا جواب دینا جسمیں مہابھارت نے اپنے آخری جذبات
حاصل کئے تھے ایک دشوار کام تھا۔ البتہ اس سوال کا حل تاریخی نظم کے زمانہ میں کچھ
مشکل نہ تھا جبکہ ذات کا طریقہ اُسوقت تک ایک ممکن التحریک طریقہ سمجھا جاتا تھا۔ یہ سوال
خود بسوامتر کے زمانہ یعنی وید کے دور میں جسوقت ذات کا پرچار ابھی ہوا ہی نہیں تھا کیا ایک

پیدا نہیں ہوا تھا۔

پھر اسی انوساسن پرب (کی دفعہ ۵۲) میں راجہ جدھشٹر دریافت کرتے ہیں کہ کسطرح جمدگنی برہمن کے پتر پرسرام ایک شتری کے سے خواص رکھتے تھے۔ اخیر زمانہ کی داستانیں جمدگنی کے بیٹے پرسرام کی سورش کا اس عنوان سے چربا اُتارتی ہیں کہ پرسرام ایک غصہ ور تندخو برہمن تھے اُنھوں نے اپنی ماں کو مار ڈالا تھا اور پھر ستائیس بار شتری کی نسل کو تباہ و برباد کیا تھا۔ اسیطرح بسوامتر ٹھیک ایک پارسا و نیک طینت شتری ظاہر کئے جاتے ہیں جنھوں نے اپنی نیک طینتی اور ریاضاتِ شاقہ کے باعث برہمن کے درجہ تک کمال حاصل کیا تھا۔ ہم اس حکایت سے اُس معمے کے حل کرنے کی تدبیر بتا چکے ہیں کہ بسوامتر کی ماں اور پرسرام کی دادی نے اپنے تھال تبدیل کر لئے تھے ! مگر ایسی طفلانہ حکایتوں کی طرف توجہ کرنے کی بہت ہی کم ضرورت معلوم ہوتی ہے اگر ہم صرف اسی واقعہ کو مدنظر رکھیں کہ بسوامتر اور بشسٹھ مُنی دونوں وید کے رشی تھے اور وہ دونوں ہتھیار بھی باندھتے تھے اور منتر بھی بناتے تھے جبکہ شتری اور برہمن اب کی طرح تصور میں بھی نہیں آئے تھے تو سارا قصہ ہی طے ہو جاتا ہے

جمدگنی کا نام تو رگ وید میں بے شک دیکھا جاتا ہے مگر اُن کے مشہور فرزند پرسرام کا نام کہیں نہیں ملتا۔ اس سے تحقیق ہوا کہ یہ زمانۂ مابعد کا ایک مخترعہ بیان ہے اور شتریوں کے ساتھ اُن کی لڑائیوں کی حکایت غالباً اُن اصلی عداوتوں پر مبنی ہے جنکا وقوع ابتدائے تاریخی نظم کے زمانہ میں پیشواؤں اور مغرور خودپسند راجاؤں کے درمیان ہوا تھا جبکہ ذات کا طریقہ آپ سے آپ صورت پکڑتا جاتا تھا ایک ایسا آئین جیسا کہ ذات کا آئین ہے کچھ ایک ہی روز میں مرتب نہیں ہو گیا ہوگا اور تاریخی نظم کے ابتدا کے بعد قبل

اسکے کہ پیشے قطعی طور پر موروثی قرار پائیں شاید کئی صدیوں کے گزرنے پر نفاذ پذیر ہوا ہوگا ایسے ہی مہابھارت میں بھی جو تاریخی نظم کی روایتوں پر مبنی ہے باوجودیکہ وہ اخیر زمانوں میں محرف ومتغیر ہوگئی ہے پھر بھی ہم جدھشٹر میں وہ بہت ہی پاک ومذہبی اثر پاتے ہیں جو ایک شتری راجہ میں ہونا چاہئیں اور اُس نہایت ہی مشہور ماہر فنِ جنگ وبہادر درونا میں وہ خصائل ملتے ہیں جیسے کہ ایک برہمن میں ہوا کرتے ہیں۔

اب ہمکو بسوامتر جیسے ریاضت کش رشی اور بششٹھہ جیسے پارسا منی کی خاندانی داستانوں سے قطع نظر کرنے کی اجازت دیجے اور بھر کو نواجھار دواج اور انگیراس کے گھرانوں کی جانب متوجہ ہونے دیجے جو کسی قدر کم شہرت رکھتے ہیں یہ تمام خاندان ویدی رشیوں کے خاندان شمار ہوتے ہیں یہی ویدکے منتروں کے مصنف ہیں اور اسیواسطے آخری وقت کے محقق اُن کی ذاتوں کی نسبت تذبذب کی حالت میں پڑے ہوئے ہیں بعض اوقات یہ برہمن کے ساتھ شتری نامزد کئے جاتے ہیں اور بعض اوقات ایک دلیرانہ صداقت کی بنا پر یہ قیاس کیا جاتا ہے کہ قبل اسکے کہ ذات کا قانون نافذ ہو یہ رشیوں کی مانند زندگی بسر کرتے تھے۔

انگیراس کے خاندان والے رگ ویدکے نویں منڈل کے واجب القدر مصنف متصوّر ہوتے ہیں اس گھرانہ کی نسبت وشنو پران (۴×۲-۲) ذیل میں اپنی رائے ظاہر کرتا ہے "بھاگا کا بیٹا نابھاگا تھا اسکا بیٹا امبریشا ہوا اسکا بیٹا ویروپا ہوا اُس سے پرشد سوا پیدا ہوا۔ اور اُس سے رتھی نرا نے جنم لیا" اسمضمون پر یہ رچا دلالت کرتی ہے "یہ اشخاص شتری نژاد تھے بعدہٗ انگیراس کے خاندان سے مشہور ہوئے جو رتھی نرا خاندان کے سرگروہ سمجھے جاتے ہیں یہ لوگ برہمن تھے اور شتریوں کی سی صفت رکھتے تھے"۔

ایک اور مقام میں وشنو پران (۴+۳-۵) انگیراس ہارتیس کی نسل کا شتری راجہ کشوا کو سے ہونا ظاہر کرتا ہے۔ وایو پران ہارتیس کے خاندان کا حال اسطرح بیان کرتا ہے کہ "وہ انگیراس کے بیٹے تھے اور برہمن ہونے کے علاوہ شتریوں کی مانند صفات رکھتے تھے" لنگ پران بھی اسی کی تائید کرتا ہے اور کہتا ہے کہ "وہ انگیراس کے قدم بہ قدم تھے اور شتریوں کے خصائل وشمائل کے ساتھ برہمن بھی تھے" پس ذی فہم ناظرین ان حالات سے جو انگیراس کے گھرانہ کی بابت تحریر ہوئے ذات کے مسئلہ کو خود حل کرلیں گے۔

وام دیو اور بھاردواج رگ وید کے چوتھے منڈل کے مصنف ہونے کے سبب قابل غرت خیال کئے جاتے ہیں۔ متسیہ پران (دفعہ ۱۳۲) ان کو انگیراس کے خاندان میں جسکا ذکر ہم اس سے پہلے کرچکے ہیں داخل کرتا ہے۔

رگ وید کے دوسرے منڈل کے منتر گرت سمد کے اولاد کی جانب منسوب ہیں۔ شارح سائنہ اسکا حال بدیں نمط لکھتا ہے کہ وہ سابق میں سنہوتر کا بیٹا تھا جو انگیراس کی نسل سے بتایا گیا ہے مگر بعد اسکے وہ سنک کا بیٹا گرت سمد نامی بھرگو کی نسل سے ہوا اس قسم کی مجذوبانہ بڑ مہابھارت کے انوساسن پرب (کی دفعہ ۳۰) میں ذرا محنت و کوشش سے لکھی گئی ہیں۔ جنمیں ہمیں یہ امر کھولا گیا ہے کہ وتہویہ ایک شتری راجہ نے بھرگو کے پاس جاکر پناہ لی اور بھرگو نے پناہ گزین کے بچانے کے لئے تعاقب کرنے والے سے کہا "یہاں کوئی شتری وتری نہیں ہے سب برہمن ہی برہمن ہیں" بھرگو کا یہ قول غلط ثابت نہ ہوا اور پناہ گزین شتری وتہویہ فی الفور برہمن کی جون میں ہوگیا اور وہ ہو گرت سمد بنگیا! ممکن ہے کہ ایسی بات مان لیجائے اسلئے کہ اس ہزارہا سال کی بندگی اور تپشیہ کے سبب جنمیں لسوامتر نے ریاضت برداشت کرنا گوارا کی یہ ایک سہل صورت تھی۔ اب اسجگہ اس

بیان کے اعادہ کی حاجت نہیں رہی کہ اُسکی ماں نے ایک برہمن کی بیوی سے تھال بدل لیا تھا!

لیکن گرت سمد کے ذات کی تبدیلی کا قصہ علی العموم قبول نہیں کیا گیا ہے۔ وشنو پران اور وایو پران صاف صاف بتلاتے ہیں کہ گرت سمد قبل اسکے کہ ذات کا آئین وضع ہو زندہ موجود تھا "گرت سمد سے ساونک پیدا ہوا جس نے چاروں ذاتوں کو ہستی کا جامہ پہنایا" (وشنو پران ۴×۸) سنک گرت سمد کا بیٹا تھا جس سے ساونک وجود میں آیا اسی نسل میں برہمن شتری ویس اور شودر پیدا ہوئے تھے" (وایو پران) ہری ونس (دفعہ ۲۹) بھی اسی کا اعادہ کرتا ہے۔

مگر وشنو وایو اور ہری ونس مشکل ہی سے تطابق رکھتے ہیں کیونکہ انھیں کتابوں میں کسی مقام پر ہم یہ بھی لکھا دیکھتے ہیں کہ چاروں ذاتوں کی پیدایش بھارگبھومی کی ذات سے وقوع میں آئی تھی۔ جو گرت سمد کے بھائی سے بیسویں پشت میں گزرا ہے مگر یہ دونوں بیان اُس قدیم روایت کی توضیح کرتے ہیں کہ گرت سمد پہلے اس سے کہ ذات کا طریقہ جادۂ عدم سے چلکر منزلِ وجود میں دم لے حیات تھا۔

اگر ہم گرت سمد کے خاندان سے رخ پھیر کر کنو کے خاندان کی طرف نظر کرتے ہیں جو رگ وید کے آٹھویں منڈل کے مصنف تھے تو ہم اُن کے ذات کی بابت بھی اسی نوع کا ابہام پاتے ہیں وشنو پران (۴×۱۹) اور بھاگوت پران (۹ × ۲۰ و ۶ × ۷) بھی اسی واقعہ کی تصدیق کرتے ہیں کہ اپرتیر تھا یا اجمیدھا کا بیٹا کنو تھا یہ دنوں پورونامی شتری کی اولاد میں تھے مگر باوجود اسکے بھی کنو خاندان والے برہمن مانے جاتے تھے "اجمیدھا سے کنو اور اُس سے میدھا تیتھی نے جنم لیا جس سے کنونیہ برہمن پیدا ہوئے" (وشنو پران ۴×۱۹)

اسی نسل کا حال ہم وشنو پران (۴×۲۱) میں اس عنوان سے پڑھتے ہیں کہ "وہ نسل جو برہمنوں اور شتریوں اور عالی تبار منیوں کے ذریعہ سے پاک و شستہ بنائی گئی تھی شمیکہ کے ساتھ کل یگ کے زمانہ میں ختم ہوجائیگی" اس کے بعد (۴×۱۹) میں ہم اسی نسل کے گرگ منی کا یہ ذکر پڑھتے ہیں کہ "گرگ سے سینی پیدا ہوا اُس سے گرگ اور سینی یہ خاندانوں کے لوگ صفحۂ دنیا پر اپتن ہوئے یہ شتریوں کی سی صفت رکھنے پر برہمن قرار پائے تھے" جب گرگ کے بھائی مہا ویر یہ کا ہم کھوج چلاتے ہیں تو ہم یہ مضمون لکھا پاتے ہیں (۴×۸) کہ اُسکے تین پوتے تھے ترایرونہ پشکری اور کپی جنھوں نے برہمنوں کا سا درجہ پایا تھا اور انکی اولاد میں سے پوروکے بھائی بلی کا ذکر ہم متسیہ پران اور وایو پران میں بایں عبارت لکھا دیکھتے ہیں کہ اُس نے چار ذاتیں قایم کی تھیں اور ہری ونس (دفعہ ۱۳۱) بھی یہی حکایت دُہراتا ہے۔

اخیر میں ہم کنو کے خاندان سے اعراض کرکے رگ وید کے پانچویں منڈل کے باوقار مصنف اتری کے حال کیجانب ملتفت ہوتے ہیں تو ہم آخری زمانہ کے انسانوں میں اس نام کو خود بنی آدم کی تخلیق کے ساتھ وابستہ پاتے ہیں چنانچہ وشنو پران (۴×۶) اُسکو برہما جی کا پتر کہتا ہے اور ٹپروا خاندان کا دادا پکارتا ہے جو شتری نسل سے علاقہ رکھتا تھا۔

بس یہ انتخابات کافی معلوم ہوتے ہیں۔ ان انتخات کو ایسی کتابوں سے ترتیب دیا گیا ہے جنکی تدوین یا نظر ثانی ویدی رشیوں کے دو یا تین ہزار برس بعد عمل میں آئی تھی مگر یہ انتخابات ہمکو وید کے مذہبی ہادیوں اور بہادروں کی کیفیت کے سمجھنے میں مدد دیتے ہیں اور اسی واسطے وید کے دور کے ذکر میں ہم اسکو بحث سے خارج نہیں خیال کر سکتے۔ وید کے دور سے ایسے ایک بعید زمانہ کی تحریر پر موجودہ عصر کے مصنفین نے قدیم

واقعات وروایات میں اکثر غلط فہمی کی ہے مگر باوجود اسکے گوشتہ عہد کی اُس لاجواب وفاکیشی و بے مثل حق کوشی نے جو ہمیشہ ہندو مصنفین کا خاصہ ظاہر کرتی رہی ہیں ایسی روایتوں میں دست اندازی کرنے سے ممنوع رکھا ہے۔ان روایات نے جماعت کی اُس حالت کو دکھایا ہے جسکو گزرے ہوئے ایک زمانہ منقضی ہوا۔اور اب قریب قریب اُس حالت کے سمجھنے سے فہم قاصر ہے پرانوں کے مصنف اُن پیشواؤں اور بہادروں کی کیفیت کو جو اُسی نسل سے عرصہ گاہ ہستی میں آئے تھے بہت ہی مشکل سے اسبات کو سمجھ سکتے تھے کہ ایک رشی بہادر سپاہی بھی ہوسکتا ہے یا ایک بہادر سپاہی پیشوا بھی ہوسکتا ہے انھوں نے سیکڑوں مختلف خیالی باتوں اور حکایتوں کے ذریعہ سے ایسی روایات کے بیان کرنے میں سعی موفور کی تھی لیکن باوجود اسکے بھی وہ وفاداری وراست بازی سے اس قسم کی روایات کو بغیر تغیّر و تبدل کے دست بدست تفویض کرتے رہے۔اسکے بعد ہمکو صرف ایک اور انتخاب لکھنا باقی رہگیا ہے وہ یہ ہے کہ متسیہ پران ویدکے رشیوں کی تعداد ۹۱ بتاتا ہے اور ذیل کے فقرہ کی جانب اشارہ کرکے اپنے مضمون کو تمام کردیتا ہے (دفعہ ۱۳۲) وہ اشخاص ۹۱ ظاہر کئے گئے ہیں جنکی وساطت سے منتر پہنچے ہیں وہ برہمن شتری اور ویش تھے جو سب کے سب رشیوں کے پتر اور رشیکاؤں کی سنتان تھے اور یہی رشی ویدکے رشی سمجھے جاتے تھے۔

پس پران دیانت کے ساتھ اُس کہنہ روایت کی مدد کرتے ہیں کہ ویدکے منتر کل آریہ آبادی کی عام ملکیت متصور ہوتے تھے اور جب کہ وہ انشا پرداز ہم سے یہ کہتا ہے کہ اُن منتروں کے مصنف برہمن شتری اور ویش تھے تو اُسوقت پھر ہمکو اس بیان کی تحقیق و تدقیق میں تھوڑی ہی دقت اور اُس صداقت کے وثوق ہیں کہ وہ منتر اُن ذاتوں کے یکجہت اسلاف کے

تصنیف کئے ہوئے تھے ضعیف سا احتمال باقی رہجاتا ہے۔

غرضکہ یہ پیش بہا روایات بتاتی ہیں کہ وہ مقتدایانِ دین اور بہادر لوگ اُنھیں مہاتماؤں کی نسل سے تھے جو رشی کا درجہ رکھتے تھے اور نیز یہ کہ وہ رشی بشیتر مقتدایانِ دین اور بہادر سپاہیوں کی مانند دونوں قسم کی صفات سے متصف تھے جو ہمکو رشیوں کی اُس حالت کے سمجھنے میں کہ وہ وید کے رشی تھے تقویت دیتی ہیں کیونکہ اُن کو خارقِ عادات اور داستان نوازوصف سے معرا کرکے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ روایات پھر وہ کون ایسی چیز ہے جسکا اظہار کرتی ہیں؟ وہ ظاہر کرتی ہیں کہ پرانے وقتوں کے واجب التعظیم خاندانوں نے بششٹھ بسوامتر انگیراس اور کنوا جیسی نسلوں کے مشہور بہادر سپاہی اور اعلےٰ درجہ کے مقتدایان دین کی ایک جماعت تیار کی تھی جیسطرح ایک پرسی یا گاس عالی حوصلہ پادری مقتدایانِ جنگجو بہادر ہوسکتا ہے اُسیطرح کنوا اور انگیراس بھی بلند ہمت پیشوا یا جنگ آور اور شیر دل بہادر ہوسکتے ہیں یقیناً جیسے ہندو خاندان فضلیت کے ساتھ مقتدایانہ حیثیت رکھتے تھے ایسے ہی یورپ کے خاندان بھی قومی حیثیت رکھتے تھے مگر ذاتوں کی قید سے جسطرح یہ آزاد تھے اُسی طرح وہ بھی بری تھے وسطی زمانہ کے یورپ کا اکثر ایک متوسط الحیثیت امیر جسکا نام اسوقت تک حروب صلیبیہ کی تاریخ میں محفوظ چلا آتا ہے اپنے باپ یا چچا بیٹے یا بھتیجہ کو پاک خانقاہوں کے کسی گوشہ میں حفاظت سے بٹھا رکھتا تھا اور اکثر ایک بششٹھ یا بسوامتر جیسے مرتبہ کا منی جسکے متبرک منتروں کی ہم اس وقت تک بخلوص تعظیم کرتے ہیں اپنے بیٹے یا بھتیجہ کو وید کے دور میں جدال وقتال پر آمادہ کرتا رہتا تھا جو اس سرزمین کے قدیم باشندوں کے خلاف لگاتار مقابلہ آرائیاں خیال کیجاتی تھیں خود رگ وید کے متن سے اُن واقعات کا ثبوت ملتا ہے جنکا اقتباس ہم گزشتہ باب میں کرچکے ہیں اور وہ اُن افسانوں اور روایتوں کی ذریعہ سے

حل کی گئی ہیں جنکا حوالہ ہمنے اخیر زمانہ کے سنسکرت علم ادب سے اس باب میں دیا ہے
ویدکے زمانہ کے رشی اپنے منتر تصنیف کرتے اور لڑائیاں لڑتے اور اپنے کھیت میں ہل
قلبہ رانی کرتے مگر وہ نہ برہمن تھے نہ شتری نہ وئیں۔ ویدکے دور کے بڑے بڑے رشی گھرانو
نے کیسے کیسے سپاہی اور نبرد آزما پرش تیار کئے تھے جنکے ناموں کی آجتک پرستش
کیجاتی ہے لیکن وسطی یوروپ کے پرسی یا ڈگلس اگر برہمن یا شتری خیال کئے جاسکتے
ہیں تو یہ بھی برہمن یا شتری تسلیم کئے جانیکا حق رکھتے ہیں۔

اعلان

مہاشیو! غالباً آپنے پہلے دور کے حالات پڑھنے سے قدیم آریوں کی ابتدائی سبھیتا (تہذیب) اور اُنکی ابتدائی انتی (ترقی) کا اندازہ کیا ہوگا۔ مگر ابھی اُن کی ترقی کا آفتاب طلوع ہی ہوا ہی جسوقت وہ نصف النہار پر پہنچیگا اُسوقت آپکی نظروں میں ایک چکا چوند پیدا ہوگی اور آپ تعجب کرینگے کہ ایسی قوم نے جو وسطِ ایشیا سے اُٹھکر یہاں آباد ہوئی اور جسکے ہر ہر قدم پر طرح طرح کی دشواریاں سدِراہ ہوئیں کیونکر جلد ترقی کی۔ یہ تعجب آپکا اُسوقت اور بھی زیادہ بڑھجائیگا جب آپ آریہ فاتحین کے دوسرے دور کی تاریخ پڑھیں گے اور تاریخی نظم (ایپک پویم) کے حالات دیکھینگے۔

پہلے دور میں چونکہ آریوں کا پنجاب پر پورا تسلط ہوگیا تھا اور دسو اور وحشیوں کیجانب سے اطمینان ہوچکا تھا اسلئے اُنھوں نے آگے کی طرف قدم بڑھانا شروع کیا گنگا جمنا کے دوآبہ میں پہنچکر اُن کا اقتدار زیادہ ہوگیا تھا اب ایسی حالت میں یہ لازمی نتیجہ تھا کہ اُن میں مخالفت واقع ہو اور یہی مخالفت ہی جسکی وجہ سے اُنکو ایک بڑی لڑائی پیش آئی جو مہا بھارت کے نام سے مشہور ہے پھر جب اُنکے ملکی حدود نے اور وسعت حاصل کی تو رامائن کا ہنگامہ روبکار ہوا پھر ذاتوں کا پرچار اور ایک جدید علمِ ادب کی اشاعت اور اور واقعات کا حدوث ہوا یہ سب دوسرے دور کے کارنامے ہیں جنکو فاضل مصنف نے نہایت عمدگی سے بیان کیا ہے۔

میں کتابِ دوم کا ترجمہ ختم کرچکا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ اگر آپ نے میرے اس ترجمہ کی قدر کی تو اُسکو بھی میں بہت جلد آپ کیخدمت میں پیش کروں گا۔

المعلن

اے۔ وی۔ احمد۔
مترجم

غلط نامہ

نمبر شمار	غلط	صحیح	صفحہ	سطر
	ڈیڈیکیشن			
۱	(ای وی احمد)	اے وی احمد	اول	آخیر
	فہرست			
۲	گرشتہ	گزشتہ	تیسرا	۴
۳	کیاروم النجم	کیاروم النجم؟	۔۔	۵
۴	سمپروائے	سمپروائے	چوتھا	۹
۵	ملکی	ملکی خدمت	چھٹا	۳
	مقدمہ			
۶	قدیمی	قدیمی	ب	۱۵
۷	اُس	اُن	د	۴
۸	اعمال	اعمال بھی	۔۔	۱۶
۹	اُن کی	اُنکی تنقید سے پہنچائے ہوئے معتبر نہیں ٹھہر سکتے	۔۔	۱۹
۱۰	اور	اوراور	ی	۸
۱۱	جب تب	جپ تپ	یب	۱۵
۱۲	شپر	شپیر	یہ	۸
۱۳	رسالوں کی	رسالوں کی بھی	یط	۴

نمبر شمار	غلط	صحیح	صفحہ	سطر
۱۴	ٹھٹے مارکر	ٹھٹھے مار مارکر	کا	۴
۱۵	سترہ	اٹھارہ	کز	۳
۱۶	کو	کو بھی	کح	۵
۱۷	تابت	ثابت	لہ	۱۵
۱۸	ادواپر	دواپر	لح	۱۷
۱۹	سیتھا	سیتھیا	مد	۳
۲۰	سیبیریا	سیریا	۔۔	۔۔
۲۱	اسکی	اسکے	۔۔	۷
۲۲	ہمنی	ہنسے	نہ	۷
۲۳	میں	ہیں	نح	۱۵
۲۴	سنہ ستوتا زمانہ اشاعت	سنہ سمو ٹردوہ کی ریونیو ہسٹری کے شائع ہونے کے بعد تک	سب	۳
	تمہید۔ دور اور کتاب			
۲۵	نیچر	نیچرل	سج	۳
۲۶	پہچ	پہنچ	۱	۹
۲۷	بہت کم	بہت ہی کم	۲	۶

نمبر شمار	غلط	صحیح	صفحہ	سطر
۲۸	افسانے	افسانہ	۲	۷
۲۹	نئی	نئی نئی	۶	۳
۳۰	اپنی	اپنے	۷	۱
۳۱	خال	حال	۔۔	۱۳
۳۲	لی	کی	۸	۱
۳۳	ندریں	نذریں	۔۔	۔۔
۳۴	باجگذار	باجگزار	۔۔	۱۱
۳۵	دیالپس	دیالیس	۔۔	۱۹
۳۶	نئی	نئی نئی	۱۰	۴
۳۷	قاصرہے	قاصر ہے	۱۱	۷
۳۸	ہوگیا	ہوگیا تھا	۱۲	۱۴
۳۹	اور	زائد ہے	۔۔	۱۷
۴۰	سلطنطیں	سلطنتیں	۱۴	۵
۴۱	جسکی	جسکے	۱۶	۸
۴۲	سات	ساٹھ	۲۲	۷
۴۳	متعلق	متعلق ہم	۔۔	۹
۴۴	سکو	اُسکو	۲۴	۱۸

نمبر شمار	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	نمبر شمار	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	نمبر شمار	غلط	صحیح	صفحہ	سطر
۴۵	سنہ ۵ تک	سنہ ۵ سے سنہ ۱۹۴ تک	۲۷	۷	۶۰	ہوتا ہے	ہوتا ہوکر	۱۶	۱۴	۷۸	کما	کیا	۸۷	۳
					۶۱	اور	اور پھر ان	۱۸	۱۴	۷۹	ترعیب	ترغیب	۸۹	۵
۴۶	فردع	فروغ	۲۸	۱۳	۶۲	رگ	رگ وید	۲۲	۱۱	۸۰	جہا	جہاں	۹۱	۱۵
۴۷	وکرم کی	وکرم کے	۳۴	۵	۶۳	مردیوں	مردتوں	۲۸	۱۳	۸۱	کرتا	کرنا	۹۴	۴
۴۸	جماعت	جماعت	"	۱۴	۶۴	کھای	کھاوی	"	۱۳	۸۲	او	و	"	۸
۴۹	ہوگیا	ہوگیا تھا	۳۵	۱۶	۶۵	ہیرں	ہیرن	"	۱۵	۸۳	کسن	کمسن	"	۱۴
۵۰	راجہ کی	راجہ کے	۳۷	۱	۶۶	پالتو	پالو	۲۹	۱۶	۸۴	افکن	افگن	۹۵	۹
۵۱	بانی مبانی بنا تھا۔	بانی مبانی تھا۔	"	۱۲	۶۷	منتیریوں	منتیریوں	۳۰	۶	۸۵	دات	ذات	"	۱۴
					۶۸	میں	زائد ہے	۳۴	۵	۸۶	ڈلفن	ڈیفن	۹۶	۷
۵۲	۲۴۴ ق م تا۔	۵۰۰ ع	۴۰	۱۲	۶۹	بجبر	بجبر سے	"	۱۹	۸۷	رکھا	کہا	"	۱۴
					۷۰	شمال	شمال میں	۵۲	۱۰	۸۸	ور	اور	"	۱۸
۵۳	ٹری	بڑی	۲	۹	۷۱	استشناد	استناد	۷۰	۴	۸۹	بذربعہ	بذریعہ	۹۸	۳
۵۴	قبصہ	قبضہ	۶	۷	۷۲	مو	ہو	۷۵	۵	۹۰	ایک	ایک ایک	۹۹	۱۱
۵۵	ہوتا	ہوتا ہوا	۷	۱۶	۷۳	اور	او	"	۱۷	۹۱	رس	سارس	۱۱۱	۵
۵۶	تارخ	تاریخ	۱۱	۱۳	۷۴	فربانی	قربانی	۸۳	۴	۹۲	بجرگو	بھرگو	۱۱۵	۷
۵۷	سرکت	برکت	۱۴	۱	۷۵	را	راہ	"	۵	۹۳	کشواکو	اکشواکو	۱۱۶	۱
۵۸	منّت	منّت	"	۸	۷۶	ورنیم	ویرنیم	۸۵	۱۱	۹۴	اخمیدھا	اجمیدھا	۱۱۷	۱۷
۵۹	خوض	حوض	۱۵	۱۶	۷۷	گندیٹے	گڈریے	"	۱۴					

بعض مقام پر پنچ تن ماثرا ورگند ھرب لکھا گیا ہے اور بعض مقام پر پنچ تن ماثرا ور گندھرپ لکھا گیا ہے۔ مگر ناظرین ہر مقام پر پنچ تن ماثرا ور گندھرب پڑھیں۔

سیکرٹری

نوٹ

جو قدر شناس حضرات اس ترجمہ کے متعلق اپنی قیمتی رائے شایع فرمائینگے اور اُس سے کمیٹی کو بھی اطلاع دیں گے تو کمیٹی نہایت شکرگزار ہوگی۔

سیکرٹری